سیرت
حضرت ام المومنین
نصرت جہان بیگم
حصہ دوم

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U65100
v.2

سیرت حضرت ام المومنین

نصرت جہاں بیگم

(حصہ دوم)

مصنفہ شیخ یعقوب علی عرفانی کبیر

تعداد اشاعت
۳۰۰۰

تاریخ اشاعت
۲۵ جولائی سنہ ۱۹۴۵ء

قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک
تین روپیہ کلدار

مطبوعہ انتظامی پریس حیدرآباد دکن

حضرت اماں جان سلمہا اللہ الرحمان

بسلسلہ صفحہ (۴۳۲) جلد اوّل

DONATED BY MALIKRAM * 1906-1993

۴۹۵

922.97
K11S
V-2
65100
LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U65100
Collection
Jamia Hamdard, New Delhi

۲

هو الناصر

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ

"ابتدائی کلمہ"

سیرۃ ام المومنین (متعنا اللہ بطول حیاتہا) **مرحوم محمود احمد عرفانی** نور اللہ مرقدہ نے بستر علالت نہیں۔ بستر مرگ میں لکھی اور اس نے مجھے لکھا کہ اباجی میں نے اس کتاب کی تالیف کیلئے جان کی بازی لگادی ہے آخر وہ کتاب لکھ گیا اور جان قربان کر گیا جو **تبویب** اس کے زیر نظر تھی وہ اسکو بھی بوجہ غلبہ مرض پورے طور پر ملحوظ نہ رکھ سکا۔ بہرحال اس نے بہت **قابل قدر** کام کیا مجھے یقین ہے خدا تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا کتاب کی پہلی جلد میں **حضرت اماں جان** کا مضمون آثار صحابہ اور صحابیات کے سلسلہ میں آ جانا چاہئیے تھا لیکن چونکہ وہ شروع ہو چکا ہے اسلئے دوسری جلد کا آغاز اسی کی تکمیل سے کیا جاتا ہے تا کہ سلسلہ قائم رہے احباب جلد اول میں اس مضمون کا ابتدائی حصہ صفحہ (۴۲۷) سے (۴۳۲) تک پڑھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے میں مرحوم کے مرتب کردہ نوٹس کی بنا پر اس جلد کی تکمیل کرتا ہوں۔ اللہ الموفق و المستعان۔

(عرفانی کبیر) یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

DONATED BY
1906-1993
WAKIL

حضرت اماں جان

(۱)

محترمہ امتہ اللہ بشیرہ بیگم صدر لجنہ اماء اللہ حیدرآباد دکن اہلیہ مولوی سید بشارت احمد صاحب

(امیر جماعت حیدرآباد دکن)

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

ایک مدت سے مجھے خیال تھا کہ حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالیٰ کے شمائل پر میں اپنے دیرینہ ذاتی مشاہدات میں سے لکھوں مگر یہ دیکھ کر کہ سلسلہ کے سارے زبردست اہل قلم کبھی بھی آپ کی سیرت پر کوئی خامہ فرسائی نہیں کرتے ہیں اور میں نے یہ خیال کر لیا کہ غالباً حضرتہ علیا اماں جان کی ناپسندیدگی کے مدنظر کوئی نہیں لکھتا ہو گا اس لئے میں بھی اپنی جگہ دم گھونٹ کر خاموش ہو رہی مگر اب جبکہ ہمارے قابل قدر بھائی مولوی محمود احمد صاحب عرفانی (اللہ تعالیٰ آپ کی صحت و عمر میں برکت دیوے) نے اس مبارک کام کیلئے اخباری دنیا میں غلغلہ مچا دیا تو میں نے بھی اپنے دیرینہ شوق کے مدنظر چند واقعات سپرد قلم کرتے ہوئے ڈر رہی ہوں کہ کہیں میرے اس مقالہ کو ناظرین و ناظرات حضرتہ عالیہ کا ایک مکمل خاکہ زندگی ہی تصور نہ فرمالیں اس لئے میں نے ایک فارسی شعر زیب عنوان لکھا ہے۔

جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ میری ممدوحہ کی سیرت و حسنِ اخلاق کے تذکرے بہت کثیر ہیں۔ میں ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ مجھے خود اپنی تنگ نظری صاف طور پر محسوس ہوتی ہے البتہ ممدوحہ کے شمائل میں سے کچھ وہ بھی اپنے ذوق و نقطۂ نگاہ سے پیش کرنا چاہتی ہوں۔ یوں تو عاجزہ کو اب تک قادیان شریف میں ۸۔۱۰ مرتبہ سے زیادہ مرتبہ حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی لیکن غالباً دو مواقع ایسے آئے کہ خاندان سمیت کافی طویل عرصہ تک مجھے قادیان جنت نشان میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی ایک تو سنہ ۱۹۲۰ء میں جب کہ حیدر آباد میں میری خوشدامن سردار بیگم صاحبہ مرحومہ کے اصرار پر سید صاحب میرے شوہر نے (سید بشارت احمد صاحب) ہم سب کو لیکر تقریباً ۴ ماہ قادیان شریف میں حضرت ام المومنین سلمہا کے قدموں میں گزارے تھے۔ پھر دوبارہ سنہ ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء میں تقریباً ایک سال بمع اپنے جملہ متعلقین کے قادیان شریف میں گزاری ان ہر دو مواقعوں پر عاجزہ کو قریب سے حضرت ام المومنین سلمہا اور خاندانِ نبوت کی تمام محترم و قابلِ عزت ہستیوں کو دیکھنے کی عزت حاصل رہی۔ میں بوجہ ایسے خاندان سے قریبی ربط رکھنے کے جو کہ مرشدی گھرانہ کہلاتا ہے اس امر سے زیادہ واقف اور باخبر تھی کہ عموماً مشائخین سجادہ نشینوں کے گھروں کی معاشرت و طرزِ معیشت و طریق تہذیب و تمدن و لباس کا رنگ ڈھنگ بات چیت کا طور و طریق کیسا ہوتا ہے۔ میرے والد مرحوم حضرت مولانا میر محمد سعید صاحب قادری احمدی مرحوم (خدا تعالیٰ انھیں غریقِ رحمت فرمائے) ایک جید مشائخ مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کشمیری مرحوم و مغفور کے واحد فرزند تھے جن کے مریدین کا حلقہ دو تین لاکھ سے کم نہ تھا اسی طرح میرے ننھیالی قریبی رشتہ کے نانا حضرت مسکین شاہ صاحب نقشبندی جو مرحوم اعلیٰحضرت نظام دکن اور حیدر آباد کے ملک کے پانچ لاکھ مریدین کے مرشد تھے۔ نیز میرے سسرال رشتہ داروں میں مولوی سید عمر علی شاہ صاحب کی میاں صاحب وغیرہ جو میرے چچا خسر ہوتے تھے بڑے مرشد تھے اس لئے فطرتاً اس ماحول کو جس سے میں بہت حد تک مانوس و واقف تھی خاندانِ نبوت میں قیاس کرنے پر مجبور تھی مگر میرے

ذاتی مشاہدات نے میری تمام قیاس آرائیوں پر پانی پھیر دیا مجھے نہ ام المومنین میں اور نہ خاندان نبوۃ کی کسی خاتون میں یہ بات نظر آئی کہ وہ گفتگو و ملاقات میں کسی قسم کا تکلف کرتی ہیں یا بناوٹ کا پہلو اختیار کرتی ہیں یا کوئی خاص قسم کا شاہانہ یا صوفیانہ لباس زیب تن فرماتی ہیں یا دنیاوی زیب و زینت و اشیاء سے اسقدر متنفر ہیں کہ گویا رہبانیت اختیار کر رہی ہیں۔ بلکہ حضرت ام المومنین اور خاندان نبوت کے اس پاکیزہ و بے ریا عمل کا اس قدر گہرا اثر ہر غائر نظر سے دیکھنے والے پر پڑ سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان پاک قلوب کے آئینہ میں ریا و بناوٹ میں خود کو ملوث دیکھتا ہے مجھے خوب یاد ہے اور میرے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب کہ میں نے اپنی خوشدامن صاحبہ مرحومہ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم محض حضرت ام المومنین کے فیض صحبت کی وجہ سے دیکھا وہ یہ کہ میری خوشدامن صاحبہ ایک بڑے امیر کبیر گھرانے کی خاتون تھیں جو ۲۰ سال میں ہی تین لڑکے اور ایک لڑکی کی ماں ہو کر بھرپور جوانی میں بیوہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنی جوانی اور بیوگی کو اس قدر سادگی اور صوفیانہ رنگ میں گزارا کہ جب میری شادی ہوئی اور ان کے خاندانی طمطراق اور خدم و حشم اور امارت کے مدنظر ان کو معمولی لباس میں ملبوس دیکھا تو مجھے سخت حیرت ہوئی مگر جب کہ میری یہی خوشدامن صاحبہ مرحومہ حضرت ام المومنین کی صحبت میں چند ماہ رہیں تو یہ دیکھا کہ کوئی روز ناغہ ہوتا تھا کہ وہ اس ضعیفی میں کنگھی چوٹی کر کے پاک و صاف لباس اور خوشبوئی وغیرہ کا استعمال کر کے حضرت ام المومنین کی خدمت میں روزانہ جایا کرتی ہوں اور اس کے بعد سے انتقال تک میں نے مرحومہ کو دیکھا سابقہ اس دنیاوارانہ و صوفیانہ طرز زندگی کو بالکل خیرباد کر کے متقیانہ رنگ میں اما بنعمت ایک محدث کے ماتحت حسب ضرورت عمدہ لباس وغیرہ پہنا کرتیں چنانچہ حضرت ام المومنین پر بھی یہ امر جب کہ ظاہر ہوا تو وہ بہت مسرور ہوئیں چنانچہ جبکہ ہماری خوشدامن صاحبہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام المومنین نے ان کی اولاد کے نام ایک تعزیت نامہ اپنی انتہائی کرم فرمائی سے جو تحریر فرمایا اتفاقاً وہ میرے شوہر مولوی سید بشارت احمد صاحب و میرے دیور مولوی حکیم میر سعادت علی صاحب مرحوم کو

تحریر فرماتی ہیں کہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از قادیان دارالامان
۵۔ دسمبر ۱۹۲۳ء

عزیزانِ من سلامت رہیں!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ:۔ آپ کے عزیز نامہ سے یہ سن کر از حد تاسف ہوا کہ آپ کی والدہ صاحبہ اور ہماری مخلص اور اخلاص مند خاتون نے داغ جدائی دیا۔ اللّٰھمّ اغفرھا۔ مرحومہ بہت اخلاص مند احمدی خاتون تھیں۔ ان کی علالت کی حالت میں بھی دعائیں کیں مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے ہر طرح آرام و راحت میں رکھنے پسندیدہ ہیں گو ہمارے لئے وہ جدا اور نظروں سے پوشیدہ ہیں مگر بیٹیوں کے ہاتھوں سپرد خاک ہو کر مقامِ اعلیٰ کو پہنچ گئیں۔

خدائے ذوالجلال نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا اور آخر جو ملا ہے وہ بچھڑے گا چند روز بعد ہم بھی ان سے ملاقی ہونے والے ہیں۔ مرحومہ مغفورہ اپنے اخلاق حسنہ اور نیکی و تقویٰ کے باعث ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گی اور اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کے باعث

اجر عظیم عنایت کرے گا اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا باقی رہا اولاد کیلئے جدائی کا صدمہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا رکھتے ہیں وہ کبھی غم زدہ نہ ہونے چاہیئے اس پیارے پر سب پیارے قربان ہیں۔

اب دعا ہے کہ خداوند کریم مغفورہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیوے اور جنت کے اعلیٰ مقامات کا وارث کرے ہم کو جملہ متعلقین سے دلی ہمدردی ہے۔ والسّلام

آپ کی ہمشیرہ اور بہوؤں سے خاص اظہار ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ سب کو مرحومہ کے نیکیوں کا وارث بنادے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے۔

والدۂ مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح علیہ السلام (از قادیان)

درحقیقت میری خوشدامن نے جب سے حضرت ام المومنین کو دیکھا ان کے اخلاص ایک رنگی میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ حضرت ام المومنین کی عاشق و فدائی تھیں چنانچہ ایک واقعہ اسی ضمن میں درج کرتی ہوں اگرچہ حضرت ممدوحہ کا وہ مکتوب اس وقت دستیاب نہیں ہوا مگر اس کا مفہوم یاد ہے واقعہ یہ ہے کہ حضرت خوشدامن صاحبہ کے مرض الموت میں جو ۱۰ ماہ کی طویل علالت کا زمانہ تھا۔ حیدرآباد کے ایک محترم احمدی نواب اکبر یار جنگ بہادر نے میری نند مسماۃ حاجی بیگم مرحومہ کیلئے اپنا پیغام دیا تو حضرت خوشدامن صاحبہ محض اس وجہ سے متامل ہو گئیں کہ چونکہ نواب صاحب ایک تو پٹھان ہیں دوسرے غیر ملکی ہیں ممکن ہے بعد وظیفہ حسن خدمت اپنے وطن

لے حاجی بیگم صاحبہ اور حاجرہ اور شرف النساء بیگم صاحبہ ہائے حکیم صاحب مرحوم

فرخ آباد کو میری لڑکی کو نہ لیجائیں۔ تب سید صاحب نے حضرت امّ المومنین کی خدمت میں عریضہ لکھا جس پر حضرت ام المومنین نے خورشید امین صاحبہ کو خط تحریر فرمایا۔ اس کا مفہوم یہی تھا کہ میں یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ آپ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں یہ کام کر دیں تاکہ آپ کو اطمینان نصیب ہو۔ پس جونہی حضرت ام المومنین کا یہ مکتوب بستر علالت پر سنایا گیا بلا کسی پس وپیش کے فوراً اسی ہفتہ میں رخصتانہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مرحومہ کے اخلاص اور حضرت ام المومنین کے اس ارشاد پر عمل کے نتیجہ میں ایک عمدہ پھل یہ عنایت فرمایا کہ میری ننده مرحومہ کے ایک اولاد نرینہ پیدا ہوئی جو کہ اس وقت بفضلہ تعالیٰ سردار محمود رشید الدین خاں مولوی فاضل ایک ۱۹ سالہ نوجوان ہے جو علیگڑھ میں ایف۔ اے[1] کلاس کا طالب علم ہے اللہ تعالیٰ اس کو صالح مبلغ اسلام و خادم اسلام بنائے آمین

طعام ولباس کے متعلق

حضرت ام المومنین کی معاشرت بہ خلاف گدی نشینوں اور مشائخین کے ٹھیٹھ اسلامی سادگی پر مبنی ہے آپ کے ہاں جو ہر وقت مخلصین تحائف پیش کرتے ہیں اور آپ انھیں قبول فرماتی ہیں۔ اگر تحفہ کھانے کی قسم سے ہے تو کھا لیتی ہیں۔ اگر کپڑے کی قسم سے ہے تو انھیں پہن لیتی ہیں اگر زیور کی قسم ہو تو زیب تن فرماتی ہیں یہاں تک کہ اس عمر میں اگر پیش کرنے والے مخلصین رنگین، شوخ کپڑے بھی پیش کریں تو بھی آپ قبول فرما لیتی ہیں محض پیش کرنے والے مخلصین کے اخلاص ومحبت کے پیش نظر وہ اپنے آپ کو ایک مجاہدہ میں ڈال لیتی ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو ریا ونام ونمود سے کوسوں دور ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ کبھی وہ فاخرہ لباس زیب تن فرماتی ہیں اور کبھی تھوڑی دیر بعد ہی بالکل سادہ لباس میں آجاتی ہیں کبھی معمولی زیور پہن لیتی ہیں کبھی نہیں بھی پہنتیں کبھی دیکھا کہ وہ غربا کے ہاں کھانوں کے حصے بھیج رہی ہیں اور مسکینوں اور حاجت مندوں کی

---

[1] اب بی اے میں ہے۔ ماشاء اللہ (عرفانی کبیر)

حاجت روائی فرماتی رہیں یہاں تک کہ اپنی عزیز سے عزیز چیز کو دوسروں کے فائدہ کے لئے قربان کرتی ہوئی دیکھی گئی ہیں۔ اس معاشرہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کی طبیعت میں رہبانیت کا میلان ہے اور نہ ہی تکلف، ریاکاری کی جھلک ہے جیسا کہ عام طور پر مشائخوں کے گھرانوں میں ہوتا ہے کہ محض ریا و عوام کی نکتہ چینی کے مدنظر وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے بھی مستفید نہیں ہوتیں۔

طریقِ ملاقات

ملاقات کے وقت بالعموم مشائخین کی جانب سے یہ عمل ہوتا ہے کہ ریاکاری کی وجہ سے منہ سے بہت سے غیر ضروری بناوٹی الفاظ نکال دیئے گئے کہ بیٹا تم کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور بہت دنوں کی آرزو پوری ہوئی وغیرہ یا پھر یہ ہوتا ہے کہ بے رخی و بے مروتی سے بات کریں گے یہ دونوں طریق افراط تفریط کے پہلو لئے ہوئے ہیں اور حضرت ام المومنین ملاقات کے وقت حفظ مراتب کا خیال فرماتی ہیں اور جیسا اخلاص ملنے والے میں محسوس فرماتی ہیں اسی مناسبت سے ملاطفت کے ساتھ اس سے ملاقات فرماتی ہیں نہ تو ظاہرداری کے الفاظ فرماتی ہیں اور نہ کسی سے بے مروتی سے پیش آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا رُعب عطا فرمایا ہے کہ ملاقاتی اس کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور جائز تعظیم و ادب کرنا اس کا حق ہو جاتا ہے۔

قوتِ احساس اور شفقت

حضرت ام المومنین ایک بہت بڑے کنبہ کے سرپرست اعلیٰ ہونے کی حیثیت میں ایک بڑی مشغول زندگی گزارتی ہیں باوجود اس کے آپ بڑی ذکی الحس واقع ہوئی ہیں۔ ملاقاتی کے بشرے سے جان لیتی ہیں کہ وہ کس حالت میں ہیں کہ وہ کس حال میں ہے چنانچہ اس بارے میں میں ہی اپنے آپ ایک مثال ہوں۔ میری والدہ ماجدہ مرحومہ جن دنوں قادیان میں سخت علیل تھیں۔ زیست کی امید کم ہوتی جارہی تھی میں عالم بدحواسی میں

حضرت اُم المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتی تو وہ فوراً پہچان لیتیں اور مجھے اپنے ہاں سے کھانا کھلا کر روانہ کرتیں۔

ہمدردی

میری والدہ جب علیل تھیں تو بوجہ مسافرت انھیں بان کی چارپائی پر لٹایا گیا تھا۔ حضرت ام المومنین جب عیادت کیلئے تشریف لائیں تو دیکھا کہ چارپائی بان کی ہے اپنے گھر پہنچیں تو فوراً ایک سوت کی بنی ہوئی نفیس چارپائی روانہ فرمائیں یہ ذرّہ نوازی کا اعلیٰ نمونہ ہے اور ممدوحہ کی درازیٔ عمر کے لئے بے اختیار دعائیں نکلوانے کا موجب۔

بیکاری سے بیزاری

حضرت اُم المومنین عورتوں میں بیکاری کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ ان کا یہ مسلک رہا ہے کہ کبھی بیکار نہ رہیں اور نہ کسی اور کو بیکار رہنے دیں۔ چنانچہ مجھ سے بھی حضرت ممدوحہ نے کارچوبی بٹوے بہت سارے سلوائے تھے۔ غرض آدمی جو کام جانتا ہو اس کام پر اس کو لگا دینا وہ بہت ضروری خیال کرتی ہیں۔[1] صاحبزادی اُمت الحمید بیگم صاحبہ کی شادی کے موقعہ پر یہ روح عملاً کام کرتی ہوئی دکھائی دی صاحبزادی موصوفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی لڑکی ہیں جو حضرت مبارکہ بیگم صاحبہ کے صاحبزادے میاں محمد احمد خاں صاحب سے بیاہی گئی ہیں۔

دُعاء

ایک دفعہ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی غالباً حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سالی صاحبہ نے حضرت ام المومنین سے عرض کیا کہ امتحان کی کامیابی کے لئے دعاء فرمادیں آپ نے جواب دیا کہ ہمارے لئے ایک تکیہ کا غلاف

---

[1] میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ عورتیں بیکاری میں اکثر غیبت و بیجا شکایات میں مبتلا رہتی ہیں تو کچھ نہ کچھ کام میں لگ جانے سے بدعادت جاتی رہتی ہے۔

تیار کر کے روانہ کرو یہ طریق تعلق کی زیادتی کے لئے بزرگانِ دین کرتے رہے ہیں آپ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔

تہذیب وشائستگی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی ایسا اتفاق ہوا کہ ایک خاندان نبوت کی خاتون میری طرف سے گزریں اور چلتے چلتے نادانستہ طور پران کی اوڑھنی مجھے لگ گئی حضرت ام المومنین نے اس کو دیکھ لیا اور اس معمولی فروگذاشت پرہی کافی چشم نمائی فرمائیں میں ندامت سے عرق عرق ہوئی کہ میری وجہ سے اس محترمہ خاتون کو یہ باتیں سنی پڑیں اور جب کہ یہ واقعہ قلمبند کر رہی ہوں تو بھی میری پشیمانی کی کوئی حد نہیں اس سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لڑکیوں کی تربیت کا خیال حضرت کو کس درجہ ہے وہاں آپ کی تہذیب وشائستگی کے خلق اتم کا پتہ چلتا ہے ہمارے ہاں تو عام طور پر مجلسوں میں شانہ کو شانہ اور مونڈھے کو مونڈھا ٹکراتا ہے مگر کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور اس کو سادگی پر محمول کیا جاتا ہے۔

ایفائے عہد

میرے شوہر (مولوی سید بشارت احمد صاحب) جب مجھے قادیان میں چھوڑ کر حیدرآباد واپس ہونے لگے تو حضرت ام المومنین سے یہ التماس کی کہ وہ عاجزہ کو اپنی نگرانی میں رکھیں اور عرض کیا کہ سوائے آپ کی اجازت کے عاجزہ نہ کسی دعوت میں شریک ہو اور نہ کہیں مہمان جائے۔ حضرت ام المومنین نے اس کو قبول فرمالیا اور بہت پسند فرمایا جتنے دنوں میں وہاں رہی میرا وہ خاص خیال فرماتیں کئی مواقع ایسے آئے کہ انھوں نے بعض جگہ دعوتوں میں شریک ہونے سے روکا اور بعض میں شرکت کی اجازت عطا فرماتیں تو اکثر ایسا ہوا کہ مجھے پہلے روانہ کر دیتیں بھوڑی دیر بعد دیکھتی کہ وہ خود بھی تشریف لائیں ہیں۔ ایک دفعہ حضرت نے دریافت فرمایا کہ فلاں جگہ تم کیوں گئیں نہیں عاجزہ کے عرض کرنے پر کہ کہیں نہیں گئی تھی فرمایا کہ ہر دفعہ تو تمھارا یا تمھارے

جیسا تھا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس کام کو وہ اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کو وہ کس خوبی سے نباہنے کی عادی ہیں۔

تاگہ کاتنا

ایک دفعہ دیکھا کہ چرخہ لیکر تاگا کات رہی ہیں۔ میں جب حاضر ہوئی تو فرمایا کہ کیا تمھیں چرخہ کاتنا آتا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو پھر آپ نے مجھے اپنے آغوش میں لیکر مجھے سکھلایا اس میں آئندہ نسلوں کو یہ سبق ہے کہ بیکار نہ رہیں اور کوئی نہ کوئی مفید کام کرتے رہیں یا ممکن ہے کہ زمانہ ایسا پلٹا کھائے کہ ہم میں سے اکثر دل کو چرخہ کاتنا پڑے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکے خلفاء پر راسخ ایمان۔

باوجود اس کے کہ آپ حضرت مسیح موعود کی چہیتی بیوی اور حرم محترم ہیں لیکن اس تعلق زوجیت سے بڑھ کر حضرت ام المومنین اپنے تعلق روحانیت کو زیادہ عزیز رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ہم وابستگانِ دامن مسیح موعود علیہ السلام جس طرح اور جن القاب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یاد کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی ادب سے یاد فرماتی ہیں جب کبھی بھی وہ حضرت صاحب کا ذکر فرمائیں گیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت صاحب یا حضرت اقدس فرمائیں گیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کو بھی یا تو میاں صاحب کہیں گی یا خلیفۃ المسیح فرمائیں گی۔

ظلِّ عاطفت

آپ بالعموم جب سیر کو تشریف لے جاتی ہیں تو جاتے جاتے یا آتے آتے احمدی اصحاب کے گھروں میں ایک ایک دو دو منٹ کیلئے تشریف لیجاتیں ہیں اور ہر گھر ان کے مناسب حال ضروری ہدایات دے آتی ہیں۔ مثلاً گھروں کی صفائی، لباس کی صفائی، بچوں کی

دیکھ بھال یا علاج معالجہ کے متعلق مشورہ دے دیتی ہیں۔ اس طرح آپ جماعت کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش فرماتی ہیں اور حسب ضرورت و جائز و ضروری امداد و ہمدردی میں مصروف رہتی ہیں۔

اسراف سے اجتناب

میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی طبیعت باوجود بے انتہا سخی ہونے کے پھر بھی ذرہ سے اسراف سے اجتناب کرتی ہیں ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی کپڑے کے رنگنے کے لئے نمک شریک کرنے کی ضرورت ہوئی۔ نمک منگوایا اور رنگ میں شریک کرنے کے بعد جو بچ رہا وہ ایک چٹکی ہوگا جس کو ہم یونہی پھینک دیتے ہیں مگر نہیں آپ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ چٹکی بھر نمک نمک دانی میں ڈال کر محفوظ کر دیا اور ضائع نہ ہونے دیا۔ اس کا میرے دل پر خاص اثر ہوا۔

جزاکم اللہ کہنا

یہ ایک عجیب بات مشاہدہ میں آئی کہ حضرت ام المومنین جس کسی مخلص کو جزاکم اللہ فرما دیتیں تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب و بامراد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو تمام جماعت احمدیہ کے لئے عام کرے اور اس عاجزہ کو بھی اس سے خاص حصہ ملے۔ آمین۔

عیدین کا احترام

میرے زمانہ قیام میں عید الضحیٰ و عید الفطر کے موقع پر میں نے دیکھا کہ حضرت ام المومنین ہمہ تن مصروف انتظام ہیں۔ خود بھی کام کر رہی ہیں اور دل سے بھی کام لے رہی ہیں۔ گھر کے ایک ایک حصہ کو التزام کے ساتھ صاف کرا رہی ہیں۔ تمام اشیاء کو جھٹکوا رہی ہیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مٹی کے برتنوں کو بھی لال گیرو کے رنگ سے رنگ دے رہی ہیں۔ عیدین کے مواقع پر بڑی خوشی کا اظہار فرماتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عید اسی لئے بنائی ہے کہ مومنین خوش ہوں۔

خوشبوؤں سے محبت

حضرت ام المومنین کو خوشبوؤں سے بڑی الفت و رغبت ہے دکن کی اگربتی و برکھی شوق سے استعمال فرماتی ہیں یہ آپ کے طہارتِ نفس کی کافی دلیل ہے جتنے نیک و پاک بندگانِ خدا ہوتے ہیں ان سب کو بہ اتباعِ سنت یہی طریق عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔

مہمان نوازی

باوجود اس کے کہ میں ایک طویل زمانے تک خدمت میں حاضر رہی لیکن مجھے وہ اپنا مہمان ہی خیال فرماتی رہیں اور ہر طرح کی تواضع و اکرام کا اظہار فرماتی رہیں اور جب سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مجھے جلسہ گاہ جانا ہوتا تو آپ موٹر میں مجھے بھجوا دیتیں۔

میرے باغ کا پھلنا پھولنا

میں نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں ایک مرتبہ اپنے باغ کے پپیتےؔ[1] اور لالؔ[2] موز بطور تحفہ پیش کیا تھا آپ نے قبول فرمایا اور اسی وقت تناول فرمایا اور دعا دی اور میں دیکھتی ہوں کہ اس کے بعد سے میرا باغ اتنا ثمرور ہوا کہ پہلے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا بالخصوص پپیتے کے درخت اب مختلف قسم کے صدہا کی تعداد میں نصب ہو گئے ہیں۔ پہلے سے دگنی تگنی آمدنی ہونے لگی میرا ایمان ہے کہ حضرت ام المومنین کی دعا کی ہی برکت ہے خدائے تعالیٰ مجھے حضرت کی دعائیں لینے کے مواقع عطا فرمائے۔ آمین۔

اپنے پوتے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سے محبت

یوں تو خاندان کے بنیادی فرد ہونے کی حیثیت میں آپ ہر فرد خاندان سے محبت و الفت سے پیش آتی ہیں لیکن صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب

[1] ارنڈ خربوزہ۔ [2] لال کیلا۔

اپنے بڑے پوتے سے خاص اُلفت ہے ایک مرتبہ عاجزہ کو صاحبزادہ صاحب کا مکان لیجاکر بتلایا جو کہ حضرتہ نے تعمیر کروایا ہے آپ نے اس مکان کے بالائی حصہ پر بیت الدعا ، تبلاکر فرمایا کہ میں نے تبرکاً حضرت مسیح موعود کے گھر کی ایک اینٹ مکان کے بالائی حصّہ میں لگوادی ہے۔ حضرتہ کا یہ جذبہ عقیدت حضرت مسیح موعود کی صداقت کی ہزار دلیلوں سے بڑھ کر ایک دلیل ہے۔

شادی و غمی کے نظارے

میرے قادیان کے قیام کے دوران میں کئی مواقع ایسے آئے جن میں مجھے حضرت ام المومنین کی وساطت سے شادی و غمی کے نظارے دیکھنے نصیب ہوئے

حضرتہ صاحبزادی امتہ الحمید بیگم صاحبہ کی شادی کی تقریب جو نواب محمد علیخاں صاحب مالیر کوٹلہ کے صاحبزادہ سے ہوئی ساری کی ساری میرے سامنے عمل میں آئی میں سچ کہتی ہوں کہ جس انتہائی سادگی و بردباری کے ساتھ تقریب عمل میں آئی۔ اس کا نشان کچھ تیرہ سو سال پہلے ہی ملتا ہے اسی طرح کئی دفعہ تعزیت کی تقریبیں آئیں. یہاں بھی اسی حد تک رنج و غم جتنا کہ خدا کے احکام اجازت دیتے ہیں۔ کہتے ہیں علم اور عمل میں بڑا فرق ہوتا ہے لیکن میں یہاں یہ مشاہدہ کرتی ہوں کہ علم اور عمل میں مطابقت پیدا کی جارہی ہے۔

خاوند کی آمد پر مبارکباد

اگرچہ ذاتی طور پر مجھے حیا آتی ہے کہ میں ظاہر کروں لیکن حضرت اُم المومنین کے ایک خلق کا اظہار اس حیا پر غالب آرہا ہے اس لئے عرض کرتی ہوں جس وقت حیدرآباد سے میرے شوہر قادیان شریف تشریف لائے۔ اور حضرتہ اُم المومنین کو معلوم ہوا تو انھوں نے مجھے مبارکباد دی کہ تمھارے شوہر آگئے۔

لے۔ آپ نے خصوصیت سے اس مبارک شادی کی شرکت کے لئے کئی ماہ روک لیا تھا۔

اس سے آپ کی مراد یہ ہوتی ہے کہ بیویوں پر خاوندوں کی عظمت ظاہر ہو۔

سادگی و صداقت

جس وقت کوئی مخلص خاتون یہ عرض کرتی کہ میں آپکی خدمت میں فلاں تحفہ بھیجنا چاہتی تو آپ قبول کرتے ہوئے سادگی سے کبھی فرمادیتی ہیں کہ فلاں وقت تک بھیجنا ہو تو بھیجدو۔

اچھے ناموں سے یاد کرنا

حضرت اُم المومنین کی یہ عادت شریف ہے کہ آپ اپنے ملنے والوں کو خواہ وہ چھوٹی ہیں یا بڑی عمر کی ان کے اچھے ناموں سے یاد فرماتی ہیں۔ بُرے مختصر ناموں سے نہیں یاد فرماتیں مثلاً میری خوشدامن صاحبہ مرحومہ مجھے دلہن پاشاہ کے نام سے بلاتی تھیں اور حضرت ام المومنین نے اسے سُن لیا تو خود بھی اپنی شفقت سے دلہن پاشاہ ہی فرمایا کرتی ہیں۔

ماں کی اطاعت

حضرت نانی جان مرحومہ کی زندگی کا واقعہ ہے کہ حضرت ام المومنین ایک دفعہ حضرت نانی صاحبہ کے ہاں تشریف لے گئیں اور ہم سب حضرت میر ناصر نواب صاحب کو جو اُم المومنین کے والد بزرگوار تھے اسی کے ناناجان تصور کرتے تھے ان کے مکان پر گئے۔ بس کہ ہم مہمان کی خدمت اور خاطر و تواضع کیلئے حضرت نانی جان صاحبہ نے حضرت ام المومنین کو ارشاد فرمایا کہ بیٹا ان مہمانوں کی تم خاطر کرو تو میں نے دیکھا کہ اس خدمت میں ام المومنین ایسی مصروف ہوگئیں گویا کہ آپ اس گھر کی منتظمہ ہیں۔ ایک ایک مہمان کے آگے پان کسپیاری نہایت اعزاز و اکرام کیساتھ خندہ پیشانی سے پیش فرماتی رہیں۔ اور مہمانوں کو خوش کرتی رہیں۔ ماں کی اطاعت کا یہ جذبہ کس قدر خلقِ عظیم ہے۔

عبادات

حضرت ام المومنین عبادت کے بروقت ادا کرنے کی سختی سے پابندی فرماتی ہیں۔

میں نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ مغرب کی نماز کے بعد دیر تک عبادت میں مشغول رہتی ہیں یا تو کوئی نوافل آپ اس وقت پڑھتی ہیں یا بوجہ خرابی صحت جو عام طور پر آپ کی صحت درست نہیں رہتی۔ عشاء کی نماز ملا لیتی ہیں۔ میں جراُت نہ کرسکی دریافت کی۔

شرعی پردہ

حضرت ام المومنین شرعی پردہ کی سختی سے پابند ہیں۔ آپ کبھی بے نقاب نہیں ہوتیں۔ چہرہ کو حتی الامکان چھپاتی ہیں۔ اگر کوئی خاص نقاب وغیرہ نہ ہو تو کم از کم چہرہ کے آگے پنکھا رکھ لیتی ہیں یا کسی اور چیز کی اوٹ لے لیتی ہیں۔

التماس دعا

حضرت ام المومنین ہم میں خدا تعالیٰ کی ایک برکت ایک زبردست انعام اور اس کا فضل ہیں۔ جو مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ آپ کی پردہ کرنے کے بعد دنیا پھر کبھی نہ دیکھے گی۔ وہ نبی وقت کی حرم محترم صفات الٰہی کی جلوہ گری کی محمل رہی ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان اندھیری رات کی گھڑیوں کی شاہد ہیں جہاں تکلف و تصنع کام نہیں آتا اس نبی کی صحبت میں جو کچھ حاصل ہوا وہ دنیا وما فیہا سے بڑھ کر ہے۔ اسے مادر مہربان تجھ پر ہزار دل صلوٰۃ السلام ہم غریبوں پر بھی نظر کرم رکھو۔ گناہ گار و کمزور ہونے کی وجہ سے ساتھ رہنے کے قابل نہیں۔ میرے اللہ اپنے فضل و کرم سے اور اپنے عاجز بندوں پر رحم کر کے اس وجود باجود کو ہمارے سروں پر دیر تک سلامت رکھیو۔

آمین

حضرت اُمّ المومنین (نصرت جہاں بیگم) کی سیرت

(پر)

صحابہ اور صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(کے)

تاثرات اور روایات

صحابہ اور صحابیات کی روایات اور تاثرات

اس باب میں میں ان بزرگ صحابیات اور صحابہ کے تاثرات اور روایات بیان کروں گا۔ جنھوں نے حضرت اُمّ المومنین (متعنا اللہ بطول حیاتہا) کی بادرانہ شفقت و عطوفت سے سعادت حاصل کی ہے۔ میرے پاس روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس خصوص میں ہے مگر میں ان سب کو درج کرنے سے قاصر ہوں اس لئے کہ کتاب کا حجم اسکی اجازت نہیں دیتا۔ خصوصاً ان ایام میں جبکہ کاغذ کی گرانی اور کمیابی کی عالمگیر شکایت ہے۔ اس لئے میں ان تمام محترم بزرگوں اور صحابیات سے معذرت خواہ ہوں کہ جن کی روایات کو میں درج نہ کرسکوں۔ میں یہ بھی عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض جگہ میں ایک طویل بیان کا صرف اس قدر خلاصہ دینے پر مجبور ہوں گا جو

سیرۃ کے کسی پہلو سے متعلق ہو سکتا ہے

(عرفانی)

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب قبلہ کے تاثرات

جیسا کہ میں جلد اول میں بیان کر آیا ہوں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سلمہ اللہ تعالی

حضرت ام المومنین کے حقیقی بھائی ہیں اور حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی ذکور زندہ رہنے والی اولاد میں بڑے بیٹے ہیں۔

بھائی اور بہن کی محبت یوں تو فطرتی طور پر ایک مسلّم چیز ہے مگر دنیا جانتی ہے کہ کتنے بھائی اپنی بہنوں کے حقوق کا اور کتنی بہنیں (خصوصاً جبکہ ان کو ایک مقام رفیع حاصل ہو) اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے تعلقات میں محبت اور شفقت کے مراتب کو کبھی نظر انداز نہیں ہونے دیتیں۔ لیکن حضرت ام المومنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم کی زندگی بحیثیت ایک بہن کے

ایک نمونہ کی زندگی ہے

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی زندہ رہنے والی اولاد میں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اور حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحب سلمہُ اللہ تعالیٰ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ آہ! حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ اس جلد کی اشاعت کے وقت واصل باللہ ہو چکے ہیں اور ان کا مختصر تذکرہ بطور ضمیمہ لکھا گیا ہے۔ اور مولف سیرۃ عرفانی صغیہ بھی اپنے مولیٰ سے جا ملا۔ (عرفانی کبیر)

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو تو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت ام المومنین نے ان کو اپنا دودھ بھی پلایا۔ اس لئے کہ حضرت نانی اماں رضی اللہ عنہا دودھ نہیں پلا سکتی تھیں۔ انا رکھی جا سکتی تھی مگر

شفیق بہن بڑی بہن نے اپنے دودھ کو بھائی کیلئے قربان کر دیا

ٗ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (عرفانی کبیر)

اور اس طرح بڑی بہن تو خدا نے ان کو بنایا ہی تھا۔ انہیں یہ شرف بھی عطا ہو تو کہ اگرچہ وہ حضرت مسیح موعود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ ہو کر اُم المومنین روحانی طور پر تو ہیں مگر حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں یہ شرف بھی آیا۔

وہ اُم المومنین اور حضرت مسیح موعود کے رضاعی بیٹے ہوئے

غرض حضرت ام المومنین کی اس شفقت اور محبت کی جو ایک بہن کو اپنے بھائیوں سے ہونی چاہئیے یہ ایک جھلک ہے۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب قبلہ کے تاثرات کو ان کی اپنی زبان سے سنو۔

میں نے اس خاندان کے حالات میں ایک بات کو نمایاں کیا ہے ؎

یہ لوگ حق گو اور حق پسند تھے

حضرت میر ناصر نواب صاحب کی صداقت پسندی اور دلیری الم نشرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ریا اور نفاق، خوشامد و خود غرضی سے ہمیشہ انہیں محفوظ رکھا اور یہ خصوصیات ان کی اولاد میں بھی ہو۔ ہیں حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان کسی امر کے متعلق ہو بالکل ایک حقیقت اور کھلی ہوئی صداقت ہوتا ہے جس میں غلو، خوشامد، یا ظاہر داری کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ایک بے ریا صادق مسلم ہیں

اس لئے ان کا بیان بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، میں یہاں ایک وہم کا ازالہ کر دینا نہایت ضروری

سمجھتا ہوں بعض نادان گھر والوں کے تاثرات کو یہ کہہ کر مشکوک کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ یہ ذاتی تعلق یا رشتہ کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ گھر والوں سے بہتر حالات کا واقف کون ہو سکتا ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے بے انتہا دلائل میں سے یہ دلیل سب سے زیادہ قوی اور موثر ہے کہ

ازواج مطہرات بھی آپ پر ایمان رکھتی ہیں

یہ ایک فلسفہ ہے جسکے نہ سمجھنے سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور خود مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں میں ایسی روایات پر جرح کی گئی۔ پس حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کے تاثرات حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم کی سیرۃ کے اس حصہ پر جو بہن اور بھائی کے تعلقات سے وابستہ ہے ایک موثر حقیقت ہے۔ اب میں بغیر کسی مزید تمہید کے ان کے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ حضرت میر صاحب نے اپنے متعلق صرف ایک واقعہ بیان کیا ہے اور یہ ہے بھی سچ کہ وہ اپنی زندگی کے بے شمار واقعات لطف و کرم کو بیان ہی کب کر سکتے ہیں۔ حضرت میر صاحب نے اپنے بیان کے آخر میں ایک نہایت ہی قابل قدر اور آب زر سے لکھنے کے قابل بات لکھی ہے گویا اس ایک فقرہ میں

دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے

میری آپا

سنہ ۱۹۰۰ء میں میں الف، اے کا امتحان دے کر جب قادیان آ گیا تو آتے ہی پہلے تو

نتیجہ کا انتظار رہا پھر اس کے بعد یہ کہ اب تعلیم کا رخ کس طرف پھیرا جاوے۔ دو ماہ کے بعد نتیجہ نکلا تو میں فسٹ ڈویژن میں پاس تھا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے تتبع میں سب کا مشورہ یہی تھا کہ ڈاکٹری کی تعلیم شروع کیجاوے۔ لیکن مشکل یہ آکر پڑی کہ والد صاحب صرف دس ۱۰ روپے ماہوار خرچ دے سکتے تھے۔ کیونکہ ان کی پنشن کل تیس ۳۰ روپے ماہوار تھی۔ مزید براں تقریباً دو سو بیس ۲۲۰ روپے سالانہ گاؤں کی آمد کا آتا تھا۔ مشورہ تو ہو گیا مگر تعلیم کا خرچ ان کی مقدرت اور حیثیت سے بہت زیادہ تھا۔ یعنی تیس ۳۰ روپے ماہوار عام اخراجات کے لئے اور پچاس روپے سالانہ فیس کالج کی اور قریباً سات سو روپے کی کتابیں و آلات جو مختلف اوقات میں تعلیم کے دوران میں خریدے جاتے تھے۔ آخر ایک دن والد صاحب نے گھر میں ذکر کر دیا کہ اس تعلیم کا خرچ میری طاقت سے بڑھ کر ہے۔ میں گاؤں کا سارا روپیہ یعنی دس ۱۰ روپے ماہوار تو اسے دے سکتا ہوں مگر اس سے زیادہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ تجربات گئی آئی ہوئی مگر اکتوبر کا مہینہ نزدیک آرہا تھا۔ جب میڈیکل کالج کا داخلہ ہونا تھا۔ اور میرا اضطراب بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ دیکھئے اب دفتر اگزامینر ریلوے کی کلرکی کرنی پڑتی ہے یا اور کوئی نوکری کرنا پڑے۔ ایک دن گھر کی کسی خادمہ نے میرے ہاتھ میں ایک ملفوف خط دیا۔ افسوس وہ خط میرے پاس محفوظ نہیں رہا مگر اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ تم اپنی ڈاکٹری تعلیم کے لئے تردد نہ کرو۔ انشاء اللہ جو خرچ مزید درکار ہو گا وہ میں پورا کروں گی۔ اور یہ مت خیال کرو کہ حضرت صاحب سے لیکر دونگی بلکہ جو میرا ذاتی خرچ ہے اسی سے دیا کروں گی بلکہ انشاء اللہ حضرت صاحب کو بھی اسکی اطلاع نہ ہو گی۔ آخر میں نصرت جہاں لکھا تھا۔

اس کے بعد جب داخلہ کا وقت قریب آیا تو میں نے حضرت والد صاحب سے کہا کہ آپ اماں جان کا اس

مضمون کا خط مجھے ملا ہے اور اب داخلہ قریب ہے آپ تیاری کریں۔ انھوں نے آپا صاحبہ سے ذکر کیا کہ فلاں تاریخ کو داخلہ ہے اور محمد اسمٰعیل لاہور ڈاکٹری میں داخل ہونے جا رہا ہے۔ خیر میں لاہور گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ میرا نمبر سب سے اوپر ہے۔ اور بہ سبب فسٹ ڈویژن کے مجھے بارہ ۱۲ روپے ماہوار وظیفہ بھی ملے گا۔ غرض نام داخل کرا کر میں آگیا۔ یہاں آکر ماہوار خرچ کا یہ انتظام ہوا۔ بارہ ۱۲ روپے ماہوار وظیفہ سرکاری۔ دس روپے حضرت والد صاحب کی طرف سے اور دس روپے حضرت ام المومنین صاحبہ کی طرف سے۔ اس طرح ماہوار خرچ بآسانی پورا ہو گیا۔ جو ان دنوں کے مطابق کافی تھا۔ اب رہیں فیس اور کتابیں ان کے لئے پہلے سال تقریباً تین سو روپے داخل کرنا پڑا۔ دوسرے اور تیسرے سالوں میں قریباً سو روپے۔ اور چوتھے سال پھر قریباً تین سو پچاس روپے۔ آپا صاحبہ نے ان دس روپے ماہوار اور فیسوں اور کتابوں کے لئے تمام رقم جمع کرنے کی یہ تجویز ہوئی کہ حضرت ام المومنین نے ایک صندوقچی مقفل جس میں روپے ڈالنے کا سوراخ بنا ہوا تھا۔ حضرت والدہ صاحبہ کے پاس بطور امانت رکھوا دی اس صندوقچی میں قفل لگا رہتا تھا۔ اور دوسرے تیسرے روز حضرت ام المومنین جو روپیہ ان کے پاس ذاتی خرچ کا ہوتا تھا اس صندوقچی میں ڈالدیا کرتی تھیں جس میں سے دس روپیہ ماہوار والد صاحب کے دس روپیوں کے ساتھ مجھے لاہور پہنچ جایا کرتے تھے تو پچاس روپے فیس کے اور چار سو روپے نئی کتابوں کی قیمت دستی لیجایا کرتا تھا۔ ان دنوں لاہور کے اخراجات بمقابل آج کل کے کم ہوا کرتے تھے۔ میں اپنے تیس بتیس روپے ماہوار میں سے ایک مکان کرایہ پر لے کر رہا کرتا تھا اور ایک ملازم لڑکا بھی جو باورچی کا کام کر سکتا ہو رکھا کرتا تھا۔ اور ہم دونوں کا کھانا۔ سقہ خاکروب نائی دھوبی اور بالائی اخراجات سب اس میں پورے ہو جاتے تھے۔

کپڑے رخصتوں کے ایام میں قادیان میں بن جایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی خدا نے یہ فضل بھی فرمایا کہ مجھے پانچوں سال ہی برابر سرکاری وظیفہ ملتا رہا۔ اسطرح

میری میڈیکل کالج کی تعلیم اس طرح ختم ہوئی۔ جس میں بیشتر حصہ حضرت ام المومنین کی طرف سے اور کچھ میرے وظیفہ کا اور دس ماہوار حضرت والد صاحب کی طرف سے حصہ تھا۔ میرا یقین ہے کہ حضرت ام المومنین نے نہ صرف اپنی شفقت کو نباہا بلکہ وہ وعدہ بھی پورا کیا کہ اس بات کا علم سوائے میرے اور حضرت والدہ صاحبہ کے اور کسی کو بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی نہیں ہوا۔ اور جو روپیہ ان کو اپنے ذاتی جیب خرچ کیلئے ملتا تھا۔ اس میں مسلسل اتنے سال اپنے تنگی ترشی گوارا فرما کر انھوں نے میرے پر اتنا بڑا احسان فرمایا جس کے اظہار کا موقعہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ ان کی سیرت میں ایسے درج کرکے ان کا ایتاء ذوالقربیٰ ان کی لمبی اور مسلسل قربانی اور مجھ پر ان کی خاص شفقت اور محبت کے اخلاق فاضلہ کو آئندہ نسلوں کے لئے بطور سبق کے پیش کروں۔ یہ تو صرف ایک خاص واقعہ ہے جس کا علم چونکہ عام لوگوں کو نہیں ہے اس لئے لکھ دیا ورنہ جو جو ان کے احسانات مجھ پر ہیں ان کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ احسان کہ ان کے تعلق کیوجہ سے خدا تعالیٰ نے ایک ایسے عظیم الشان انسان سے ہمارا پیوند کرادیا کہ اس کے شکر سے ہماری زبانیں بالکل قاصر ہیں۔

(نوٹ) اس تحریر کو جو شخص بھی ٹھنڈے دل سے پڑھے گا وہ حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے متعدد پہلوؤں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اوّل۔ حضرت ام المومنین نے یہ پسند نہ فرمایا کہ اپنے اس ایثار مودّۃ فی القربیٰ کا اعلان کریں حتیٰ کہ خود حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو بھی زبانی نہیں فرمایا بلکہ لکھ کر دیا تھا کہ ان کی طبیعت پر کوئی بوجھ نہ معلوم ہو۔

دوم۔ آپ اس امر کی منتظر نہیں رہیں کہ حضرت نانا جان رضی اللہ عنہ یا نانی اماں رضی اللہ عنہا

یا خود میر محمد اسمٰعیل صاحب اپنی تعلیم کی آئندہ مشکلات یا ضروریات کا ذکر کریں بلکہ حضرت ام المومنین نے خود ایک ضرورت کا احساس فرما کر بغیر کسی قسم کی خارجی تحریک کے

اپنا فرض ادا کیا

سوم۔ اس نیکی کے اخفا کی اس قدر کوشش فرمائی کہ اگر حضرت میر اسمٰعیل صاحب اس واقعہ کا اظہار نہ فرماتے تو

دنیا اس سے بے خبر رہتی

یہ حضرت ام المومنین کے مخلص فی الدین اور آپ کے ایثار و قربانی کا نظارہ ہے حضرت ام المومنین ان ایام میں جوان تھیں اور بالطبع مستورات کو اپنے لباس اور ذاتی ضروریات کا خصوصاً خیال رہتا ہے مگر حضرت ام المومنین نے اپنی ذاتی ضروریات کو

بھائی کی تعلیم کے لئے قربان کر دیا

چہارم۔ حضرت ام المومنین کی اقتصادی اور انتظامی قابلیت بھی اس سے ظاہر ہے کہ کس طرح کفایت شعاری سے پس انداز کرنے کے لئے ایک تجویز فرمائی۔ اگر ہماری خواتین اس طرح اپنی زندگی کو بسر کریں تو ذاتی یا دینی ضروریات کے لئے وہ بہت آسانی سے روپیہ جمع کر سکتی ہیں۔

سب سے آخر میں حضرت میر صاحب نے جو بات فرمائی ہے وہ نہایت پر معنی ہے اور اس سے خود حضرت میر صاحب کی سیرۃ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت ام المومنین کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آجانے سے اس خاندان پر وہ

انعام ہوا کہ

اسے دنیا میں بھی غیر فانی زندگی مل گئی

بیشک وہ ایک بڑے جلیل القدر الشان امیر الامرا صمصام الدولہ نواب خان دوراں میر بخشی منصور جنگ کمانڈر انچیف عساکر مغلیہ کے خاندان سے ہیں مگر تاریخ اب ان کو بھی بھول چکی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام اور سلسلہ کو زمانہ مٹا نہیں سکتا بلکہ خدا نے خود بشارت دیدی

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اس لئے یہ ایک تاریخی اور دائمی حیات ہے مگر اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت ام المومنین کے ذریعہ فی الحقیقت بے انتہا برکات نازل ہوئیں۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک (محمود احمد عرفانی)

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی تحریک شادی

محترم بہن نے بھائی کی تعلیم کے لئے مودۃ فی القربیٰ کا جو عملی نمونہ پیش کیا وہ آپ نے ابھی پڑھا ہے اور اس سے اس شفقت اور محبت کا پتہ لگتا ہے جو ایک سعادت مند۔ ذی حوصلہ بہن کو اپنے بھائی سے ہونی چاہیے۔ اپنے گھروں میں اس روح کو پیدا کرو۔ سعادت مند بہنیں اس رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کریں۔ اب میں ایک اور شان حضرت ام المومنین کے فہم و فراست اور اعلیٰ زندگی کے نشیب و فراز سے واقفیت کی دکھاتا ہوں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی شادی کی تحریک ہوئی۔ اور یہ تحریک اپنے ہی خاندان میں ڈاکٹر صاحب کی پھوپھی صاحبہ کی لڑکی سے تھی۔

مذہبی اختلافات نے بھی ایک خلیج حائل کر رکھی تھی۔ حضرت میر صاحب قبلہ اور نانی اماں اور حضرت ام المومنین اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی چاہتے تھے کہ یہ رشتہ قبول کر لیا جائے مگر شادی کے معاملہ میں خود لڑکی اور لڑکے کی رضامندی نہایت اہم ہے اور حضرت ڈاکٹر صاحب بعض وجوہ سے آمادہ نہ تھے اور اپنی رضامندی کا اظہار نہ کرتے تھے۔ اسلئے خاندان کے بزرگ باوجود اپنی خواہش کے ان پر جبر بھی نہ کرنا چاہتے تھے۔ البتہ تحریک کر سکتے تھے اور مشورہ دے سکتے تھے۔ بہن بھائی کے تعلقات میں ایک خصوصیت ہوتی ہے اور خصوصاً وہ بہن جس نے عمل سے بھائی کے کردار کو بنایا ہو اور اس کی تعمیر سیرۃ میں ایک قربانی کی ہو۔ ایسے موقعہ پر وہ بہن کب خاموش رہ سکتی تھی۔ اس نے نہایت غمگساری کیساتھ اس رشتہ کے متعلق اپنا اظہار خیال کیا اور بھائی کے خیال کو صحیح رنگ میں تبدیل کرنے کیلئے ایک طریق تفہیم اختیار کیا اور نہایت اخلاص اور محبت سے مشورہ دیا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو انہوں نے ایک خط لکھا اس خط کا عکس میں دوسری جگہ دوں گا (انشاء اللہ العزیز) یہاں اصل خط کا مضمون درج کرتا ہوں

حضرت ام المومنین کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

السلام علیکم رحمت اللہ و برکاتہ

تمہارا خط میں نے پڑھا میرے نزدیک اس موقعہ کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے تم ابھی بچہ ہو تمہیں معلوم نہیں کہ رشتہ ناتا کے وقت کیسی کیسی مشکلیں

پیش آتی ہیں اور ایسا خاندان جو کسی طور سے کوئی عیب نہ رکھتا ہو کسطرح مشکل سے ملتا ہے اور نئی جگہ میں کیسی کیسی خرابیاں نکل آیا کرتی ہیں

اب خدا نے بشیر الدین کو دوسری طرف سے روک کر تمہاری طرف توجہ دی ہے یہ خدا کا کام ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اگر اس وقت انکار کروگے تو یہ خدا کے کام کی بے قدری اور ناشکری ہے۔ بلکہ مجھے ڈر ہے کہ اس ناشکری کی شامت سے مدت تک کوئی دوسرا موقعہ پیش نہ آوے۔ اسلئے میں تمہیں صلاح دیتی ہوں کہ اپنے دل کو سمجھا اور جو حضرت صاحب نے لکھا ہے ضرور اس پر عمل کر لو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ تم ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہو اور وہ باتیں تمہارے لئے بہتر ہوتی ہیں۔ اسی غرض سے میں نے یہ خط لکھا ہے اور مجھے بہت خوشی ہوگی جب میں تمہارا یہ خط پڑھوں گی کہ تو میں نے تمہاری بات مان لی اور اپنی ضد چھوڑ دی اور اس کا جواب مجھے جلدی لکھو کہ سکندرہ جانے کیلئے ہم تیار بیٹھے ہیں والدعا۔“ از قادیان (والدہ محمود احمد)

میں ہر سلیم الفطرت انسان کے ضمیر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مکتوب کو پڑھے اور پھر پڑھے یہ خط حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ سب سے اول یہ کہ

اس بلند پایہ خاتون کے قلب مطہر پر اللہ تعالیٰ کی عظمت غالب ہے

آپ نے بھائی کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ خدا تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوتی ہے۔ اور اس طرح چھوٹے بھائی کی تربیت دینی کے فرض کو ادا کیا ہے۔ کتنی بہنیں ہیں جو ایسے مواقع پر اپنے بھائیوں کی اصلاح کا خیال رکھتی ہیں اور پھر اس پر حکمت طریق پر اصلاح کرتی ہوں۔ آپ نے یہ تو نہیں کیا کہ بھائی کو حکم دیدیا کہ نہیں تم کو یہ رشتہ منظور کرنا ہوگا۔ میرا یقین ہے کہ اگر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو ایسا حکم دیا جاتا تو خواہ معاملہ کی اپنی طبیعت کے خلاف ہوتا مگر وہ اس حکم کی تعمیل

اپنی سعادت مندی قرار دیتے

مگر شادی بیاہ کے معاملہ میں ایک گونہ آزادی رائے ہونی چاہیئے حضرت ام المومنین نے اسے مدنظر رکھا۔ ہاں صحیح مشورہ دیا اور ان کے خیالات میں اصلاح کی سعی کی۔ اور اس کے لئے عقلی دلائل پر حصر نہیں کیا بلکہ ایک ایسی بات کہی جو

ایک دیندار اور صادق الیقین مسلمان پر موثر ہو سکتی ہے

اس کے سامنے قرآن مجید کا یہ حکم پیش کیا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے ایک امر تم کو مکروہ معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسی میں بہتری رکھی ہو۔ قرآن مجید کے اس حکم کو سن کر

ایک نیک اور متقی نوجوان کا سر ادب سے جھک جاتا ہے اور

حضرت میر اسمٰعیل نے بھی اُسے قبول کیا

پھر اس خط میں بھائی کو اپنے مشورہ پر کاربند ہونے کے لئے ایسے رنگ میں اپیل کی ہے کہ بے اختیار ہر سلیم الفطرت انسان اس کی داد دے گا۔ بڑی بہن کی اطاعت اور اس کی بات کو ماننا جو محض اسی کے ہی فائدہ اور نفع کے لئے ہو۔ ہر سعادت مند بھائی کا فرض ہے اس لئے آپ نے اپنے بھائی کی فطرت اور نیک خصلت پر غور کر کے یہ لکھا کہ تم میری بات مان لوگے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ غرض جس جس قدر انسان اس خط پر غور کرتا ہے اور اس آئینہ میں حضرت ام المومنین (نصرت جہاں بیگم) کے اخلاق حمیدہ کو دیکھتا ہے تو اسے آپ کی مطہر زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا ہی کے لئے ہر کام کرنے کی روح نظر آتی ہے۔

حضرت ام المومنین کی تربیت ظاہر ہے کہ ایک نہایت دیندار اور متقی خاندان میں ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت میں انہیں ایسے جلیل القدر انسان کے حبالۂ نکاح میں لانے کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام کہا اور جس کو اپنی

امت کو ہلاکت سے بچانیوالا قرار دیا

پھر ایسے گھر میں آکر وہ تمام جوہر جو تقویٰ و طہارت کریم النفسی اور ہمدردی سی کے تھے اجاگر ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت اور اس کی مخلوق پر شفقت و ہمدردی نمایاں ہوگئی۔ اس لئے ان کی ہر بات اور ہر تحریر میں خدا تعالیٰ پر توکل اور اس کی محبت و عظمت کا غلبہ نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب نے سونے پر سہاگہ

کا کام کیا۔ اور یہ ایک بیّن ثبوت خود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زندگی کا بھی ہے

غرض بالآخر حضرت ام المومنین کے مشورہ کو حضرت ڈاکٹر صاحب نے بانشراح صدر قبول کر لیا۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک۔

یہ خط حضرت ام المومنین نے اپنے قلم سے لکھا تھا اس کا چربہ کسی دوسری جگہ آپ کے خط کے نمونہ کے اظہار کے لئے دیا گیا ہے۔ اور یہ خط ۱۹۰۶ء کا ہے۔ جب کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی پہلی شادی کی تجویز ہو رہی تھی۔ اس خصوص میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی خط لکھا تھا۔ (عرفانی)

بہن کی محبت و شفقت کا نمونہ ابھی میں نے حضرت میر اسمٰعیل صاحب کی زبان سے بیان کیا اور حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ پر جو شفقت تھی وہ تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سیدہ نے اسے

اپنا دودھ پلایا

بھائی اپنی بہن کی عزت و تکریم محض اس وجہ سے نہ کرتے تھے کہ وہ ان کی آپا جان ہے بلکہ ان کی ذاتی خوبیاں ان کے احسانات ان کی ہمدردی و خیر خواہی کی عملی صورتیں ایسی تھیں کہ ہر آن وہ انہیں ادب اور محبت کے مقام میں بڑھتے جاتے تھے۔ حضرت سیدہ کے دامن شفقت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت نے دونوں بھائیوں میں ایک خاص رنگ روحانیت کا پیدا کر دیا تھا۔ میں اسی اثر کے دکھانے کے لئے ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا ایک خط درج کرتا ہوں۔

جو انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر تعزیت کے طور پر

حضرت اُم المومنین اپنی بہن کو لکھا

اس خط سے روحِ رضا بالقضا نمایاں ہے۔

از روجھان
۳۰ مئی ۱۹۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی

مکرمہ مخدومہ جناب ہمشیرہ صاحبہ۔ سلامت باشند!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کی خبر وحشت اثر معلوم ہو کر جو صدمہ ہوا اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ پر ساتھ ہی میرا تو یہ حال ہے کہ میں لکھتا جاتا ہوں اور اعتبار نہیں آتا کہ یہ واقعہ سچ ہے۔ دل کو یقین ہی نہیں آتا۔ یا یہ کہو کہ دل یقین کرنا نہیں چاہتا۔ مگر جو امر ہونا تھا اور خدا تعالیٰ کے ہاں سے مقدر تھا وہ ہوا۔ اس میں کسی انسان اور فرشتے کا دخل نہیں۔ آج تک نہ کوئی انسان موت سے بچا نہ بچے گا۔ تمام پیمبر، انبیاء، اولیاء، بزرگ، پیر، صاحب کرامات خدا کے پیارے غرض بڑے بڑے رتبے والے حتیٰ کہ سب کے سردار، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک نے چند روزہ زندگی بسر کر کے اس جہان سے رحلت کی۔ ہزاروں روئے، لاکھوں نے اپنی جان ان پر تصدق کرنی چاہی۔ نہایت تضرع اور سچے دل سے ہر شخص نے دعا کی کہ یہ پیالہ ٹل جائے مگر نہ ٹل سکا۔ اور آخر سب کو پینا ہی پڑا۔ خدا کے نبی رسول مسلم

کے پیارے دوست ہوتے ہیں وہ ان کو کچھ مدت کیلئے دنیا میں ہدایت کے لئے بھیجتا ہے جب وہ اپنا کام کر چکتے ہیں تو پھر دنیا میں ان کی ضرورت نہیں رہی۔ جبتک وہ یہاں رہتے ہیں لوگ ان کے مخالف اور درپئے آزار رہتے ہیں۔ ہر طرح کے دکھ دیتے اور سب وشتم کرتے ہیں۔ غرض ہر انداز اور ہر طور سے ان کو تکلیف اور ایذا دینے کی کوشش میں لگے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ بھی جب ان کا کام ہو چکتا ہے تو فوراً ہی ان کو اپنے پاس دائمی آرام اور ہمیشہ کی راحت میں بلا لیتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ ضرورت سے زیادہ وہ دنیا میں رہ کر تکلیف اٹھا دیں۔ غرض انبیاء اور اولیاء کی موت ایسی نہیں ہوتی کہ مرتے وقت ان کو کوئی کاوش یا ہم وحزن ہو بلکہ وہ ان کو دنیا سے بشارت اور دائمی برکت اور رحمت کے ساتھ لیجاتی ہے اور وہ لوگ جس طرح ایک بھوکا بچہ دیر کے بعد اپنی ماں کی گود میں ہمک کر جاتا ہے اسی طرح اپنے ربّ سے وصال پاتے ہیں۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کے طرح طرح کے افضال اور الطاف کے مورد بنتے ہیں۔ پس موت کا وارد ہونا اس شخص کے لئے تو موجب فکر و تشویش ہو سکتا ہے جسے اگلے جہاں میں اپنے اعمال کا فکر ہو مگر جو شخص معصوم خدا کی درگاہ میں واپس جاتا ہے۔ نہیں۔ بلکہ اس کا عزیز مہمان اور پیارا دوست بن کر جاتا ہے تو اس کے انتقال پر ہمکو رشک کرنا چاہیئے اور دعا کرنی چاہیئے کہ جس طرح یہ مرنے والا تیرا مقرب اور پسندیدۂ درگاہ تھا۔ اسی طرح تو ہم کو بھی توفیق دے کہ تیرے فضل سے ہم بھی جب مریں تو تیرے نیک اور پیارے بندے ہو کر مریں۔ اور آخرت میں ہم اس کے ساتھ ایسے ہی وابستہ رہیں جس طرح دنیا میں تھے۔

دوسری بات جو ہم کو اس واقعہ پر پیش آئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا صبر اور ہماری استقامت اس ابتلاء کے موقعہ پر آزمانی چاہتا ہے۔ ایک ہمارا سب سے پیارا اس جہان سے رحلت فرما ہوا۔ اگر ایسی حالت اور ناگہانی صدمہ کے وقت انسان شدت غم میں خدا تعالیٰ کی حد و دسے باہر نہ جاوے اور جو کچھ سر پر گزرا اس کو خدا کی طرف سے سمجھ کر اسی سے صبر بھی مانگے اور ہر حال میں جیسا کہ ہم نے بیعت کے وقت منہ سے اقرار لیا تھا۔

اپنے عملوں سے بھی کر دکھاوے کہ خدا کی رضا پر ہر طرح راضی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے دل کو صبر وقرار اور تسکین سے بھر دیتا ہے اور اس کے ایمان میں ترقی دیتا ہے۔ دل پر جو رنج گزرتا ہے وہ فطرتی ہے۔ مگر کثرت ہموم کے وقت کسی ایسی بات کا ہو جانا ممکن ہے جو خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۸ سال کی تھیں جب رسول خدا صلعم نے وفات پائی۔ انھوں نے اور آپ کی اور ازدواج نے جو نمونہ آپ کی وفات کیوقت دکھایا وہ قابل تقلید نمونہ ہے۔ تم بھی اس فرقہ کی عورتوں کے لئے نمونہ ہو۔ احتیاط رکھنی چاہیئے کہ ایسے موقعہ پر جبکہ مردوں کے اچھے چھوٹے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس کی تقلید کر کے آئندہ امت کی عورتیں کوئی بری رسم اختیار کریں۔ تمھارے افعال، تمھارے اقوال تمھاری باتیں آئندہ کے لوگ سند پکڑیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضا میں تمھاری ہر بات ہو اور کوئی نمونہ ایسا نہ چھوڑ جاؤ جس پر قیامت تک کسی کی حرف گیری ہو سکے۔

عورت کے لئے خاوند کا مرنا سب سے بڑھ کر صدمہ اور غم ہے۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔ اگر کوئی مرجاتا اور کوئی ہمیشہ کے لئے زندہ رہ جاتا تو واقعی یہ صدمہ سخت صدمہ تھا۔ مگر جب سب ایک راہ چل رہے ہیں اور آگے پیچھے سب کو مرنا ہے تو اگر یہی سمجھ لیا جائے کہ مرنے والا سفر پر گیا ہے یا چند دن کے لئے غائب ہے اور پھر ہم اس کو ضرور ملیں گے اور یہ ملاقات ایسی ہوگی کہ پھر اس میں جدائی نہ ہوگی تو کیا یہ خوش آئند خیال نہیں ہے؟ ہاں اور لوگوں کو تو ڈر ہو سکتا ہے کہ بیوی شاید وہاں اپنے میاں سے یا میاں اپنی بیوی سے وہاں نہ مل سکے کیونکہ ہر ایک کو اپنے اعمال کے سبب اجر دیا جاوے گا۔ اور انجام کی کس کو خبر ہے۔ مگر یہاں تو یہ بات نہیں ہے ایمان لانے والی بی بی جو خدا تعالیٰ کی بشارت اور خوشخبری سے دنیا میں اس کے ساتھ رہی ہو وہ اگلے جہاں میں بھی اپنے میاں کے ساتھ ہوگی اور ضرور ہوگی۔

جماعت احمدیہ کے لئے یہ ایک سخت ابتلا ہے۔ پہلے وہ ایک بے فکر کی طرح تھے اور نام کے مددگار تھے۔ اب ان کو معلوم ہوگا کہ کتنا بڑا کام وہ شخص اکیلا کرتا رہا۔

میرا ایمان ہے کہ اگر یہ فرقہ سچ ہے اور یقیناً سچ پر ہے تو خدا اس کو ہر طرح کی ہلاکت سے بچالے گا اور ہر دشمن کی دشمنی سے محفوظ رکھے گا۔ اور اسے دنیا کے اطراف میں پھیلا دے گا۔ وہ شخص تو اپنا کام پورا کر گیا۔ بلکہ وصیت بھی ایک چھوڑ دو دفعہ چھپوا دی تھی اور لوگوں پر تبلیغ پوری ہو چکی تھی۔ اور یہ ایک دن آنے والا باقی تھا۔ سو آگیا مگر وہ دن بھی خدا کا نشان ہو کر آیا۔ اور دو پیشن گوئیوں کو پورا کر گیا۔ یعنی ایک تو الہام انتقال کے متعلق الرحیل ثم الرحیل والا۔ اور مباش ایمن از بازیٔ روزگار" اور دوسرے وہ پرانا اور بار بار ہونے والا الہام داغ ہجرت یعنی ہجرت اور وطن کی جدائیگی میں رحلت ہو گی۔ غرض خدا کے بندے مرتے مرتے بھی اپنا خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت دی جاتے ہیں۔ اور ان کی ذات تو ایسی تھی کہ ان کا مرنا جینا سب خدا کی مرضی اور اس کی فرمانبرداری میں تھا۔ مگر ہم کو بھی جو پس ماندگان رہ گئے ہیں ایسا ہی نمونہ دکھانا چاہیئے جس میں خدا تعالیٰ کی مرضی پر سر رکھ دیںاور راضی بالقضا ہونے کے خود ہمارے دل گواہی دے دیں۔ آپ مجھ سے بڑی ہیں اور سب باتوں میں مجھ سے زیادہ واقف ہیں اور مجھے ایسا لکھنے کی ضرورت کچھ نہیں مگر میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس ناگہانی حادثہ کا آپ کے دل پر کیا صدمہ ہوا ہو گا۔ دنیا کی زندگی ایک تو خود چند روزہ ہے مگر ان چند روزہ میں بھی اس سرائے کی مسافر اس طرح تعلق پذیر ہو جاتے ہیں کہ جدائی کا دن ایک بڑا سخت دن ہوتا ہے اور جو اس سختی کو اللہ کی مرضی کے مطابق سمجھ لیتا ہے وہ آئندہ اس سے بڑھ کر خوشی دیکھے گا۔ مجھے خود بیحد رنج ہے کہ میں ایسی دور ایسے ایسے وقت پر پڑا ہوا ہوں۔ علاوہ ازیں یہ کہ دریا کی طغیانی کے سبب راستے بہت مشکل اور قریباً مسدود ہیں۔ آپ کی بھاوج بھی آنے کو تیار بیٹھی ہیں۔ عرضی رخصت کی گئی ہوئی ہے۔ اگر منظور ہوئی تو حاضر خدمت ہوں گا۔ ایک وہی ذات سب کا آسرا ہے۔ اسی سے ہر وقت دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہر مصیبت پر ثابت قدم رکھے اور اعلیٰ درجہ کا نیک نمونہ آئندہ نسلوں کے لئے بنائے۔ اور ہماری زندگی اور موت اسی ایمان پر ہو اور جس کی جدائی

میں آج یہ دل کو تپش سی لگی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ اور اس کے قدموں میں ہمارا حشر ہو۔ اور ہمیشہ اس کے اصحاب اور متعلقین میں داخل رہیں۔ خدا کے ہزار ہزار درود اور سلام تجھ پر ہوں اے غلام احمد کی روح اور بڑی بڑی برکتیں اور مراتب اور درجات اللہ تعالیٰ تجھے دیوے بدلے اس رحمت اور شفقت کے جو تو نے امت محمدی سے کی اور جو تعلیم تو نے ہم کو دی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

محمد اسمٰعیل

(از روحِ جہاں)

مجھ کو اس مکتوب پر کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں اس کا ایک لفظ اور جملہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور توکّل کا اظہار کرتا ہے۔ ہاں میں اس دعا پر آمین کہتا ہوں جو حضرت میر صاحب نے کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس رنگِ ایمان سے حصہ دے۔ یہی وہ صبغۃ اللہ ہے جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ ہے۔

سیرۃ ام المومنین کا خلاصہ

حضرت میر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب میں یہ ایک کمال ہے کہ وہ ایک دریا کو کوزہ میں بند کر دیتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ کے متعلق بھی انھوں نے ایک اجمالی نقشہ پیش کیا حضرت ام المومنین کے متعلق انھوں نے لکھا ہے کہ

(۱) بہت صدقہ خیرات کرنے والی (۲) ہر چندہ میں شریک ہونے والی (۳) اول وقت اور پوری توجہ اور انہماک سے پنجوقتہ نماز ادا کرنے والی (۴) صحت اور قوت کے زمانہ میں تہجد کا التزام رکھتی تھیں (۵) خدا کے خوف سے معمور (۶) صفائی پسند (۷) شاعر با مذاق (۸) مخصوص زمانہ جہالت کی باتوں سے دور (۹) گھر کی عمدہ منتظم (۱۰) اولاد پر

ازحد شفیق (۱۱) خاوند کی فرمانبردار (۱۲) کینہ نہ رکھنے والی (۱۳) عورتوں کا مشہور وصف ان کی تریاہٹ ہے گر میں نے حضرت ممدوحہ کو اس عیب سے ہمیشہ پاک اور بری دیکھا۔

حضرت ام المومنین بھی لیلۃ القدر ہیں

رمضان ۱۹۳۶ء کا ذکر ہے کہ قادیان میں لوگ حسب معمول لیلۃ القدر کی تلاش میں تھے کہ ایک روز کرمی اخویم بابو فضل احمد صاحب بٹالوی مہاجر نے مجھے اپنی رؤیا سنائی کہ مجھے تو آج معلوم ہوا ہے کہ حضرت ام المومنین لیلۃ القدر ہیں۔ میں پہلے تو اس فقرہ کو سنکر کچھ حیران سا ہوا مگر مجھ پر بھی واضح ہو گیا کہ حقیقتاً انسان ہی لیلۃ القدر ہوتے ہیں، نہ کہ زمانہ۔ زمانہ بعض مبارک وجودوں سے منور اور مبارک ہو کر لیلۃ القدر کہلانے لگتا ہے۔ گر یہ خاصیت اس زمانہ کی نہیں ہے بلکہ اس مبارک وجود کے فیضان کی ہے جو اسے بابرکت کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود اور اسی طرح دیگر سب انبیاء علیہم السلام کے زمانے ان کی برکات کی وجہ سے لیلۃ القدر کہلاتے ہیں۔ اور جب تک ایسے وجود دنیا میں رہتے ہیں۔ برکات کی ایک فضا عالم پر چھائی رہتی ہے۔ پس اگرچہ لیلۃ القدر کہنے کو ایک زمانہ یا ایک رات ہوتی ہے مگر اس کی پشت پر کسی زندہ وجود کے برکات ہوتے ہیں جو اسے بابرکت بنائے رکھتے ہیں۔

ان معنوں میں کیا شک ہے کہ حضرت علیا کا وجود بھی ایک بہت بڑی لیلۃ القدر ہے۔ یہ چند فقرے آپ کی کتاب "سیرۃ حضرت ام المومنین" میں جو چھپ رہی ہے درج کرنے کے لئے ارسال خدمت ہیں۔ والسلام

محمد اسمٰعیل

(الصفہ قادیان)

۵۔۳۔ ۳۶

(۲) حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے تاثرات

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب قبلہ میری کسی معرفی کے محتاج نہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں جماعت میں ایک خاص شرف عطا فرمایا ہے وہ اپنے اخلاص فی الدین اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ للہ و فی اللہ محبت و اخلاص رکھتے ہیں۔ اور سلسلہ کے لئے ان کی خدمات کا دامن بہت وسیع ہے عزیز محترم محمود احمد عرفانی مرحوم و مغفور کی تحریک پر انھوں نے اپنے تاثرات باوجود معذوری کے لکھ کر بھیجے تھے اس میں سے بعض حصص مرحوم نے سیرۃ میں درج کر دیئے تھے جو تبرکات باقی ہیں انھیں خاکسار عرفانی کبیر بادل اندوہگیں درج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب سابقون الاولون میں سے ہیں حضرت ام المومنین کی شفقت مادری کے بہت قریب سے حصہ لینے کا موقعہ اور سعادت نصیب ہوئی اور انھوں نے آپ کے اخلاق فاضلہ کے متعلق اپنے تاثرات کو بیان کرتے ہوئے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ممدوحہ کو حیات طیبہ بخش کر بعد میں آنے والے خدام کو بھی اس سے حصہ بخشا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

(عرفانی کبیر)

عذر و عزم

اب نظر کی کمزوری اور طبیعت کی ضعیفی کے سبب پڑھنے اور لکھنے کے کام میں مجھے بہت دقت ہوتی ہے۔ خطوں کے جواب بھی کسی اور سے لکھواتا ہوں۔ لیکن عزیز شیخ محمود عمر فانی سلمہ اللہ تعالیٰ کے بار بار اصرار پر ان کی نہایت مفید اور بابرکت تازہ تصنیف کے لئے چند سطریں ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

مہمان نوازی

ڈسمبر ۱۸۹۰ء تھا یا جنوری ۱۸۹۱ء جب میں پہلی دفعہ قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے مشرف ہوا۔ اس وقت میری عمر انیس ۱۹ سال کے قریب تھی۔ ان دنوں ہم صرف دو مہمان تھے ایک یہ عاجز اور دوسرے سید فضل شاہ صاحب مرحوم اور ہمارا کھانا حضرت ام المومنین کے انتظام کے ماتحت اندر سے پک کر آتا تھا۔ اس کے بعد عاجز ان گنت دفعہ مکرمہ کی مہمان نوازیوں اور مہربانیوں سے فیض یاب ہوتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بیوی صاحبہ بہت ہی مخیّر ہیں۔

غربا پروری

ان کے ذریعہ سے بہت سے غریبوں کی پرورش ہوتی ہے۔ کئی یتیموں اور بے کسوں کو انھوں نے پالا۔ تربیت کی تعلیم دلائی اور ان کی شادیوں کے بھی خرچ برداشت کئے۔

قدرت الٰہی کی بات ہے کہ پیدائش سے ہی ان کا نام نصرت جہان بیگم رکھا گیا۔ اور ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آنا اللہ تعالیٰ کی ان نصرتوں اور فتوحات کے واسطے ایک فالِ نیک تھا جو بعد میں حضور کے شاملِ حال ہوئیں۔ یہ خداوند کریم کا آپ پر ایک فضلِ عظیم تھا جس کو آپ کی زبانی اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے ؎

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لیئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا

خلافت کیلئے آپ کا نام

ہیں یورپ، امریکہ کے سفر میں تھا جب کہ ہمیں وہاں اخبارو کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز" ایسے سخت بیمار ہو گئے کہ حضور نے مناسب سمجھا کہ اپنی ایک وصیت لکھیں اور اس وصیت میں حضور نے ایک بورڈ بھی بنایا جو آپ کے بعد خلیفہ کا انتخاب کرے۔ مجھے اس خبر سے طبعاً بہت صدمہ ہوا۔ اور میں نے بہت دعا کی۔ میرے دل کو تشفی ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت کاملہ دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فالحمد اللہ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ اگر خدانخواستہ اسوقت انتخاب خلیفہ کی ضرورت پیش آئے تو اگر احادیث میں ایسے اشارات نہ پائے جاتے کہ خلیفہ مردوں میں سے منتخب کیا جائے۔ تو میں حضرت ام المومنین کا نام پیش کرتا۔ میرے اس خیال کے محرک میرے وہ معلومات ہیں جو مجھے مکرمہ کے تقویٰ، نیکی، زہد، انتظامی قوت اور حکومت کی طاقت کے متعلق حاصل ہیں۔ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا موقعہ عطاء کیا کہ انھوں نے ایک شان دار نبی کے حالات کو سفر و حضر میں شب و روز ایک

شان

لمبے عرصہ تک دیکھا۔ خدا تعالیٰ کی تازہ وحیوں کو سنا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے زبردست نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل کو بروقت سنا اور جانچا اور مانا۔ ہزاروں پیش گوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا اور اسی طرح آپ کا ایمان ہمیشہ ترقی کرتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وعدہ کی اولاد آپ کے بطن سے عطا فرمائی۔ اپنی بعض اولاد کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا صبر عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنے کا بہت ہی پر اثر نیک نمونہ آپ نے قائم کیا۔

تربیت اولاد

اولاد کی تربیت و تعلیم کا کام حضرت ام المومنین نے ایسی عمدگی سے سرانجام دیا کہ آج وہ سب آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اور دنیا کو روشن کر رہے ہیں۔ اللہ کریم ان کی عمر اور صحت میں مزید برکت دے۔ آمین

(۳) حضرت مولوی شیر علی صاحب قبلہ کے تاثرات

حضرت مولوی شیر علی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ سیرت بزرگ ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آپ کو فرشتہ لکھا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کشوف میں بھی ایک فرشتہ شیر علی نام دکھایا گیا۔ حقیقت میں حضرت مولوی صاحب تقویٰ و طہارت اور خدمت سلسلہ کے لئے فدایانہ رنگ رکھنے میں اپنی آپ نظیر ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جب دینی ضروریات کے لئے قادیان سے باہر تشریف لیجاتے ہیں تو آپ ہی کو امیر جماعت مقرر فرماتے ہیں۔ آج کل آپ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے کام میں مصروف ہیں۔ انھوں نے عزیز مکرم مرحوم محمود احمد عرفانی کی درخواست پر کچھ روایات لکھ کر روانہ کی تھیں۔ ان میں سے بعض درج ہو گئی ہیں باقی ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(عرفانی کبیر)

حضرت ام المومنین کی روحانیت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد مرتبہ اس کا ذکر فرمایا کہ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جب رویا یا وحی کے ذریعہ سے

کسی امر کا مجھ پر انکشاف ہوا تو بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ہمارے گھر والوں کو بھی اس امر کے متعلق کوئی خواب یا رویا دکھایا جاتا ہے۔ یہ امر آپ کی روحانی صفائی کا بیّن ثبوت ہے کہ جس امر کا انکشاف اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرماتا ہے اسی کا انعکاس آپ کے قلب مطہر پر بھی ڈالا جاتا ہے۔

حضرت ام المومنین کا صبر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک صحبت کا ہی یہ حیرت انگیز اثر ہے کہ آپ نے سخت سے سخت غم کی گھڑیوں میں صبر کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے اور کبھی جزع فزع سے کام نہیں لیا۔

چنانچہ جب آپ کا پیارا بیٹا مبارک احمد فوت ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کی والدہ نے اس موقعہ پر سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کے اور کسی قسم کی بیقراری اور گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔

اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی روایت ہے کہ اس وقت جو کلمات حضرت ام المومنین کی زبان پر جاری ہوئے وہ یہ تھے آپ نے اس وقت اپنے خدا کو مخاطب کر کے کہا کہ :-

---

اے خدا یہ تو ہمیں چھوڑ چلے ہیں پر تو ہمیں نہ چھوڑیو

اس وقت یہ صرف آپ کے صبر کا ہی مظاہرہ نہ تھا بلکہ آپ کے ایمان اور توکل علی اللہ کا بھی موثر نمونہ تھا اور یہ آپ کی معرفت الٰہیہ پاکیزہ فطرتی کا اثر تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں خدا تعالیٰ کے چمکتے ہوئے نشانات دیکھ کر ترقی کرتی گئی۔ اس لئے آپ نے عام عورتوں کی طرح یہ نہیں کہا کہ

یہ تو گزر گئے ہیں اب ہم کیا کریں گے

اور ہمارا کیا حال ہوگا بلکہ اس وقت نہایت ہی موثر اور رقت انگیز الفاظ میں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا۔

یہ اسی قسم کے ایمان کا مظاہرہ تھا جو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی پر دکھایا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو ایک بیابان میں جہاں نہ پانی تھا نہ کھانا چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہم کو یہاں چھوڑ کر چلے ہو اور جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت ہاجرہ نے کہا اِذًا لَّا یُضَیِّعَنَا اللّٰہُ ہم کو ضایع نہ کرے گا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ وہ بیابان مکہ میں چھوڑی ہوئی ماں اور اس کا بیٹا ایک بے شمار نسل کے بانی ہوئے۔ یہاں تک انھیں کے نسل سے رحمۃ اللعالمین پیدا ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

آپکے دلی جذبات کا نقشہ

آپ کے دلی جذبات کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک نظم[۱] میں کھینچا ہے۔ اور یہ حضرت ام المومنین کے دل کی ترجمانی ہے۔

خدا تعالیٰ کا شکر اور دعا بزبان حضرت ام المومنین

ہے عجب میرے خدا میرے یہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے میرے سلطاں تیرا

ایک ذرہ بھی نہیں تو نے کیا مجھ سے فرق
مرے اس جسم کا ہر ذرہ ہو قرباں تیرا

میرے بانگ ہیں الٰہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا

تو نے اس عاجزہ کو چار دیے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے اور یہ فضل نمایاں تیرا

---

[۱] بعض کا خیال ہے کہ یہ نظم خود حضرت ام المومنین کی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترجمانی فرمائی۔ اور خاکسار کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس نے سب سے اول بذریعہ الحکم اس کو نمایاں کیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک (عرفانی کبیر)

پہلا فرزند ہے محمود مبارک چوتھا
تو نے ان چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
تخت پر شاہی کے ہے مجھ کو بٹھایا تو نے
کس زباں سے کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
مجھ پہ وہ لطف کئے تو نے جو برتر زخیال
چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے
کس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تھی کس کی خبر
پر مرے پیارے یہی کام ترے ہوتے ہیں
فضل سے اپنے بچا ہم کو ہر اک آفت سے
کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
جس نے دل تجھ کو دیا ہو گیا سب کچھ اس کا
اس جہاں میں ہی وہ جنت میں ہے بے ریب و گماں
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دکھا
اس جہاں کے نہ رہیں کیڑے یہ کر فضل ان پر
غیر ممکن ہے کہ بن تیرے پاؤں یہ مراد
بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
صبر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیارے

دونوں کے بیچ بشیر اور شریفاں تیرا
تو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرماں تیرا
مجھ پہ بیحد ہے کرم اے مرے جاناں تیرا
دین و دنیا میں ہوا مجھ پہ یہ احساں تیرا
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا
ذات برتر ہے تری پاک ہے دیواں تیرا
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا
کون کہتا تھا کہ یہ بخت ہے رخشاں تیرا
ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا
صدق سے ہم نے لیا ہاتھ میں داماں تیرا
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا
سب ثنا کرتے ہیں جب ہووے ثنا خواں تیرا
وہ جو اک بچہ تو کل سے ہے مہماں تیرا
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
بخش دے میرے گناہ اور جو عصیاں تیرا
ہر کوئی ان میں سے کہلائے مسلماں تیرا
بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا
حکم چلتا ہے، ہر اک ذرہ پہ ہر آں تیرا
تو ہے غفار یہی کہتا ہے قرآں تیرا
دکھ سے اب مجھ کو بچا نام ہے رحمٰں تیرا

ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم   حکم برتر ہے۔ زمیں تیری ہے دوراں تیرا

غرض حضرت ام المومنین کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔ کیونکہ یہ ساری برکت اور یہ تقویٰ یہ طہارت اور یہ ایمان اور روحانیت آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک صحبت کے طفیل میسر ہوئی آپ کا وجود دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور عافیت کے ساتھ دیر تک سلامت رکھے اور آپ کا مبارک سایہ ایک لمبے عرصہ تک خاندان اور تمام جماعت کے سر پر قائم رہے آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار شیر علی عفی عنہ
۱۷ احسان ۱۳۳۱ ہش

(۴) نواب محمد عبداللہ خاں صاحب کے تاثرات

نواب محمد عبداللہ خاں سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت نواب محمد علیخاں صاحب شیروانی کے صاحبزادہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صہری تعلقات کیوجہ سے آپ کے اہل بیت میں داخل ہیں۔ حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ آپ کے حبالہ نکاح میں آئیں۔ نواب صاحب ممدوح کے تاثرات عزیز مکرم محمود احمد عرفانی نے الحکم ۷/۱۴ مئی ۱۹۳۳ء میں ان کے ایک جلسہ نصرت آباد اسٹیٹ کی روئداد کے

ذیل میں شائع کئے تھے۔ میں ان کو معہ اس نوٹ کے جو انھوں نے لکھا تھا۔ یہاں درج کرتا ہوں۔ (عرفانی کبیرؔ)

ہمارے سب کام خدا ہی کے لئے ہیں

نصرت آباد اسٹیٹ سندھ کی ان جدید اسٹیٹس میں سے ایک ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فرزندوں کو خود عطا فرمائی ہیں۔ یہ اسٹیٹ جناب مخدوم محترم خان محمد عبداللہ خاں صاحب کی ہے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے۔ خاں صاحب موصوف بہت سے مالی خسارے میں گھر گئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ مشکلات کے بادل دھوئیں کے بادلوں کی طرح سے اڑا دیئے۔ اور اس سال اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل ورحم فرمایا کہ خاں صاحب موصوف کی پوزیشن اس قدر مضبوط ہوگئی ہے کہ انھوں نے اپنے کارکنوں کو ساٹھ ستّر سو روپے کے انعامات عطا فرمائے ہیں۔

خان محمد عبداللہ خاں صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور اس طرح وہ اس مبارک خاندان میں شامل ہو گئے ہیں جو خاندانِ نبوت کے مبارک نام سے قیامت تک معزز اور مشرف رہے گا۔

خان محمد عبداللہ خاں صاحب کے حالات بہت کم پریس میں آئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک گوشہ نشین بزرگ ہیں۔ اور ہر قسم کے نام ونمود سے دور بھاگتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اس میں ان کا اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تحریکِ جدید کے چندوں میں وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کی عمارت کے فنڈ میں معقول رقم دی۔ ماہواری چندوں میں پوری باقاعدگی۔ سلسلہ کی تمام تحریکوں میں شوق سے حصہ لینا ان کا معمول ہے۔ انھوں نے اپنے دونوں لختِ جگر خدمتِ دین کے لیئے وقف کر رکھے ہیں۔

اور یہ واقعہ ہے کہ وہ بچے بھی اپنے دل میں خدمتِ دین کا بے پناہ جذبہ محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ سال کے موسمِ گرما کی بات ہے کہ صاحبزادہ عباس احمد خاں سلمہ اللہ تعالیٰ علاقہ سری گوبندپور میں تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان کا ہیڈکوارٹر ماڑی بچیاں نامی گاؤں میں تھا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ امیر ابن امیر نونہال جو ناز و نعمت کے گہوارے میں پرورش پائے ہوئے تھا۔ دھوپ کی بھی پروانہ کرتا ہوا گاؤں گاؤں شوقِ تبلیغ میں پھرتا رہتا تھا۔ اور کبھی اگر کھانا نہ ملا تو صرف چنے چبا کر گزارا کر لیا کرتا تھا۔ یہ بات ایک ایسے گھرانے کے نونہال میں جو ہمیشہ منعمانہ زندگی بسر کرنے کا عادی ہو۔ نہیں پیدا ہو سکتی۔ جب تک وہ خاندان اور خصوصاً والدین ایک پاکیزہ زندگی گزارنے کے عادی نہ ہوں۔ میاں عباس احمد کا یہ جذبہ اور یہ شوق خان محمد عبداللہ خاں صاحب اور صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ کی اپنی ذاتی پاکیزگی اور دینداری کا نتیجہ ہے۔

خان محمد عبداللہ خاں صاحب نے اس جلسہ میں ایک تقریر کی جو اس قابل ہے کہ ہر ایک مخلص احمدی اسے پڑھے۔ تا وہ جان سکے کہ وہ کونسا جذبہ اور وہ کونسی روح ہے جو ایک احمدی رئیس کے دل میں کام کر رہی ہے۔ اور اس سے اس انقلاب کا بآسانی پتہ لگ سکے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بعد روحوں میں ہوا ہے۔

(محمود احمد عرفانی)

تقریر دلپذیر جو خان محمد عبداللہ خاں صاحب نے فرمائی

آپ نے فرمایا کہ اس جلسہ کا اجلاس آج اس لئے کیا جا رہا ہے کہ چونکہ نصرت آباد اسٹیٹ میں فصل نہایت شاندار ہوا ہے۔ اس لئے پہلے ربّ العزت والعرش کا شکریہ ادا کیا جائے۔ پھر ان کارکنوں کی خدمات کا اعتراف کیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے میری امداد کے لئے مجھے دیا ہے جب میں اپنی اسٹیٹ کے رقبہ کو دیکھتا ہوں تو ایک رشک کی نظر دوسری اسٹیٹوں کی طرف اٹھ جاتی ہے

لیکن جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو دیکھتا ہوں جو اس رقبہ کی پیداوار کی شکل میں ہم کو مل رہا ہے تو میرا دل اطمینان اور شکریہ سے لبریز ہو جاتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ اس رقبہ میں محنت اور کوشش سے کام کر سکیں اور بہترین ثمرات حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی دیئے جو کہ اس فارم میں اس جذبہ اور محبت کے ساتھ کام کرتے ہیں گویا کہ یہ ان کا اپنا ذاتی رقبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو محبت اور خلوص سے بھر دیا ہے۔ میری موجودگی اور عدم موجودگی ان کے لئے برابر ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اس کے لئے جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں کم ہے۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

جب میں نے ۱۹۳۳ء کے شروع میں نواب شاہ میں رقبہ حاصل کیا۔ اور سندھ کے حالات پر نظر دوڑائی۔ تو کیا بلحاظ قابلیت اور کیا بلحاظ بدنی استعداد میں نے اپنے آپ کو زمیندارہ کام کے بالکل نااہل پایا لیکن میں ضرورتمند تھا۔ میں نے یہ کام ضرور کرنا تھا۔ اس لئے میں نے اپنی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جبیں اس رحیم و کریم ہستی کے آستانہ پر رکھ دی۔ جو ہر ایک بے کس بے بس انسان کا سہارا اور آسرا ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے اللہ مجھے دماغ دے کہ میں اس کام کے کرنے کی عقل و سمجھ نہیں رکھتا۔ اے میرے مولیٰ مجھے بازو دو جو کہ اس کام کے کرنے میں میری امداد کر سکیں۔ اے قادر و توانا مجھے پاؤں دو جو کہ میرے لئے چلیں کیونکہ میں کمزور ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو سنا اور قبول فرمایا۔ آج ۱۹۴۳ء ہے۔ دس سال گزر چکے ہیں۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ میری ذات نے اس کام کی سرانجام دہی میں کیا کام کیا ہے۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل سے میرے رقبے کے نتائج دوسرے اچھے رقبوں سے اچھے نہیں بلکہ بہتر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے عجیب و عجیب رنگ میں میری مشکلات کو دور کیا۔ مجھے ہر رنگ میں نوازا۔ میری اسقدر پردہ پوشی فرمائی جس کا اندازہ سوائے میری ذات کے کوئی نہیں لگا سکتا۔ میرے پیارے رب کے رحم و کرم کا اندازہ آپ لوگوں کو اسی وقت ہو سکتا ہے کہ میرے اندرونی حالات کا آپ کو

Malik Ram Collection

علم ہو۔ اور ان مشکلات کا آپ کو علم ہو۔ جن میں سے میں ایک وقت گزرا تھا۔ لیکن جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ستاری کی چادر میں ڈھانپا ہوا ہے۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ اپنی پردہ دری خود کروں۔ آپ صرف ان نوازشات کو دیکھ کر میرے ساتھ شکریہ میں شامل ہوں جن کو میرا رب مجھ پر پیہم برسا رہا ہے۔ جب میں نے نواب شاہ سے یہاں آنے کے لئے استخارہ کیا کہ کیا میں اس رقبہ کو حاصل کروں یا نہ تو اس دعا اور استخارہ کے نتیجہ میں میں نے ایک لرزا دینے والی آواز سنی۔ جو کہ میرے اپنے وجود میں پیدا ہو رہی تھی کہ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ اس رقبہ کو لینے کے بعد کس قدر مایوس کن حالات پیش آئے۔ وہ لوگ جو اسوقت میرے ساتھ تھے وہ جانتے ہیں کہ کس قدر مشکلات کا سامنا تھا۔ بسا اوقات میں خود یہ محسوس کرتا تھا کہ میں سندھ میں نہ رہ سکوں گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ مجھے عزت دے گا اور اپنی قدرت نمائی دکھائے گا۔ میری ہر ایک دقت اور مصیبت میرے لئے ایک سیڑھی تھی جو کہ مجھے رفعت اور بلندی کی طرف لے جاتی رہی۔ اس زمانہ میں میرے پیارے مولیٰ نے اپنی رحمت اور شفقت کا سلوک نہیں چھوڑا۔ بار بار مجھے اور میری بیوی کو بشارت دے کر میری ڈھارس بندھاتا رہا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں ہماری اسٹیٹ گورنمنٹ کی ساٹھ ہزار روپے کی مقروض تھی۔ مزید برآں میں کاٹن کی تجارت کر بیٹھا۔ مجھے اس میں ساٹھ ہزار روپے کا مزید نقصان ہو گیا۔ حالات نہایت مایوس کن تھے۔ میری بیوی نے اس وقت خواب میں دیکھا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ نقصان میرے حق میں بہتر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی کرشمہ نمائی دیکھو۔ چھ ماہ کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے میری لیس کی توسیع مزید پانچ سال کے لئے کرا دی۔ اور اس کے علاوہ دہلی میں مجھے سپلائی کا کام مل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل سے وہ تمام کا تمام بار ایک سال کے اندر دور ہو گیا۔ الحمد للہ لیس کی توسیع اس سال سے شروع ہوئی ہے۔ اس سے جو فائدہ ہو گا وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے علاوہ سپلائی میں جو کام ہو رہا ہے وہ میرے لئے مزید بہتر ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی ذرہ نوازی سے کیسا اس خواب کو پورا کیا۔ پھر انہی دنوں میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یہ مصیبت اور مشکلات

تیری کسی ناراضگی کا موجب تو نہیں۔ اگر میری کوتاہی کی وجہ سے ہے تو مجھے آگاہ کر تا میں اپنی اصلاح کروں۔

میرے پیارے مولیٰ نے ایک رات میری زبان پر یہ الفاظ جاری کئے۔ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کہ اللہ تعالیٰ نے عروج و زوال انسان کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔ اور نہ تجھ کو اس نے چھوڑا ہے۔ تیری آخرت تیری پہلی سے بہتر ہوگی۔ عنقریب تیرا رب تجھے اس قدر دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ یہ الفاظ میں نے اس وقت سنے جب کہ یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لئے تنگ تھی۔ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ لیکن میں ان مشکلات اور مصائب میں ایک پہاڑ کی طرح کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم کا امیدوار تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ آج اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے صرف مجھے دنیا ہی نہیں دی۔ بلکہ اپنے بیشمار رحم اور کرم نوازکر حقیقی معنوں میں مجھے عبداللہ بنا دیا۔ آج میرا دل شکریہ اور اس کی محبت سے لبریز ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کی خاطر قربان ہو جائے اور میں اسی کا ہو کر رہ جاؤں۔ میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دے۔

در اصل عملی طور سے ہے بھی یہی۔ میں اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیٹیوں کا خادم سمجھتا ہوں۔ میری ساری کوشش اور محنت صرف اسی لئے ہے کہ اس پاک وجود کے جگر پارے آرام پا ئیں۔ جن میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو میرے والد اور ایک کو میرے سپرد کیا ہے۔ میرے دونوں بچے اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ میں یہاں اسلئے کام کر رہا ہوں وہ خدا اور رسول کے چمن کے مالی بنے رہیں۔ وہ اپنے روزگار کی فکر سے آزاد ہیں۔ وہ صرف اللہ کے بندے بنے رہیں۔ ان کو کسی غیر کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ جب کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کا کارساز ہوگا۔ مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا رسول

فرماتا ہے۔ تم میں سے وہ بہتر ہے کہ جو اپنی اولاد کو آسودگی اور خوشحالی کی حالت میں چھوڑ جاتا ہے۔ بہ نسبت اس کے جو تنگی اور فلاکت کی حالت میں ان کو چھوڑے۔ یہ سب میری کوششیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کیلئے ہیں۔ پس وہ کارکن یا معاونین جنھوں نے اس کام میں میری مدد کی ہے۔ اگر وہ بھی اس کام کو اسی جذبہ اور اسی نیت کے ساتھ کریں گے جس کا میں نے اظہار کیا ہے تو یقیناً وہ نہ صرف مالی منفعت ہی حاصل کریں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کے وہ مورد ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں اپنے اکثر کارکنوں کو اسی جذبہ کے ماتحت کام کرتے ہوئے پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اخلاص اور محبت میں برکت دے۔ اور اپنی نوازشوں اور رحمتوں سے ان کے گھر دل کو بھر دے۔ جہاں وہ اس دنیا میں ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے ساتھ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں جگہ دے۔ آمین

اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ اسی رحمت اور برکت کو میں نے کبھی اپنی ذات کی طرف منسوب نہیں کیا۔ میرے پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ حضرت ام المومنین علیہا السلام کی دعاؤں کا طفیل ہے۔

حضرت ام المومنین علیہا السلام کی دعائیں

اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں میرے لئے پیار و محبت پیدا کر دیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ وہ خود بھی دعائیں فرماتی تھیں۔ بلکہ ہر ایک کو کہتی تھیں کہ عبداللہ خاں کیلئے دعائیں کرو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد میری گردن جذبات شکر اور محبت سے ان کے حضور جھکی ہوئی ہے۔ میری والدہ جبکہ میں چار پانچ سال کا تھا۔ فوت ہو گئی تھیں۔ میں ماں کی محبت سے بے خبر تھا۔ لیکن میرے رؤوف مولیٰ نے حضرت اماں جان کے وجود میں مجھے بہترین ماں اور بہترین سانس دی۔ میں نے آج تک اس رقبہ کو حضرت اماں جان کا عطیہ تصور کیا۔ بلکہ اس جہیز کا جز خیال کیا جو انھوں نے اپنی لڑکی کو دیا۔ میں نے اسی جذبہ شکر اور محبت کی وجہ سے اس رقبہ کا نام نصرت آباد آپ کی اجازت سے

آپ کے نام مبارک پر رکھا ہے۔ اس لئے یہ حضرت اماں جان کا عطیہ ہے۔ ان کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اب آپ لوگ خود ہی سمجھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر سے آئی ہوئی چیز کس قدر بابرکت ہو سکتی ہے۔ جب کبھی بھی کوئی وقت پیش آئی۔ میں حضرت اماں جان کے حضور دعا کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ وہ نہایت تڑپ سے میرے لئے دعائیں فرماتی ہیں۔ اسلئے یہ سب خیر و برکت یہ دیانت و امانت کے پتلے یہ کوشش اور محنت کے مجسمے حضرت اماں جان کی دعاؤں کا ثمرہ ہیں۔ پس اگر میں یا کوئی اور اس خیر و برکت کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے۔ اس کو آج نہیں تو کل ضرور شرمندگی اور ندامت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ پس نہایت فروتنی سے کام کرتے چلے جاؤ۔ اپنی کوششوں کے ساتھ بہت رو رو کر دعائیں کرو کہ جو نیک نام اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو دیا ہے۔ ہم اس کو اپنی کسی کمزوری سے ضائع نہ کریں۔ ہمارے افعال ارحم الراحمین کے فضلوں کو ہمیشہ جذب کرنے والے بنے رہیں۔ اور ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس حفیظ و عزیز و رفیق کی گود میں آجائیں جو اپنے بندوں کی رفاقت کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بد اعمالی سے خود اس کو چھوڑ دیں۔

اس تقریر اور ان تاثرات کو بار بار پڑھو کہ حضرت اُم المومنین کی دعاؤں کی قبولیت اور آپ کی ذریت مبشرہ کے متعلق خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کا عملی ثبوت نظر آتا ہے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

خان صاحب ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب کی روایات

خان صاحب ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب قاضی سید امیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور وہ اپنی طالب علمی ہی کے زمانہ میں سلسلہ میں داخل ہوئے وہ بیان کرتے ہیں۔

(۱)

میں ۱۹۳۳ء میں ضلع رہتک میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھا اور حضرت میر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب وہاں سول سرجن تھے حضرت ام المومنین انکے پاس آئی ہوئی تھیں۔ میں رہتک کے محلہ قلعہ کی تاج منزل میں رہتا تھا کہ میرا لڑکا سید رفیق احمد شاہ سلمہٗ پیدا ہوا۔ تو میری بیوی سیدہ جمیلہ خاتون نے فوراً ہی لڑکیوں کے ہمراہ حضرت ام المومنین کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجدیا۔ حضرت ام المومنین نے گود میں لیکر دعا فرمائی اور حضرت میر صاحب نے گھٹی دی اور حضرت ام المومنین ازراہ شفقت تاج منزل قلعہ رہتک میں غریب خانہ پر تشریف لائیں۔

نوٹ:۔ یہ واقعہ حضرت ام المومنین کی شفقت کا مظہر ہے (عرفانی)

(۲)

حضرت ام المومنین کی فراست کے متعلق سید صاحب نے اپنی صاحبزادی سیدہ مبارکہ کی روایت بیان کی ہے کہ وہ اپنی بہن کے ساتھ حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت ام المومنین نے انکی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس لڑکی کے چہرہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دن استانی بنے گی۔ چنانچہ بالآخر اسکو بھوپال کے کیمبرج سکول میں (جو لڑکیوں کے لئے ہے) اوستانی کی جگہ مل گئی۔ حضرت ام المومنین نے جب فرمایا تھا سیدہ مبارکہ ساتویں جماعت میں تھی۔

نوٹ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ حضرت ام المومنین کی یہ فراست صحیحہ اسی نور اللہ کا ثبوت ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں ہے۔

حضرت ام المومنین کی فراست صحیحہ کے متعلق سیدہ فضیلت نے بھی لکھا ہے وہ فرماتی ہیں کہ غالباً ۱۹۱۶ء میں حضرت اماں جان سیالکوٹ آئیں۔ اور مسجد حکیم حسام الدین صاحب مرحوم سے ملحقہ مکان میں جس میں ان دنوں ہمارے بزرگ حضرت سید حامد شاہ رضی اللہ عنہ رہتے تھے تشریف لائیں تو میں آپکے استقبال کو سیڑھیوں پر کھڑی تھی آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور معاً حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی بیوی کو (جو آپ کے ساتھ تھیں) مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ سید فضیلت علی شاہ صاحب کی لڑکی ہے۔ میں نے ان کو آنکھوں سے پہچان لیا۔ حالانکہ میرے والد مرحوم کی وفات کے وقت میری عمر تین سال کی تھی اور اس سے پہلے یا بعد مجھے اماں جان نے نہ دیکھا تھا۔ جانے کب اور کس وقت میرے والد صاحب کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولین صحابہ میں سے تھے اور حضرت کے فدائی اور پروانے تھے اور جانے کتنی مدت کے بعد آپ نے مجھے ایک نظر سے پہچان لیا۔

غرض حضرت ام المومنین کی فراست اور حافظہ بے نظیر ہے (عرفانی کبیر)

(۳)

ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی بیگم صاحبہ کو ایک شخص نے ام المومنین لکھا تو آپ نے فرمایا کہ ہماری بیوی ام المومنین نہیں ہے۔

شیخ حبیب الرحمٰن صاحب کی روایات

شیخ حبیب الرحمٰن صاحب بی اے۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر تعلیم میرے نہایت ہی مخلص

بھائی حضرت منشی حافظ نبی بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے فرزند رشید اور سلسلہ کے ایک کامیاب اور مخلص مبلغ و مجاہد مولوی حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ کے برادر عزیز ہیں وہ اپنی اہلیہ محترمہ عنایت بیگم صاحبہ کی بیان کی ہوئی روایات کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱)

سنہ ۱۹۳۲ء میں میری اہلیہ میرے بڑے بھائی فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ کے ہاں ٹھیری ہوئی تھیں وہاں حضرت ام المومنین میری ایک چھوٹی ہمشیرہ کی شادی کی تقریب پر تشریف فرما ہوئیں تو میری اہلیہ نے جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں کی تیار کردہ دو لکڑی کی تھالیاں بطور تحفہ پیش کیں جو حضور نے کمال شفقت سے منظور فرمائیں اور دیر تک میری بیوی سے محبت سے گفتگو فرماتی رہیں بچوں کو پیار کیا اور جب کھانا پیش کیا تو میری بیوی نے عذر کیا کہ حضور تناول فرمائیں۔ میں پکھا کرتی ہوں لیکن حضور نے پھر بھی اصرار فرمایا اس پر میری بھاوج صاحبہ نے میری اہلیہ سے کہا کہ آپ بھی کھا لیں آپ بھی مہمان ہیں۔ حضرت ام المومنین نے سن کر فرمایا۔ نہیں یہ مہمان کس طرح ہیں یہ بھی انہیں کا گھر ہے۔ گو بات معمولی تھی اور بظاہر میری بھاوج صاحبہ نے ایک طرح پر سچ کہا تھا۔ لیکن حضرت ام المومنین نے اس معمولی سی دوئی کو بھی پسند نہ فرمایا۔

نوٹ:۔ یہ واقعہ اس تربیت کی شان کو لئے ہوئے ہے جو حضرت ام المومنین اہلی زندگی میں اتحاد و یگانگت کے رنگ میں فرماتی رہی ہیں۔ وہ دو بھائیوں میں بہ کمال اتحاد پسند فرماتی ہیں وہ اپنے معاشرہ اور تمدن کے لحاظ سے الگ الگ رہتے ہوں۔ مگر وہ علیحدگی کے قلبی اتحاد اور محبت میں دوئی اور جدائی کا شائبہ پیدا نہ کرے جب کہ وہ ایک ہی باپ اور ماں کے بیٹے ہیں اور

پھر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہو کر روحانی طور پر بھی ایک ہی باپ کے بیٹے اور ایک ہی زنجیر کی کڑیاں بنا دیا ہوا

(عرفانی)

(۲)

ایک اور موقعہ پر میری بیوی نے ایک چاندنی کہیں پیش کیا جو حضور نے اسی وقت اپنے نیچے بچھا لیا اور اس طرح میری بیوی کی دلجوئی کی چھوٹے بچے ساتھ تھے انھیں فوراً مٹھائی منگوا کر دی اور آپ محبت سے کھلاتی رہیں۔ اور ایسی محبت شفقت سے باتیں کرتی رہیں جیسے صرف یہی آپ کے بچے ہیں اور سب رشتہ داروں کا حال دریافت فرماتی رہیں۔

نوٹ:۔ اس میں کیا کلام ہے کہ ہم سب حضرت ام المومنین کی روحانی اولاد ہیں اور ہماری اولادیں اور نسلیں آپ کے ساتھ یہی نسبت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ام المومنین کا تو مقام ہی عطا فرمایا ہے اس لئے آپ کی محبت ہم سب اور ہماری اولادوں کے ساتھ سچی اور حقیقی محبت ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد سے جو محبت کرتے ہیں وہ طبعی ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام جو محبت کرتے ہیں وہ محض خدا کی رضا کے لئے ہوتی ہے اس میں نمائش تکلف اور ذاتی اغراض کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ حضرت ام المومنین نے خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل کی رفاقت میں اپنے فرائض اور عمل کے دائرہ کی وسعت اور اس خداداد کنبہ کی کثرت کو سمجھ لیا تھا اور خدا تعالیٰ نے خود ان کے دل میں انشراح اور اخلاق میں رفق پیدا کر دیا تھا۔ ان کا عمل ایک اسوۂ حسنہ ہونے والا تھا۔ حضرت ام المومنین کو اسی طرح اپنے بچوں کی دلداری کا خیال رہتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو رہتا تھا۔ حضرت ام المومنین کو ایک بصیرت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی پر ایمان تھا جس میں فرمایا گیا ہے کہ لوگوں سے تھکنا نہیں۔ حضرت ام المومنین کا یہی حال ہے وہ اپنی ناسازیٔ مزاج اور ایام علالت میں بھی مہمانوں سے دل تنگ نہیں ہوتی ہیں اور انکی دلداری کو مقدم سمجھتی ہیں اور تحائف کو قبول کر کے لانے والوں کو خوشی اور دلجوئی اور ان کے نیات کے نیک مقصد کی قدر فرماتی ہیں۔ وہ خدام کو اپنے عزیز بچے یقین کرتی ہیں۔ آج نہیں ہمیشہ سے۔ اللّٰھُمَّ متّعنا بطولِ حیاتِھا آمین۔ (عرفانی)

حضرت والد صاحب عرفانی کبیر کے تاثرات

میری تحریک پر حضرت والد صاحب نے ایک مختصر سا مضمون لکھکر ارسال فرمایا ہے جس کو میں باصلہا درج کرنے کی مسرت و سعادت حاصل کرتا ہوں۔

(محمود احمد عرفانی)

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے تحریک کی ہے کہ میں سیرۃ ام المومنین کے سلسلہ میں اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔ میاں! حضرت ام المومنین کی سیرۃ و شان میں ایک مبسوط کتاب بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ میری ضعیفی اور تمبے دن کی علالت الگ مانع ہے تاہم شریک ثواب ہونے کیلئے مختصراً اپنے تاثرات کا اظہار کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔ (خاکسار عرفانی کبیر)

۱۔ حضرت اُمّ المومنین کا مقام

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے مقام و رتبہ کے متعلق جب میں غور

کرتا ہوں تو اسے اتنا ارفع پاتا ہوں کہ زبانِ قلم اور قلم زبان اس کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت رب العالمین نے اسے اپنی نعمت اور اپنی خدیجہ فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی یہ وہ نعمت ہے جس کے ذکر (یاد رکھنے) کا ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوا۔ ہاں اس جلیل القدر انسان کو جس کی آمد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمد قرار دیا اور جس کے وجود کو امت محمدیہ کی ہلاکت سے صیانت کا ذریعہ فرمایا نہ صرف یہ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون مبارک کی پیشگوئی بھی فرمائی جو اس کے حبالہ نکاح میں آنیوالی تھی اور جس کے بطن شریف سے وہ نسل پیدا ہونیوالی تھی

جو ایمان کو ثریا پر سے لانے والی تھی

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم ایات اللہ میں ایک آیت ہیں اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور فرماتے ہوئے سنا کہ آپ

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کو شعائر اللہ میں سے یقین کرتے تھے

اور میں نے حضرت مسیح موعود کو ایک مرتبہ یہ بیان کرتے بھی سنا کہ میں نے ایک دفعہ بلند آواز سے آپ کو خطاب کیا تو میں نے اس کے کفارہ میں صدقہ دیا۔ حضرت ام المومنین کی رفعت شان کا کسیقدر اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موعود دیان کی زوجیت کے لئے ازل میں اسے مقدر فرمایا اور اس مقام کی عظمت اور اس نعمت کے اظہار شکر میں حضرت ممدوح نے فرمایا

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کیلئے

۲۔ حضرت ام المومنین کی سیرۃ کا ایک ورق

جیسے حضرت ام المومنین کی شان و مقام کے اظہار سے قلم زبان قاصر ہے۔ آپ کی سیرۃ کے مختلف پہلوؤں پر بحث بھی آسان نہیں۔ مجھے ۱۸۸۹ء سے حضرت ام المومنین کو بہت قریب سے اور ۱۸۹۵ء سے بہت قریب سے دیکھنے اور آپ کی شفقت و کرم کا تجربہ کرنے کا موقع ملا ہے اور میں ایک بصیرت کے ساتھ بلاخوف لومۃ لائم کہہ سکتا ہوں کہ

انکا وجود فی الحقیقت خدا کی ایک رحمت اور نعمت ہے

ان کے دل کی کیفیت جسے ان کے عمل نے نمایاں کیا۔ شاعر کے اس مصرعہ میں ہے۔

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت ام المومنین میں وہ تمام خوبیاں یکجائی طور پر جمع ہیں جو امہات المومنین علیہن الصلوٰۃ والسلام میں موجود تھیں۔

حضرت ام المومنین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر ایک لذیذ ایمان رکھتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آپ کے مرفوع ہونے کے بعد آپ کے خلفاء کے مقاصد و عزائم کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ و تیار رہتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کوئی ایسی تحریک نہ ہوتی تھی جس میں آپ حصہ نہ لیتی ہوں اور خدمت سلسلہ میں آپ کی خدمات کا ایک یہ پہلو کس قدر قیمتی ہے کہ

ابتدا میں باوجود خادماؤں کے مہمانوں کے لئے اپنے ہاتھ سے کھانا وغیرہ تیار کرتی تھیں اور کبھی اس قسم کی خدمات سے آپ نے گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا۔ میں ایک بصیرت سے جانتا ہوں کہ

ابتدا میں جب حضرت اقدس کا کھانا وغیرہ بڑے گھر سے آتا تھا اور مہمان وقت بے وقت آجاتے اور حضور اکرام ضیف کے بہترین نمونہ تھے۔ مجبوراً اسی گھر میں اطلاع دینی ہوتی تھی اور وہ اکثر برا مناتے اور کہدیتے کہ

تمہارے پاس تو اسی طرح آتے رہتے ہیں ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کوئی اور انتظام کر لو۔

خدا کی اس نعمت کو انھوں نے رد کر دیا اور خدا تعالیٰ نے اس فضل کو سیّدہ نصرت جہاں بیگم کے لیئے مقرر کر رکھا تھا۔ ادہر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانوں کے کثرت سے آنے کی بشارات دیں اور یہ بھی قبل از وقت بتا دیا کہ ان سے تھکنا اور گھبرانا نہیں اُدہر ان کے لئے مہمان نوازی کے صحیح نظام کو قائم رکھنے کے لئے اپنے وعدہ کے موافق جو

ہر چہ باید نو عروسی را ہمہ ساماں کنم

میں کیا تھا حضرت سیّدہ کو آپ کے نکاح میں لاکر انتظام کر دیا۔ مہمان دن رات کے ہر حصہ میں پیدل سوار آجاتے مگر حضرت ام المومنین نے کبھی نہ ان سے بے وقت آنے کی شکایت کی اور نہ اپنا دل چھوٹا کیا بلکہ ہر فرد کے آنے پر خوشی کا اظہار فرماتیں اور اپنی شفقت و رحمت کے دامن کو اتنا وسیع کرتیں کہ

آنے والا اپنے گھر سے زیادہ راحت پاتا

مہمان نوازی کے واقعات اور عجائبات بے انتہا ہیں۔ مجھے مختصراً اتنا ہی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مہمانوں کی کثرت کی بشارتیں دی تھیں اور ان کی ضروریات کے انصرام کا بھی آپ ذمہ لیا تھا اور حقیقی مہمان نوازی کے لئے ام المومنین کو بھیجدیا۔

۳- سیرچشمی اور فیاضی

حضرت ام المومنین کا دل اتنا ہی وسیع اور ہاتھ اتنے ہی لمبے ہونے چاہیں تھے جو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بشارتوں کی تجلیات کے مظہر ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مختلف رنگ کے سائل اور محتاج آتے۔ حضرت ام المومنین اس راستہ میں نہ کبھی روک ہوتیں اور نہ کبھی برا مناتیں کہ میرے گھر کی متاع کا ایک حصہ یوں باہر جا رہا ہے۔ بلکہ آپ کو خوشی ہوتی کبھی آپ کے چہرہ پر نہ شکن آتا اور نہ کسی قسم کا خیال گزرتا بلکہ آپ دریا دلی سے کام لیتیں اور اب تک یہ عادت ہے اور میں تو ایمانی رنگ میں کہتا ہوں کہ انھیں بے انتہا مسرت ہوتی ہے جب وہ کسی کے ساتھ سلوک کا موقعہ پاتی ہیں اور خدا کی حمد اور شکر کرتی ہیں۔ غرباء کی خبر گیری اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنا آپ اپنی زندگی کا بہت بڑا مقصد سمجھتی ہیں۔ میں نے سالہائے دراز تک دیکھا کہ سردیوں کے موسم میں پچاس لحاف تیار کر کے تقسیم فرمایا کرتی رہیں۔ آپ کا گھر ہمیشہ یتامیٰ، مساکین اور بیوگان کا پناہ گاہ رہا اور آپ نے ان سے خادموں کا سا نہیں عزیزوں کی طرح سلوک فرمایا۔ یہ باب بے انتہا تفصیل اپنے اندر رکھتا ہے شائد دوسرے لوگ اپنے تاثرات میں بیان کریں۔

۴- معرفت صحابہ

حضرت ام المومنین کی خصوصیات میں یہ امر بھی داخل ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام اور صحابہ سے پوری واقفیت رکھتی ہیں اور ایمانی رنگ میں جو جسقدر حضرت کے قریب تھے ام المومنین اسے خوب سمجھتے اور ان کی قدر فرماتی ہیں۔ اور جب ان میں سے کوئی حاضری کی سعادت پاتا تو اس کے گھر کے تمام چھوٹے بڑوں کا تفصیل سے حال پوچھنا

آپ کے دائرہ عمل میں داخل ہے۔ بعض صحابہ کو میں نے دیکھا کہ وہ بے تکلف کبھی کبھی کوئی فرمائش کھانے وغیرہ کی کر دیتے حضرت ام المومنین سن کر بہت خوش ہوتیں اور خاص اہتمام سے اس کو پورا کرتیں۔ اس قسم کے احباب میں سے ایک میرے نہایت ہی مخلص مخدوم بھائی

حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ تھے

حضرت ام المومنین کا سیرۃ کا نقشہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ میں نمایاں ہے۔

۵۔ رضا بالقضاء

حضرت ام المومنین کی زندگی میدان کربلا کی زندگی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن مشکلات اور مصائب میں سے ماموریت کے بعد گزرے ہیں۔ اس کا نقشہ تو خود آپ کے

صد حسین است در گریبانم

والے شعر میں موجود آپ کی زندگی انبیاء کے ابتلاؤں کی زندگی تھی اور ان ابتلاؤں میں حضرت ام المومنین برابر کی شریک خدا تعالیٰ کی بشارتیں تو سہارا اور ذریعۂ تسلّی تھیں مگر جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام نے ابتدائی عہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دلائی ٹھیک اسی طرح پر حضرت ام المومنین حضرت مسیح کے لئے مایۂ راحت و اطمینان ہوتی تھیں۔ بڑے بڑے معرکے آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش آئے مگر حضرت ام المومنین ان تمام حالات میں ایک قلب مطمئنہ کے ساتھ

طوفان میں چٹان کی طرح رہیں

بیرونی حوادث اور زلازل کے علاوہ گھر میں بعض واقعات اموات کے ہوئے اور وہ معمولی نہ تھے۔

ہر ایسی موت پر مخالفین کی طرف سے گندے اور دل آزار اشتہارات نکلتے۔ مگر آپ کے پہلو میں وہ دل تھا جو خدا تعالیٰ کی مقادیر سے ہمیشہ ہم آہنگ رہا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کیا آپ کے رضا بالقضا کے مقام کی بھی خدا تعالیٰ نے داد دی چنانچہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب اللّٰھمّ اجعلہ لنا فرطاً و ذخراً کی وفات پر جو نمونہ صبر اور رضا بالقضا کا آپ نے دکھایا اسے خدا تعالیٰ نے اتنا پسند فرمایا کہ اپنی پسندیدگی کا اظہار اس وحی میں کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی

خدا خوش ہو گیا

اس سے بھی حضرت ام المومنین کے مقام کا پتہ لگتا ہے کہ جب آپ نے اپنے مولیٰ کی خوشنودی کا پروانہ سنا تو فرمایا

مجھے اس الہام سے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی مرجاتا تو میں پرواہ نہ کرتی۔

یہ معمولی مقام نہیں اور نہ ہر شخص کو میسر آسکتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

۶۔ آپ کا تقویٰ اور طہارت

تقویٰ اور طہارت کی جو اعلیٰ شان آپ کے کردار میں پائی جاتی ہے۔ وہ اسوہ حسنہ ہے ہم سب چھوٹوں بڑوں کے لئے موجود اور آنے والی نسلوں کے لئے۔ تقویٰ کی باریک سے باریک راہوں پر آپ چلتی رہیں۔ اور آپ کی اسی شان کیلئے خدا تعالیٰ کی وحی میں ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ ذکر آیا کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گند سے آپ کو پاک ٹھہراتا اور آپ کی تطہیر کے

سامان فرماتا ہے۔ ہمارے شیعہ بھائی آیۃ تطہیر کو اہل بیت کی پاکیزہ فطرتی پر بطور دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ لاریب میں تو اگر وہ آیۃ نازل نہ ہوتی تب بھی اہل بیت کی تطہیر کا عقیدہ رکھتا ہوں باوجودیکہ میں شیعہ نہیں ہوں یہاں تو متعدد مرتبہ حضرت ربِ رحیم نے اس آیتہ کو نازل فرمایا۔ الحمد للہ!

۷۔ مجھ پر عنایات

میں اس مختصر بیان کے سلسلہ میں ان عنایات اور غریب نوازیوں کا ایک دھندلا سا خاکہ پیش کرنے کی سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔

حضرت ام المومنین نے جب سے میں قادیان میں مستقل طور پر آگیا ہر موقعہ پر مجھے اور میرے اہل وعیال کو نوازا ہر تقریب میں ہر رنج میں ہمارے لئے آپ کا وجود تسلّی بخش اور ذریعہ اطمینان ہوا۔ اور ہر خوشی کی تقریب میں آپ نے ہماری خوشی کو اپنی خوشی یقین کیا۔ میری بیوی کو شروع سے بہو کا خطاب دیا اور اس ذرہ بے مقدار کو شیخ صاحب کہہ کر پکارا۔ آج اس پر پچاس کے قریب برس کا زمانہ آتا ہے آپ کی نوازش اور شفقت میں ہم نے ہمیشہ اضافہ دیکھا۔

عزیز مکرم محمود احمد عرفانی کے خطوط سے میں ہر روز اس درد کا اندازہ کرتا ہوں جو حضرت ام المومنین کو اس کی علالت سے ہے آپ اس کے لئے دعاؤں میں مصروف ہیں اور اس کے لئے اپنے تبرک کو بھیجتی ہیں باقاعدہ روزانہ اس کی عیادت کے لئے مائی کاکو کو بھیجتی ہیں اور تسلی دیتی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ان کا وجود ہی تو ہمارے لئے آیتہ رحمت ہے اللہ تعالیٰ اسے تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

محمود بایہ مضمون بہت کچھ لکھوانا چاہتا ہے مگر میری یہ حالت ہے۔

"چساں در شیشہ ساعت کنم ریگ بیاباں را"

اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے خوب کھول کر لکھو۔ یہ عبادت ہے یہ تمہاری اور ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔ آیات اللہ کی تلاوت بڑی نیکی ہے اور یہاں تو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا اُذکروا نعمتی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔

خاکسار عرفانی کبیر نزیل سکندر آباد ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۴۳ء

آہ!

آج جب کہ یہ مضمون شائع ہو رہا ہے عزیز محترم محمود احمد عرفانی مقبرہ بہشتی میں آرام کر رہا ہے اور میں بارہ سو میل کے فاصلہ سے

اُس کی مزار پر آنسوؤں کے پھول چڑھا رہا ہوں

وہ ۲۰؍ فروری ۱۹۴۴ء کی شب کو اپنے مولیٰ کے حضور بلایا گیا جب کہ میں اس کے بستر مرگ پر موجود تھا اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ جان آفریں کو اپنی جان سپرد کی۔ وہ ایک نقیب راہ کی طرح چلا گیا اور اس سال کو ہمارے لئے عام الحزن کا رنگ دے گیا۔ اس لئے کہ اس کے بعد سیدہ ام طاہر اور حضرت میر محمد اسحاق کی وفات ہوئی خدا تعالیٰ ان سب کی تربتوں پر اپنی رحمت کے فرشتے نازل فرمائے آمین اور اس کے اس ناتمام مسودہ کو میں اس کے نوٹوں پر مرتب کر رہا ہوں۔ وباللہ التوفیق ہم خدا کی تقدیر پر راضی ہیں۔ کبھی کبھی دل سے ایک ہوک اٹھتی ہے اور اس حالم میں کہتا ہوں محمود! آہ

خوب کٹتا بہشت کا رستہ ٭ ساتھ ہم کو بھی گر لئے ہوتے

(عرفانی کبیر)

ماسٹر حکیم عبدالعزیز خاں صاحب کے تاثرات

ماسٹر حکیم عبدالعزیز خاں صاحب مالک مطبیہ عجائب گھر قادیاں میں ۱۹۰۷ء

میں آئے اور ۱۹۰۵ء میں انھوں نے بیعت کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچوں کی تعلیم میں ابتدائی حصہ لینے کا شرف ان کو حاصل ہے اور اس طرح نہایت قریب سے حضرت ام المومنین کے اخلاق وعادات کے مشاہدہ کا ان کو موقع ملا۔ وہ اپنے ایک مبسوط مکتوب میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں جن کا خلاصہ میں ذیل میں لکھتا ہوں۔ (محمود عرفانی)

(۱) صاحبزادگان کی تعلیم کے سلسلہ میں مجھے حضرت کے الدار میں ایک کمرہ ملا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک قنات ہوتی تھی اور میں اوقات مدرسہ کے علاوہ گھر میں رہتا تھا۔ حضرت ام المومنین میری ضروریات کا خاص طور پر خیال رکھتی تھیں۔ اور گھر میں جو تحفہ از قسم پھل مٹھائی وغیرہ آتا اس میں سے اس خادم کو بھی حصہ دیا جاتا۔ یہ گویا ہمسایہ ہونے کے حقوق کی نگہداشت تھی۔

میں نے نہایت غور اور احتیاط سے اس امر کا مطالعہ کیا کہ حضرت ام المومنین یہ میرے ساتھ ہی سلوک فرماتی ہیں یا اور جو لوگ قریب رہتے ہیں تو ان سے بھی یہی معاملہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ گھر میں رہنے والے تو سب آپ کے کرم وشفقت سے بہرہ اندوز ہوتے ہی تھے مگر آپ کا ہاتھ بہت لمبا تھا۔ الدار سے باہر بھی مختلف گھروں میں ان تحائف سے حصہ بھیجا جاتا تھا۔

(۲) حضرت ام المومنین کو میں نے ہمیشہ یتامیٰ اور مساکین کی محبت سے پرورش کرتے پایا۔ اور کبھی ان پر احسان نہیں جتایا۔ میری بیوی کے فوت ہو جانے پر میری لڑکی اور لڑکے کو اپنے پاس رکھا۔ لڑکی کو اپنی صاحبزادیوں کی طرح ہی پرورش فرمایا اور اس کی آپ نگہداشت فرمائی۔ گھر کی خادماؤں کو حکم دیدیا کہ اس کو کسی کام کے لئے نہ کہا جاوے۔ یہ اس لئے کہ بعض اوقات بے ماں کے بچوں کو بڑے گھروں میں اگر وہ رکھے جاویں۔ ادنیٰ درجہ کے نوکر خیال کیا جاتا ہے اور ہر چھوٹا بڑا ان پر حکومت کرتا ہے۔ اس لئے کہ کوئی ان کا پرسان حال تو ہوتا نہیں۔ حضرت ام المومنین نے اپنے عمل سے بتایا کہ ایسے بچوں کی پرورش اور نگہداشت

کیسے کرنی چاہیے۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ میں سچائی سے عرض کرتا ہوں کہ ماں بھی نہ کرتی اس لئے کہ ماں کی محبت صرف فطری جذبہ ہوتا لیکن حضرت ام المومنین کی محبت خالصتہً رضائے الٰہی کے لئے تھی۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتیں۔ سیر میں بھی وہ ساتھ رہتی۔ جوان ہو جانے پر ان کی شادی کی تقریب پر

کافی جہیز دیا جو میرے وہم و گمان سے بالا تھا

یہ حضرت ام المومنین کی فیاضی شفقت اور سیر چشمی کا ایک ایسا واقعہ ہے جو ہر وقت میرے قلب پر ایک خاص اثر پیدا کرتا ہے۔ اس وقت تک حضرت ام المومنین میری لڑکی میرے داماد اور اس کے بچوں کا خاص طور پر خیال رکھتی ہیں۔ میرے بچوں کو شفقت مادری کے یاد آنے کا موقعہ ہی نہیں دیا وہ ہمیشہ سمجھتے ہیں کہ گو جننے والی ماں مر گئی مگر ہماری پرورش کرنے والی روحانی ماں زندہ ہے اور اللہ اسے تادیر سلامت رکھے۔ آمین

(۳۳) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں جو آخری جاڑا آیا تو آپ اپنے دل کا بستره مجھے رات کو سونے کے لئے عطا فرمایا کرتے صرف ایک چارخانی چادر منگوا لیا کرتے پھر جب رات تک اپنے کمرہ میں پہونچتا تو وہ چادر موجود ہوتی حضور کی وفات کے بعد میں نے حضرت ام المومنین سے وہ بستره مانگا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور شیخ رحمت اللہ صاحب بانٹ کر لے گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا وہ چادر چارخانی (جس کے سرخ خانے ہیں) مجھے دیدیں اور میں دروازہ پر کھڑا ہو کر وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کی رٹ لگاتا رہا۔ آخر آپ نے فرمایا چادر دھوبی کے گئی ہے جب آئے گی دے دوں گی۔

چنانچہ از راہ لطف و کرم آپ نے وہ چادر مجھ کو عطا کر دی۔ وہ چادر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تبرک ہونے کے لحاظ سے اور حضرت اقدس کی ایک یادگار ہونے کی وجہ سے

حضرت ام المومنین کے لئے ایک ایسی متاع تھی جس کی کوئی قیمت سونے چاندی کے سکوں میں نہیں ہو سکتی مگر آپ نے

اپنے ایک ادنیٰ خادم کے سوال کو رد فرمایا اور ایثار کر دیا

میں اس عطیہ کو بے انتہا عزیز رکھتا رہا ہوں اسے ایک وقت حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہٗ کے پاس بطور امانت رکھا پھر بیت المال میں بھی کچھ عرصہ تک رکھا اور اب وہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے گھر بطور امانت رکھی ہوئی ہے اس وصیت کے ساتھ کہ

جب پہلا بادشاہ قادیان میں آئے تو اسکے سپرد کر دی جاوے

اور اسے کہدیا جاوے کہ ایک صحابی نے آپ کو تحفہ دی ہے اس کی آرزو تھی کہ اس طبیہ عجائب گھر کر جا پس تک لے جاوے اور اس کے لئے ایسے لوازمات پیدا کرے کہ یہ رہتی دنیا تک قایم رہے

(نوٹ) اس موقعہ پر میرے دل میں ایک خاص جوش پیدا ہوا اور میں اسے روک نہیں سکتا۔ دماغ میں یہ خیال بڑی قوت کے ساتھ حرکت کرتا ہے۔ خاں صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک نادر اور گراں بہا تبرک کی حفاظت کا بڑا اہتمام کیا اور اس کو اس بادشاہ کو ہدیہ دینے کی وصیت کی جو سب سے پہلے قادیان میں آئے بیشک یہ بہت اچھا جذبہ ہے لیکن مجھے روحانی طور پر ایک کوفت ہوئی کہ اس کے ساتھ ہی انھوں نے طبیہ عجائب گھر کی وسعت اور بقا کے لئے ایک سوال بزنگ آرزو کر دیا اور یہ گویا اس تحفہ کی قیمت ہے۔

میرا اپنا ذوق یہ کہتا ہے کہ یہ تحفہ اپنے حق دار کے پاس پہونچ چکا ہے یہ میرا ذوق ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

(معہ اللہ) ہی وہ پہلے بادشاہ ہوں گے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ میرا ذوق ہے۔ اگر کسی بیرونی بادشاہ کے حصہ میں یہ سعادت آئے تب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پوری ہو کر ہی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والدصاحب قبلہ کے طفیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے نادرات اور تبرکات عطا فرمائے ہیں اور آپ نے ہمیشہ مجھے خصوصاً اور میرے بھائیوں کو عموماً یہ وصیت کی ہے کہ بادشاہ اس سلسلہ میں آئیں گے اور دنیا کے خزائے ان تبرکات کے لئے پیش کرنے میں بھی انہیں خوشی ہوگی کہ یہ تبرکات طیب۔ یاد رکھو دنیا کی کسی متاع کے بدلے ان کو جدا نہ کرنا۔ نہ مسیح موعود دوبارہ دنیا میں آسکتا ہے نہ اس کے تبرکات ملسکتے ہیں۔ دنیا کی دولت اور سونے چاندی کے سکے اور جواہرات کی کوئی قسم ان کا بدل نہیں ہوسکتا۔ میں جب جب حضرت والدصاحب کے پاس گیا تو وہ اپنے تاثرات اور ذوق معرفت سے مجھے سعادت بخشتے ہیں تو اس چیز کا ذکر ضرور آتا ہے۔ بہرحال یہ ایک قلبی جوش تھا جس کی لہر میرے دل میں اٹھی اور میں نے قلم کے ذریعہ اسے کاغذ پر پھیلا دیا۔

(محمود شعروانی)

(۹م) حضرت ام المومنین بہت رقیق القلب ہیں وہ کسی کی مصیبت اور تکلیف سے بیحد متاثر ہوتی ہیں وہ بنی نوع انسان کی بیحد دستگیری فرماتی ہیں اور بیسیوں یتیم بچوں اور بچیوں کو اپنے گھر میں رکھ کر پالا پوسا اور ان کی شادیاں کیں اور کافی جہیز دے کر احسن طور پر رخصت کیا۔ ان کے ہی نقش قدم پر خاندان نبوت کے درخشندہ گوہر عمل پیرا ہیں اور یہ حضرت ام المومنین کی عملی تربیت کا نتیجہ ہیں۔ آپ ایک مشعلِ راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے تا دیر سلامت رکھے۔ آمین

خاکسار حکیم عبد العزیز مالک طبیہ عجائب گھر

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کے تاثرات

حضرت حافظ معین الدین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام قدیم میں سے تھے وہ ایک عارف و عابد زاہد صحابی تھے حضرت کی پاک صحبت نے انھیں خاک سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا تھا ان کی سیرۃ و سوانح کا الحکم امین ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو کتابی صورت میں بھی وہ حالات آجائیں گے۔ وہ آج جنت میں اپنے آقا کے حضور ہیں مگر میں ان کی یاد کو تازہ اور ذکر کو زندہ رکھنے کے لیئے ان کے تاثرات کا اظہار اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ تاثرات میں نے ان کی اس سیرۃ سے اخذ کئے ہیں جو حضرت قبلہ عرفانی کبیر نے الحکم میں لکھی تھی۔

حضرت حافظ صاحب حضرت ام المومنین کا ذکر ہمیشہ ماں جی کے نام سے کیا کرتے تھے اور جب کبھی وہ حضرت والد صاحب کے پاس آتے تو حضرت عرفانی کبیر اپنے ذوق کے موافق ان سے پرانے حالات اور حضرت اقدس کی سیرۃ کے متعلق تذکرے سنتے رہتے اور بعض اوقات یہ سلسلہ بڑا لمبا ہوتا۔

حضرت حافظ صاحب فرمایا کرتے کہ میں تو ایک غریب بیکس اور معذور آدمی تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے اپنے دامن شفقت میں جگہ دی۔ اور میری پرورش فرماتے رہے ہیں۔ اولاً اپنی کمزوری اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی عظمت اور شوکت کے تصور سے ڈرا کرتا تو حضرت صاحب ہمیشہ فرماتے کہ حافظ ڈرا نہ کر سب برابر ہی ہوتے ہیں۔ حافظ صاحب جب حضرت ام المومنین کے احسانات کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ ماں جی میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ کبھی کبھی میرے لئے حلوہ یا کوئی اور چیز اچھی تیار کر کے خاص طور پر بھجوا دیا کرتی ہیں اور ماں جی کا یہ معمول ہے۔ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ اسی قسم کا سلوک میرے ساتھ نہ فرماتی ہوں اور اس کے علاوہ مجھے کبھی کوئی ضرورت ہوتی ہے تو میں مانگ لیتا ہوں مگر ایسی نوبت بہت کم آتی ہے حضرت ماں جی خود خیال رکھتی ہیں۔ جب وہ

یہ ذکر کرتے تو ان کے قلب میں رقت پیدا ہو جاتی اور اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ کا بھی مقابلہ کرتے اور کہتے کہ

ایسے احسانات تو والدین نے بھی میں نے نہیں دیکھے

آخر عمر میں حضرت ام المومنین نے خاص طور پر اپنا ایک مکان ان کے رہنے کو دیدیا تھا جہاں وہ اپنی وفات تک رہے اور حضرت ام المومنین ان کی ضروریات کا احساس رکھتی رہیں۔ اور حافظ صاحب مرحوم و مغفور جب اس کا ذکر کرتے تو بیحد متاثر ہوتے تھے۔

اے اللہ اس پر بڑے بڑے رحم فرما۔ آمین (محمود احمد عرفانی)

میاں رحمت علی صاحب کے تاثرات

میاں رحمت علی صاحب بھیرو چیچی کا باشندہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں داخل ہے۔ آج کل وہ سندھ میں ناصر آباد اسٹیٹ میں کاشتکار ہے۔ وہ ایک زمانہ میں حضرت ام المومنین کے باغ میں ملازم تھا اس کی والدہ نے پیغام بھیجا کہ لڑکی بیمار ہے وہ جا کر علاج کے لئے وہاں لے آیا اور باغ میں کنوئیں پر اسے رکھا۔ حضرت ام المومنین صبح کو حسب معمول سیر کو تشریف لے گئیں۔ اور جب آپ کو میری زبانی معلوم ہوا کہ میں اپنی بیمار لڑکی کو لے کر آیا ہوں تو آپ مریضہ لڑکی کے پاس تشریف لے گئیں اس کو بخار تھا اور ایک ٹانگ بہت زیادہ متورم تھی۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کی متورم ٹانگ پر پھیرا اور دعا کی اور فرمایا کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ۔ میں ڈاکٹر کو دکھا لایا۔ اس نے کہا پٹس باندھ دو۔ اتنے میں ام المومنین قادر آباد کی طرف سے ہو کر واپس تشریف لائیں اور میں نے ڈاکٹر کا علاج بتایا آپ نے فرمایا تم جاؤ اس کو اس کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤ تم پٹس باندھو گے یا کام کرو گے۔

حقیقت میں اس کے لیئے بہت مشکل کام تھا کہ وہ پٹی وغیرہ کا انتظام کرے اور کوئی پھوڑا تو تھا نہیں۔ صرف ورم تھا۔ جس پر حضرت ام المومنین نے اپنا ہاتھ پھیرا تھا۔ میں جا کر چھوڑ آیا۔ میری والدہ نے کہا تم پھر لے آئے۔ میں نے حضرت ام المومنین کے ارشاد کا ذکر کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رات کو لڑکی آرام سے سو گئی اور صبح کو ورم دور ہو گیا۔ یہ آپ کے دستِ شفاء اور دعا کی برکت تھی۔

مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ لڑکی اچھی ہو جائے گی جب آپ نے فرمایا کہ جاؤ چھوڑ آؤ میری والدہ نے واپسی پر کہا تھا کہ تم پھر لے آئے میں تو سمجھی تھی کہ وہیں دفن کر دو گے۔ مگر حضرت ام المومنین کے ارشاد میں بشارت تھی۔

اسی طرح میاں رحمت علی ایک اور واقعہ اپنی بیوی کی شفاء کا بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے بچے سات آٹھ ماہ کے بعد پیدا ہو کر مر جاتے تھے۔ میں نے دوسری شادی کی اس کا بچہ نو ماہ کا ہو کر مر گیا۔ مجھے سخت تشویش ہوئی پھر اگلے حمل پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لیئے عرض کرتا رہا۔ آٹھویں مہینے میری بیوی بعارضہ ہیضہ سخت بیمار ہو گئی اتنا خون آتا تھا کہ زندگی کی امید نہیں رہی۔ ایک دن شام کے وقت حضرت ام المومنین تشریف لائیں اور مجھے پکارا میں نے جواب دیا تو فرمایا تم ہمارے نوکر تو نہیں ہو مگر فراغت ہو تو بھاگی جنگل سے بھوسہ لا دو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میرے گھر سے بیمار ہیں۔ ان کے لیئے دعا کریں آپ نے فرمایا تم جاؤ بھوسہ لے آؤ ہم دعا کریں گے۔ میں چھکڑوں کا انتظام کر کے صبح کو چلا گیا اور شام کو بھوسہ لے آیا آپ نے فرمایا اسے مکان میں ڈلوا دو۔ تمہاری بیوی اچھی ہے اور کھانا کھا کر جانا۔ میں نے تعمیل حکم کی۔ گھر جا کر دیکھا تو بیوی اچھی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا کھایا اس نے کہا حضرت ام المومنین نے دوائی بھیجی تھی اور تبرک بھیجا تھا۔ اسی کی برکت کا یہ نتیجہ ہے۔

یہ واقعات ہیں اور یہ لوگ زندہ موجود ہیں۔ حضرت ام المومنین کی ہمدردی اور دوسروں کے دعا کا جوش اور خدا تعالیٰ کی طرف سے قبولیت دعا کا اعجاز قابلِ غور ہے۔ وللہ الحمد

حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصر کا بیان

حضرت مولوی غلام نبی صاحب اپنے علم اور عمل کے لحاظ سے واجب الاحترام صحابہ میں سے ہیں۔ ہر انسان اور ہر چیز کو اپنے نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ حضرت ام المومنین کے متعلق فرماتے ہیں جو انھوں نے اپنی بیوی کے ذریعہ معلوم کیا کہ

حضرت ام المومنین کو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام کی یاد کسی خاص واقعہ یا ذکر کی وجہ سے آتی ہے تو آپ فوراً قرآن شریف پڑھنے لگ جاتی ہیں اور اگر کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام کا ذکر کرتا ہے اور اس سے بشری حالات کے ماتحت صدمہ محسوس کرتی ہیں تو بھی

قرآن کریم کھول کر پڑھنے لگتی ہیں

حضرت ام المومنین کا یہ عمل ہم سب کے لئے خضر طریقت ہے قرآن مجید میں اطمینان وتسلی کا ذریعہ ذکر اللہ فرمایا ہے اور قرآن مجید تو الذکر ہی ہے۔ حقیقت میں یہ نہایت ناقابل خطا نسخہ فکر وغم سے نجات پانے کا ہے جو چاہے اسکو آزما کر دیکھ لے۔

میاں نیک محمد خان صاحب افغانی کا بیان ہے کہ جب کچھ عرصہ کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان میں مہمان خانہ تھا۔ ایک دفعہ شیخ عرفانی کبیر حضرت ام المومنین سے کچھ عرض کر رہے تھے۔ میں بہت سے چینی کے برتن اٹھا کر لایا مگر میرے ہاتھ سے وہ سب گر کر ٹوٹ گئے۔ آپ نے شیخ صاحب سے پوچھا کہ کون ہے انھوں نے عرض کیا کہ نیک محمد خان افغان ہے۔ فرمایا سب برتن لوٹ گئے انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور مجھے کچھ بھی تو نہ کہا اور اندر تشریف لے گئیں۔

یہ واقعہ میرے سامنے کا ہے۔ میاں محمد جمال صاحب بعض مہمانوں کو چائے وغیرہ پلاکر برتن واپس لا رہے تھے۔ سیڑھیاں کمرے کے اندر سے اوپر جاتی تھیں۔ حضرت ام المومنین پس پردہ تشریف فرما تھیں اور خاکسار سے بعض امور دریافت فرما رہی تھیں جو مہمانوں کی خدمت اور مدارات کے متعلق ہی تھے کہ اتنے میں یہ واقعہ ہوا۔

حضرت ممدوحہ نے کوئی سرزنش نہیں فرمائی نہایت سکون کے ساتھ انا للہ پڑھ دیا اور تشریف لے گئیں گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔ اس قلب کی سکینت و اطمینان پر نظر کرو۔ جس کے اندر دنیا کے آلام سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ایک دنیادار کی تو وہی حالت ہے جس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مصرعہ میں فرمایا۔

نقصان جو ایک پیسے کا دیکھیں تو مرتے ہیں

اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہر حال میں خدا کی رضا مقدم ہے اور اس کی مشیت کے ساتھ پوری مسالمت ہے اور یہی وہ بہشتی زندگی ہے جو اس دنیا سے شروع ہوتی ہے

(عرفانی کبیر)

DONATED BY 1906-1996

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم کے تاثرات

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نہایت اخلاص و عقیدت کے ساتھ سلسلہ میں داخل ہوئے تھے اور ۱۹۱۴ء خلافت ثانیہ کے آغاز تک وہ جماعت قادیان سے وابستہ تھے۔ بعد میں اپنے ماحول کے ماتحت وہ خلافت سے کٹ گئے۔ چونکہ اب وہ وفات پا چکے ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے میں اس پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا وہ زندہ تھے ایک دوسرے پر جرح قدح بھی ہوتی تھی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں پر عفو فرمائے۔ آمین

حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے متعلق ان کے تاثرات کا شائع کرنا میں نے اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آج منکرین خلافت مقام ادب سے ہٹ گئے ہیں اور وہ اپنا کمال ایمان تبرا بازی میں سمجھتے۔

اے اللہ انکو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے

لیکن جب تک وہ خلافت سے وابستہ تھے ان کے ایمان کی کیا حالت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر تاریخ سلسلہ کے امین (الحکم) مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء میں میں نے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا ایک اعلان اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ایک مضمون وفات مسیح کے عنوان پر شائع کیا اس میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے ان مشاہدات اور تاثرات کا اظہار کیا ہے جو انھوں نے حضرت ام المومنین کے ایمان اور رضا بالقضا کے متعلق دیکھے۔ سید مرحوم کے یہ ارشادات اپنے دوستوں کو

حقیقت کا پیغام ہیں

(عرفانی کبیر)

سید محمد حسین شاہ صاحب نے لکھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے تو حضرت ام المومنین نے اس وقت وہ نمونہ دکھایا کہ اس سے انسان حضرت اقدس کی قوتِ قدسی کا اندازہ اچھی طرح سے کر سکتا ہے۔ ہم سب چھ سات گھنٹے حضرت اقدس کی خدمت میں رہے۔ ام المومنین برقعہ پہنے خدمت والا میں حاضر رہیں۔ اور کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتی تھیں کہ اے حی و قیوم خدا۔ اے میرے پیارے خدا۔ اے قادرِ مطلق خدا۔ اے مردوں کے زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔ اے وحدہٗ لاشریک خدا۔ اے خدا میرے گناہوں کو بخش۔ میں گنہگار ہوں۔ اے میرے مولیٰ میری زندگی بھی تو انکو دیدے۔ میری زندگی کس کام کی ہے۔ یہ تو دین کی خدمت کرتے ہیں۔ میری زندگی بھی ان کو دیدے۔ بار بار یہی الفاظ آپ کی زبان پر تھے۔ کسی قسم کی جزع فزع آپ نے نہیں فرمائی۔ اور آخر میں جبکہ انجام بہت قریب تھا۔ آپ نے فرمایا اے میرے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں مگر تو ہمیں نہ چھوڑیو۔ اور کئی بار یہ کہا اور جب آخر میں آمین پڑھی گئی۔ اور دم نکل گیا۔ تو اندر مستورات نے رونا شروع کیا۔ مگر آپ بالکل خاموش ہو گئیں۔ اور ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا۔ اور کہا کہ میرے تو خاوند تھے۔ جب میں نہیں روئی۔ تم کون رونے والی ہو۔ ایسا صبر و استقلال کا نمونہ ایک ایسی پاک عورت سے جو کہ ایسی ناز و نعمت میں پلی ہوئی ہو۔ اور جس کا ایسا بادشاہ اور ناز اٹھانے والا خاوند انتقال کر جائے۔ ایک اعجاز

ہے۔ اسی طرح صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنا پورا صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا۔ اور ہر طرف سے سوائے حی و قیوم کے الفاظ کے اور کوئی آواز نہ آتی تھی۔ یہ سارا نقشہ حضرت اقدس کی قوت قدسیہ کا اندازہ کرنے کے لئے ایک انصاف پسند آدمی کے لئے کافی ہے۔"

(نوٹ) یہ مضمون ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب نے اس وقت لکھا اور میں نے شایع کیا۔ اس کتاب کے موضوع کو ان اختلافی مسائل سے کچھ تعلق نہیں جن میں آج ہمارے بھائی مبتلا ہیں۔ لیکن ان سطور بالا میں ان سب کا حل موجود ہے۔ ام المومنین کا خطاب بجز نبی کی بیوی کے کسی اور کیلئے سزاوار نہیں۔ یہ مسلّمہ امر ہے۔ اور حضرت ام المومنین کے تعلق باللہ اور آپ کی طہارت باطنی کا یہ خاص ثبوت ہے۔ انسان کے ایمان کا کمال یا نقص ابتلاؤں ہی کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے مدارج کی ترقی ابتلاؤں کے ذریعہ ہوتی ہے اور ایسا ہی کیفیات کا ظہور ایسے ہی ابتلاؤں کے وقت ہوتا ہے۔ حضرت ام المومنین کے توکل علی اللہ اور رضا بالقضا کے پرکھنے کا اس سے بڑا کیا واقعہ ہوگا۔ مگر اس ابتلائے عظیم کے وقت آپ نے خدائے حی و قیوم ہی کو پکارا اور اپنی جان کی قربانی پیش کی اور یہ بتایا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ختنہ سنت خادین کرتے تھے

غرض ان الفاظ کو بار بار پڑھو۔ اور غور کرو اس کے ساتھ ہی آپ کی ذریت طیبہ

کے متعلق بھی ڈاکٹر صاحب نے ایک عینی شہادت پیش کی۔ کہ انھوں نے پورے صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا۔ اور ان کے اس عمل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور قوت قدسی کی دلیل ٹھیرایا اور حقیقت یہی ہے مگر آہ!

"معلوم کر کے سب کچھ محرم ہو گئے ہیں"

سیرۃ ام المومنین کے متعلق صحابیات کی روایات اور تاثرات

عزیز مکرم مرحوم محمود احمد عرفانی نے روایات کے ایک کثیر ذخیرہ میں سے بعض روایات حضرت ام المومنین کی سیرۃ و شمائل کے بعض شیون کے اظہار کے لیے سلسلہ اول میں درج کی تھیں اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ اس دوسری جلد میں توضیحی نوٹوں کے ساتھ ان روایات اور تاثرات کو شایع کریں گے مگر خدا تعالیٰ کی مشیت کچھ اور فیصلہ کر چکی تھی۔ اور یہ کام مجھے سرانجام دینا پڑا میں اس دل و دماغ کو کہاں سے لاؤں جو خدا تعالیٰ نے مرحوم کو عطا فرمایا تھا اور نہ میں اس ترتیب کو ملحوظ رکھ سکتا ہوں جو اس کے ذہن میں تھی۔ اس لیے اس باب کے تحت میں ان روایات اور تاثرات کو جمع کر دیتا ہوں جب اللہ تعالیٰ ہم میں سے کسی کو دوسرے اڈیشن کی توفیق دے گا تو اس مواد سے جدید اصول تاریخ و سیرت پر انشاء اللہ العزیز ایک قابل قدر اڈیشن تیار ہو سکے گا۔

پہلی جلد میں ۱۵ روایات مرحوم نے درج کی تھیں۔ میں اس جلد میں نیا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔

وباللہ التوفیق وھو نعم المولیٰ ونعم التوفیق

(خاکسار عرفانی کبیر)

اُستانی سکینۃ النساء صاحبہ کے تاثرات

(تعارفی نوٹ)

محترمہ اُستانی سکینۃ النساء حضرت قاضی اکمل صاحب کی اہلیہ ہیں۔ وہ جب قادیان میں آئی ہیں اس وقت تعلیم نسواں کا بہت ہی کم چرچا تھا۔ میں نے تعلیم البنات کے لئے ایک مدرسہ جاری کیا۔ اُستانی سکینۃ النساء نے اپنی خدمات اعزازی طور پر پیش کیں۔ اور ان کے ذریعہ تعلیم کا عام چرچا شروع ہو گیا۔ پھر انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سیدہ امتہ الحفیظ صاحبہ کی تعلیم کا کام ان کے سپرد ہوا۔ اُستانی سکینہ ایک اہل قلم بی بی ہیں ان کے اکثر مضامین میں نے خود شایع کئے ہیں۔ انھوں نے حضرت ام المومنین کو بہت قریب سے دیکھ کر اپنے تاثرات کا اظہار حسب ذیل کیا ہے۔ (عرفانی کبیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

سیدۃ النساء حضرت اُم المومنین علیہا السلام

مجھے اپنے بچپن میں ہی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خاتونِ جنت

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ظاہری زیارت کا بھی ازحد اشتیاق تھا۔ کیونکہ مجھے امہات المومنین کے اسوۂ حسنہ کی تعلیم و حسن معاشرت کی کافی تعلیم دی گئی تھی۔ نیز میرا ننھیال ایک بہت بڑا علوم دینی کا مخزن اور دادھیال والے صوفی اور فقیرانہ مسلک کے پیر تھے۔ شبانہ روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و سنت کی باتیں ہوتی رہتیں گھر میں دینی مسائل وغیرہ کا ذکر اذکار رہتا اور والدہ صاحبہ مرحومہ کا قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا ہی شغل تھا تو ایسے ماحول میں تربیت ہوئی۔ مجھے رسول کریم صلعم کے گھرانے اور صحابہ کرام کے طرز و طریق سے ایک عشق سا تھا مگر جب یہ سوچتی کہ کئی صدیاں گزر چکیں کہ اصلی اور حقیقی زمانہ نبی عربی صلعم کا نہیں رہا۔ یہ صرف آنحضرت صلعم کی تعلیم ہے تو بہت دعائیں کرتی کہ اچھا یا اللہ خواب میں ہی حضرت امہات المومنین کو دکھا دے اور یہ جو کچھ کہا جاتا ہے کہ امام مہدی علیہا السلام یعنی بروز رسول کریم صلعم کا زمانہ بھی نزدیک ہے اور ہمارے بزرگوں نے یہ قول معتبر فرمایا اور ہمارے خاندان کی بیویاں دن رات منتظر رہتیں کہ حضرت امام مہدی کا ظہور بس اسی صدی میں ہوگا۔ چنانچہ نانی صاحبہ مرحومہ فرمایا کرتیں کہ حضرت مولانا مرحوم (ان کے خاوند) کہہ گئے ہیں۔ امام مہدی پیدا تو ہو گئے ابھی اپنے آپ کو ظاہر نہیں فرمایا اور یہ بات بہت دیر کی ہے۔ قصہ مختصر مجھے شوق تھا، ازحد تھی اور زبردست خواہش کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو کسی طرح دیکھوں اور الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت ام المومنین علیہا السلام یعنی "نصرت جہاں بیگم" میں وہ سب تعریفیں پائیں جو کتابوں میں پڑھی تھیں۔

میں یہاں اپنے ماموں صاحب حضرت فاضل مولوی امام الدین صاحب فیض کے ساتھ یہاں آئی صرف آٹھ دن کے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی پدرانہ شفقت اور مہر و عنایات نے ہمیں رکھ لیا اور دین کی خدمت کا بھی موقعہ ملتا رہا (کیونکہ مدرسۃ البنات ۱۰ سال کم و بیش پڑھاتی رہی) اور اپنی دیرینہ آرزو بھی بہت کچھ پوری ہوگئی۔ الحمد للہ کہ محترمہ حضرت ام المومنین علیہا السلام کی بابرکت اور سعید مجلس میں سے بہت سی روحانی بیماریوں اور غفلتوں اور سستیوں سے نجات

حضرت عائشہ ام المومنین

پائی۔ ثم الحمد للہ جو کچھ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حالات میں پڑھا تھا وہ ہی حضرت نصرت جہاں بیگم میں پایا۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام ایک بے نظیر اور بے بدل خاتون ہیں اور آپ کی واجب التعظیم اور قابلِ احترام ذات گرامی احمدی خواتین کے لئے حسنات دارین اور فلاح و بہبودی کا موجب ہے۔ دینی لحاظ سے بھی اور دنیاوی سے بھی آپ اگر دین داری کا کامل نمونہ ہیں تو دنیا اور خانہ داری کے معاملات میں بھی ایک بے مثال مدبر اور قابلِ تقلید خاتون ہیں۔ دین داری میں تو ایسی عادات ہی بنا رکھی ہیں کہ جو حقیقی اور اصل طور سے نبی کی بیوی کو زیبا ہیں۔ میں نے ہر طرح خفیہ طور سے بھی اور ظاہری طور سے دیکھا اور غور کیا ہے مگر آپ کی معاشرت میں کبھی کوئی خلاف شرع محمدی کام نہ دیکھا حتیٰ کہ مذاق میں بھی شرع کے خلاف کوئی لفظ بھی منہ سے نکالتے نہ سنا۔ شدت غم میں بھی خاموشی اختیار کی اور بس اب میں آپ کی حسن معاشرت اور عادات خوشی اور غمی میں سے چند ایک اصلی واقعے لکھوں گی۔ اس سے معلوم ہو سکے گا کہ آپ کو اپنے اللہ تعالیٰ پر اور دین محمد رسول اللہ پر کس قدر یقین اور بھروسہ ہے اور آپ پر صحبت صالحہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ کا کتنا بڑا اثر ہے۔

حضرت ام المومنین اور خانہ داری

سیدہ عالیہ کا گھر نہایت صاف ستھرا۔ آپ کو سلیقہ سے سب چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھنے رکھوانے کا خاص مذاق ہے۔ کھانا بہت ستھرا سادہ بھی اور پر تکلف بھی خود اپنے ہاتھ سے بعض وقت پکا لیتی ہیں۔ برتن صاف، باورچی خانہ عمدہ طور سے سجا ہوا اس کی چیزیں صفائی اور ستھرائی میں بے نظیر ہوتی ہیں پہلے پہل تو باہر کے مہمانوں کی روٹی بھی خود ہی پکا کر باہر بھجواتی رہیں پھر لنگر قائم ہو گیا تو خود نہ پکانی ہوگی اور اب بھی کئی بار میں نے دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں خود ہی چولھے کے آگے بیٹھ جانا اور ہانڈی پکانا آٹا گوندھنا حالانکہ خدمت گاریں بھی پاس ہی بیٹھی ہوتی

ہیں۔ ایسی شاندار ہستی جس کے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے وقار اور رعب کی خاتون کبھی باورچی خانے کی طرف جانا خلاف وقار و شان کے نامناسب بات جانتی ہوگی درحقیقت ہیں بھی تو ایک دہلی کے عالی وقار خاندان کی فرد آپ کا نورانی چہرہ ہی دیکھ کر تعجب میں ڈال دیتا ہے کہ ایسی باحوصلہ اور پُروقار خاتون کھانا خود پکا رہی ہے۔ یہ سب کچھ حضرت عالیقدر شوہر محترم علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کی خوشنودی کے لئے گوارا کیا تھا۔

آپکا لباس اور کپڑے

آپ کا لباس نہایت نفیس صاف اور سادہ اور پردے کے لحاظ سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ یعنی نہ تو نئے فیشن کا نہ اس میں کوئی نئی جدت۔ کوئی کپڑا ایسا باریک یا پتلا میں نے تو ان کو گذشتہ تیس سالوں میں نہیں پہنتے دیکھا جس سے باقاعدہ پردے کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔ کرتے کی آستینیں کبھی کم دیکھی ہیں۔ اچھی طرح لمبی آستینوں کی قمیص [illegible] اگر ململ باریک ہو تو نیچے بنیان اور پردہ داری ہوتی ہے۔ اب [illegible] سے اعلیٰ [illegible] ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کا دیا ہوا [illegible] اپنی جناب سے جب دیتا ہے تو پھر کیوں نہ استعمال کیا جائے [illegible] عطر یا عورتوں کے سنگار کی چیزیں جو عورتیں کرتی ہیں حلال [illegible] حضرت [illegible] نے فرمایا ہے مجھے خوشبو اور عورت پسند ہے [illegible] سنگار کرنا [illegible] رسول اللہ ہے۔ بال کسی قسم کے بنے ہوئے نہیں۔ جوانی میں بھی بالکل سیدھی مانگ رکھتی تھیں۔

اُم المومنینؓ کی دینداری

میں نے آپ کو اعلیٰ طریق سے بہت عبادت گزار پابند نماز تہجد اور نوافل کو دلی توجہ سے ادا کرتے دیکھا اور صحیح اسلامی رنگ میں نہایت درد و سوز و گداز سے نماز ادا فرماتے دیکھا۔ نمازوں میں دعائیں مانگتے سنا۔

علالت کی وجہ سے روزے اگر خود نہیں رکھ سکتی ہیں تو [illegible] ایک غریب کو

صالحہ عورتوں کو خاص اپنا کھانا دے کر روزے رکھوائے۔ حج بدل دو تین بار اپنی طرف سے کروایا ہے۔ صدقہ و خیرات میں سب سے زیادہ حصہ لیتی ہیں۔ چندہ اپنی خاص جیب سے ادا فرماتی ہیں۔ یعنی ہر ایک نئی تحریک یا ضرورت قومی کا چندہ بلکہ کئی دفعہ یہ ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت ام المومنین زینبؓ چمڑہ رنگ کر قومی ضروریات میں چندہ ادا فرماتی تھیں۔ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ کوئی ایسا ذاتی محنت کا کام کر کے چندہ دوں کہ ثواب زیادہ ملے۔ تحریک جدید میں ہزاروں روپے چندہ ادا فرمایا ہے۔ ہماری امۃ الحی لائبریری میں بھی چندہ دیا تو کسی نے عرض کیا کہ حضرت عالیہ آپ کے لئے ہی تو کتابیں ہیں آپ کو چندہ دینے کی کیا ضرورت فرمایا یہ ثواب کے لئے ہے۔

آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت قدر فرماتے۔

حضرت اقدس حضرت ام المومنینؓ کی بہت زیادہ عزّت و احترام اور قدر فرماتے ایک تو حضور اعلیٰ کو الہام بھی ہوئے اور سیّد زادی کی نسل بڑھنے کی بشارت بھی فرمائی اور خدیجۃ الکبریٰ نام رکھا اور پھر حضرت اقدسؑ سا رحیم کریم النفس انسان دنیاوی باتوں میں بھی خاطر ملحوظ نہ رکھتا یہ ناممکن۔ ایک دفعہ حضرت اماں جان نے یہ واقعہ سنایا کہ میرا جی چاہا کہ مبارکہ بیگم (جب کہ چھوٹی سی تھیں) کے لئے ایک بنارسی دوپٹہ بناؤں اور ایک بہو صاحبہ کے لئے (اُمّ ناصر احمدؓ) جس کا شاید رخصتانہ بھی تھا تو حضرت اقدس سے کہا کہ لاہور قریشی صاحب کو لکھیں دو عمدہ سائیز کے بھیج دیں آپ نے فرمایا کتنا روپیہ درکار ہو گا تو عرض کیا کہ دو تین سو میں آ جائیں گے۔ فرمایا اتنا روپیہ تو میرے پاس نہیں فی الحال بہو کا بنا لیں۔ مبارکہ کو پھر منگوا دیں میں نے تسلیم کیا اور کہا اچھا جیسا آپ کی مرضی تو آپ خط لکھنے لگے اور دریافت فرمایا کہ کتنا کپڑا لکھوں؟ میں نے کہا نو گز بنارسی کپڑا لکھیں۔ آپ نے نہایت سادگی سے اپنی حالت (ذوق) میں لکھ دیا جب کپڑا آیا تو تین دوپٹے بن گئے ایک مبارکہ بیگم کا اور دو دونوں دلہنوں کے

پھر جب حضور والا نے روپے ادا کر دیئے تو کچھ دیر بعد بتایا گیا کہ لوچی تین دو پٹے بن گئے۔ اس وقت حضرت اقدس کو بتایا گیا کہ تین گز کا ایک دوپٹہ ہوتا ہے تو حضرت مسکرا کر خاموش ہو گئے اور فرمایا (اچھا) اس بات سے جتنا حضور اقدس کا استغنا دنیا سے ظاہر ہوتا ہے۔ اتنا ہی اماں جان کا تدبر اور لیاقت۔

حضرت ام ناصر احمد صاحب نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ حضرت اماں جان بیمار تھیں اور حضرت اقدس تیمار داری فرماتے کھڑے دوائی پلا رہے تھے اور حالت اضطراب میں اماں جان کہہ رہی تھیں ہائے میں تو مر جاؤں گی آپ کا کیا ہے بس اب میں مرچلی ہوں تو حضرت نے آہستہ سے فرمایا "تو تمہارے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ ایسی ایسی دل نوازی کی ہزاروں باتیں ہیں۔

اماں جان صابر و شاکر

حضرت ام المومنین علیہا السلام نہایت رقیق القلب ہیں۔ کئی ایک غریب لڑکیوں کے بیاہ کے رخصتانہ کے وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو میں نے خود دیکھے ہیں کسی کی مصیبت کا حال سن کر نہایت دردمند ہو جاتی ہیں مگر جب کسی اور کو تسلی یا تشفی دینی ہو بہت بہادر بہت مستقل مزاج دیکھا ہے چنانچہ اس کی نسبت مجھے دو واقعے تو اچھی طرح یاد ہیں۔ (۱) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا پہلا بچہ میاں حمید احمد مرحوم ہنستا کھیلتا یکدم فوت ہو گیا تو اس کی والدہ نے پہلے تو ذرا صبر رکھا۔ آخر ایک دل دوز آہ اور چیخ ان کے منہ سے نکلی۔ ہم سب پاس ہی بیٹھی تھیں۔ آخر اماں جان باہر صحن سے اندر کمرہ میں تشریف لائیں اور اپنی بہو کو گلے لگایا اور فرمایا ہار رونا نہیں چیخ مارنا بیتاب ہونا یہ تو اللہ تعالیٰ اپنے محسن اور خالق سے لڑائی ہے کہ "تو نے ہمارا بچہ لیا کیوں" وہ حکیم و علیم ہے اگر نہ دیتا تو اس پر کیا شکوہ اور اگر ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ یہ بچہ ہمارے ہاں رہتا تو اس کی یہ عین حکمت ہے۔ اس نے ایک نعمت کے لینے پر بشرط صبر رضا بالقضا

مزید نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس صبر سے کام لو۔ بے صبروں پر یہ وعدہ پورا نہ ہوگا۔ یہ سنکر والدہ مظفر احمد سلمہٗ تو خاموش ہوگئیں اور میں گھنٹوں ان فقرات پر سر دھنتی رہ گئی۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب خدا تعالیٰ نے پانچ لائق اور نیک و سعید لڑکے والدہ مظفر احمد کو عطا فرمائے ہیں۔ اسی طرح نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک بچی محمودہ نام کوئی آٹھ دس دن کی ہو کر فوت ہوگئی اور صاحبزادی صاحبہ مذکورہ ہیں کہ حضرت اقدس اپنے ابا جان کی تصویر آگے رکھے خاموش لیٹی ہیں گویا کہ چپ لگ گئی نہ بولیں نہ چالیں نہ کھائیں پئیں نہ اٹھیں حالانکہ ان کی طبیعت ہر وقت نہایت بشاش اور شگفتہ رہتی ہے۔ چہرہ سے ہر حالت میں بظاہر خوش مزاجی ظاہر ہوتی ہے تو اسوقت کسی نے السلام علیکم کہا تو وعلیکم السلام کہہ دیا اور پھر چپ اماں جان گئے ہیں سامنے بیٹھی تھی تو مبارکہ بیگم صاحبہ کی حالت دیکھ کر مجھے فرمایا کہ بعض انسان خدا کیوں بنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ جو میری مرضی تھی وہ کیوں نہ ہوا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مرضی پر راضی رہے کہ وہ مالک اور خالق ہے اب دیکھو بچی اللہ نے بلائی۔ تو اس کی ماں اللہ تعالیٰ سے روٹھی ہے کہ اسے کیوں لے گیا یہ تو صبر نہ ہوا صابر کو اللہ تعالیٰ کہتا ہے "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ" پھر تو سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کو گویا شعور آگیا اور لگیں کہنے کہ نہیں اماں جان صرف یہ صدمہ مجھے ہوا کہ بچی کی ننھی سی جان تھی ڈاکٹر نے دو ایک ٹیکے کیے تو اسے سخت تکلیف ہوئی اور وہ میرے سامنے تڑپتی رہی اللہ تعالیٰ پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ استغفر اللہ دراصل اماں جان نے یہ تشفی و تسلی کے لئے کہا تھا۔ میں نے تو اس سے یہ سبق حاصل کیا کہ غمناک انسان سے ہمدردی غم انگیز باتیں کرکے نہ کرنی چاہیے۔

آپ کا اپنی بہوؤں اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

اماں جان محترمہ نے اپنے والدین اور اپنے دونوں بھائیوں کو یعنی حضرت میر محمد اسمٰعیل و میر محمد اسحٰق کو اپنے پاس، اپنے گھر میں ایک ہی جگہ رکھا ہے

حضرت نانی اماں مرحومہ مغفورہ کی ایسی خدمت کرتے ہم نے دیکھا کہ کم از کم ہندوستان میں تو
ایسی مثالیں کم ملیں گی۔ حضرت نانی اماں کو اپنے وطن دلّی سے بیحد پیار تھا اور ان کے بعض غیر
احمدی رشتہ دار کبھی آتے تو ہماری اماں جان کے گھر اسی طرح خاطریں ہوتیں کہ ایسی تواضع
خود نانی اماں بھی شائد نہ کر سکتیں۔ پھر والدین بھی اپنی قابلِ عزت بیٹی کی یوں خاطر کرتے جیسے
کہ مرشد کی حرم کی کرنی چاہیئے۔

حضرت ام المؤمنین مدظلہا کا اپنے سسرال والوں سے سلوک نرمی و محبت عزت و
احترام کا برتاؤ۔ کٹر مخالف مغلوں کی بیگمات نے بھی آپ کا حسن سلوک اور نیک برتاؤ دیکھ کر
ہمیشہ اماں جان یا بیوی صاحب کر کے سراہا اور سب بیگمات مریدوں کی طرح آپ کا
عزت و احترام کرتیں۔ اپنی بہوؤں سے آپ کا ایسا عمدہ اور اعلیٰ حسن سلوک ہے کہ
بابد و شاید اور ایسی شفقت اور محبت سے آپ نے اپنی آٹھ دس بہوؤں کو دیکھا کہ
ان کے ماں باپ بھی ایسا نہیں کر سکتے تھے کبھی کوئی اعتراض یا کسی قسم کا دباؤ ان پر نہیں رکھا
بلکہ ان کو بیٹیوں کی طرح آزاد رکھا۔ سیر کو ساتھ لیجانا ان کی خبر گیری رکھنا ہر قسم کے آرام و آسائش
کے اسباب مہیا کرنا یہ ہر ایک ساس کہاں کر سکتی ہے مگر اس بے مثال خاتون نے کیا۔

آپ کا علمی شوق

آپ کو تعلیم دینے دلوانے کا از حد خیال اور ذوق ہے کتابوں کے
مطالعہ سے تو بہت ہی زیادہ دلچسپی لیتی ہیں اور انہیں کے ذوق
علمی کا اثر ہے کہ اب پوتے پوتیاں پڑپوتے پڑپوتیاں تک اسی
ذوق علمی میں محو ہیں۔ پہلے پہل مدرسۃ البنات میں ہر قسم کی دلچسپی لی اور بہت کچھ امداد
بھی فرمائی۔ اپنی ملازم لڑکیوں کو اسکول بھیجا۔ ان کے اخراجات قلم دوات کتابیں وغیرہ خود ادا
کرتی رہیں اور اب "نصرت گرلز اسکول" خدا کے فضل و کرم سے آپ کے ہی دم قدم کی
برکت سے ترقی پذیر ہوا ہے۔ ورنہ کہاں گورداسپور کے ضلع میں قادیان ایسا علم سے دور
تہذیب سے بے بہرہ گاؤں اور اس کے رہنے والی نہایت پھوہڑ عورتیں کہ دو دو سال تک

اپنے کپڑے خالی پانی سے بھی نہ دھوئی تھیں۔ یہ بھی ایک عجائبات زمانہ کی بات ہے مگر ایک پاکباز اور طاہرہ خاتون نے گویا غلاظت سے ثمر دار میوہ پیدا کیا۔ اللھم زد فزد بلجنہ اماء اللہ بھی آپ ہی کی شروع کی ہوئی ہے۔

آپکی علمی قدردانی

گو آپ کی تعریفیں اور وصف سیرت اگر لکھنے ہوں تو ہزاروں ہزار صفحے چاہیئے۔ مگر شیخ صاحب کی کتاب میں شائد زیادہ گنجائش نہ نکل سکے اس لئے میں نے اپنی طرف سے بہت مختصر لکھا ہے مگر یہ لکھنے سے نہیں رک سکتی کہ آپ علم کی بے بدل قدرداں بھی رہیں اپنے بچوں کی آمین یعنی قرآن کریم کے ختم پر خاص خوشی اور تقریبیں جو کی ہیں وہ صرف جماعت کے احباب کو بلا کر دعوتیں ہی نہیں کیں بلکہ استادوں اور استانیوں کو بھی انعام و اکرام عطا فرمائے۔

چنانچہ میرا اپنا اس معاملہ میں آپ کے احسانات و اکرامات سے سر اٹھ نہیں سکتا۔ حالانکہ یہ ناچیز ایک ذرہ بے مقدار ایسی قابل قدر اور محترم علمدوست خواتین کے سامنے کیا حیثیت رکھتی تھی۔ میں پہلے پہل جب آئی ہوں تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی کے ماتحت مدرستہ النبات میں کام پڑھانے کا شروع کیا۔

مہمان نوازی اور غرباپروری

حضرت مخدومہ معظمہ حضرت اماں جان کی یہ ایک خاص صفت ہے کہ مہمان نوازی اور غربا پروری میں نہایت ہی بہرہ رکھتی رہیں۔ اگر گھر میں ہوں کھانے کی وقت کوئی بھی عورت آجائے ان کو کچھ نہ کچھ کھلا کر تسلی پاتی ہیں۔ غربا پروری کا یہ وصف ہے کہ غریب عورتوں کے گھروں پر جا کر ان کا دکھ درد سننا، ہمدردی کرنا کسی کے درد و غم میں شریک ہونا بیماروں کی مزاج پرسی اور ان کو دوا اور دعا سے مدد پہنچانا آپ کی عادت ہے۔

آپکی طبیعت خوش طبعی کو پسند کرتی ہے

میں اس بات کی ہرگز قائل نہیں کہ نیک و سعید فطرت انسان کبھی اگر ہنستے ہی

ہیں تب وہ صوفی اور مومن اور سنجیدہ معقول وغیرہ ہوتا ہے نہ یہ شرمایہ کوئی عیب کی بات ہے کہ
مذاق اور ہنسی کی بجائے ہر وقت رونی صورت ہی بنائے رکھے یا رعب جتانے کے لئے ہر وقت
قہری و غضب آلود چہرہ بنائے رکھے۔ بلکہ خوش اخلاقی اور نرمی بشاشت اور مسکراہٹ والا
چہرہ جنّتی اور فردوسی نشان ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت ام المومنین اکثر وقت خوش اور
بشاش رہتی ہیں۔ بلکہ غمزدہ اور افسردہ انسان کو آپ کی مجلس میں جا کر یا آپ سے مل کر
ایسی روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے کہ سارے رنج و غم کے ولدر دور ہو جاتے ہیں آپ کی مہربانی
اور نرمی کی گفتگو ہمدردی و غمگساری سے نصیحت کرنا سارے الم دور کر دیتی ہے اس کا
لطف وہی لوگ جانتے ہیں جن کو کبھی حضرت موصوفہ کی بے تکلف مجلس کا اتفاق ہوا۔ اس پر
مجھے یہ واقعہ یاد آگیا کہ ایک دفعہ آپ کے صحن میں بہت سی عورتوں کا مجمع تھا۔ شائد کسی کے
بیٹے یا اولاد کے ماتم کے متعلق عورتیں باتیں کرتی جاتی تھیں کہ آپ کی خادمہ قدیم مائی فجو مرحومہ
(اللہ تعالیٰ اسے بخش دے) آگئی اس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ بچاری کی دو لڑکیاں ہی تھیں تو
کسی عورت نے اسے کہہ دیا دیکھو اس بچاری کا بھی کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ لڑکا کوئی نہیں ہے وہ
نہایت غمزدہ ہوئی اور گویا رونے لگی اتنے میں اندر سے حضرت ام المومنین تشریف لائیں
اور دریافت فرمایا کیا ہوا۔ فضل بی بی کیوں رونا منہ بنایا ہے۔ اس نے بتایا کہ بیوی جی میرا
لڑکا کوئی نہیں۔ کون میرا وارث ہوگا اور قبر پر فاتحہ پڑھے گا۔ آپ نے فرمایا کون کہتا ہے
تیرا بیٹا نہیں۔ اس نے اشارہ کیا کہ یہ سب کہتی ہیں آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ مائی فجو
کا ایسا چاند سا بیٹا ہے جو ساری دنیا کو روشن کر رہا ہے کون کہتا ہے۔ اس کا بیٹا نہیں۔ اتنے
میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نماز پڑھا کر مسجد سے آگئے اور صحن میں سے گزر کر اپنے گھر تشریف
لے گئے تو آپ نے پھر فرمایا دیکھا۔ اس کا بیٹا سب حیران خاموش ہوگئیں (مائی فجو نے حضرت
خلیفۃ المسیح ثانی کو کھلایا تھا) یہ مائی فجو کی دلنوازی ساری عمر تک اسے خوش کرتی رہی اور
اسے بہت بڑا فخر ہوگیا کہ میرا بیٹا چاند ایسا ہے آپ کی خوش وقتی اور تفریح سیر کو جانا ہوتی ہے۔

اور وہاں کسی سایہ دار جگہ یا اپنے باغ میں اپنے ساتھ والیوں کو کھلانا پلانا پھل تازہ پانی اچار چٹنی سے روٹی وغیرہ کھانا۔

غرض کہ حضرت ام المومنین مجموعہ حسن و خوبی اور ایک مجسم مادر کی شان رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کی خواتین کیلئے اس بار رحمت و شفقت بھری گود والی پاک دامن اور مستجاب الدعوات ماں کو دیر تک زندہ و سلامت رکھے اور اس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی نورانی فیض کو اتنی دیر تک جاری رکھے کہ ہمارے ایسے کئی بہن بھائیوں کی روحیں صدیق اور شہید، پاکیزہ اور متقی لوگوں کا درجہ پائیں اور احمدیت واسلام کی شان اتنی ترقی کرے کہ صدیوں تک یہ فیض احمدیت اور غلبہ روحانی کم نہ ہونے پائے۔ آمین

ناچیز طالب دعا

سکینۃ النساء

از قادیان دارالامان

اُمّ محمود عرفانی کے تاثرات

میری امی ۱۹۰۱ء کے اوائل میں حضرت والد صاحب عرفانی کبیر کے ساتھ ہجرت کر کے قادیان آگئی تھیں اس وقت دور الامان میں گنتی کے چند آدمی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہتے تھے۔ حضرت ام المومنین میری امی کو بہو کے خطاب سے عزت دیتے تھے اور آج تک اسی نام سے ان کو خطاب فرماتی ہیں۔ حضرت والد صاحب عرفانی کبیر کو بعض اوقات اپنے ذاتی یا سلسلہ کے کاموں کے لئے باہر جانا پڑتا تھا تو والدہ صاحبہ حضرت ام المومنین کے ہاں چلی جاتی تھیں۔ اور

جب تک والد صاحب واپس نہ آتے۔ رات کو وہیں قیام فرما رہتیں اور دن کو گھر آجایا کرتی تھیں۔ میں تو اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ میری پیدائش اکتوبر ۱۸۹۶ء کی ہے اور مجھ سے چند روز پیشتر حضرت عرفانی کبیر نے الحکم جاری کیا تھا اسلئے وہ ہمیشہ محبت سے مجھے الحکم کا چھوٹا بھائی کہا کرتے ہیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کے تاثرات کو میں اسی زمانہ سے شروع کرتا ہوں بلکہ میں نے سیرۃ ام المومنین کا آغاز اسی واقعہ سے کیا ہے جو سیرۃ کے صفحہ ۴ پر درج ہے اور اب سلسلہ میں مکرر درج کرتا ہوں۔

میری بچپن کی زندگی کا ایک واقعہ

(۱)

میری پیدائش اکتوبر ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔ ۱۸۹۸ء میں والد صاحب قادیان ہجرت کر کے آگئے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ وہ اخبار کے کام امرتسر جاتے رہتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدمات کے سلسلہ میں گورداسپور جایا کرتے تھے۔ گھر میں ایک ننھا بچہ اور والدہ صاحبہ ہوتی تھیں۔ اس لئے تنہائی سے بچنے کے لئے حضرت والدہ صاحبہ مجھ کو لیکر حضرت ام المومنین ایدہا اللہ کے پاس چلی جایا کرتی تھیں۔ میری والدہ صاحبہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت ام المومنین ان کو محبت سے "بہو" کے لقب سے پکارا کرتی ہیں۔

میں اگرچہ دو ڈھائی سال کا بچہ تھا۔ مگر گوشت کو بہت پسند کرتا تھا۔ حضرت ام المومنین ایدہا اللہ کے باورچی خانے میں گوشت بھونا جارہا تھا۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا اور ضد کرنے لگا۔ میری والدہ صاحبہ جنھوں نے بارہا ہنستے ہوئے مجھے یہ کہانی سنائی، فرمایا کرتی ہیں کہ میں تم کو اندر روکنے کی کوشش کرتی تھی کہ حضرت ام المومنین کی نظر پڑ گئی۔ فرمایا بہو! بچہ کیوں روتا ہے؟ والدہ نے کہا نہیں جی کچھ نہیں۔

فرمایا۔ نہیں۔ کچھ تو ہے۔ بتلاؤ۔ تب والدہ نے ندامت کے رنگ میں دبی زبان سے کہا کہ بوٹی مانگتا ہے۔ یہ سن کر پکانے والی کو حکم دیا کہ جلدی دو اور اپنے سامنے ایک برتن میں کچھ بوٹیاں نکلوا کر دیدیں۔ میری والدہ صاحبہ تبلایا کرتی ہیں کہ میں وہ گرم گرم بوٹیاں کھاتا جاتا تھا اور منہ سے رال سی ٹپکتی تھی۔ اس واقعہ کا مجھے بارہا لطف آیا۔ اور میں نے اس واقعہ کے اندر بارہا اس ایسر چشمی اور کرم کو دیکھا جو آپ کی فیاضی طبیعت میں موجود تھا۔

(۲)

حضرت ام المومنین نے باوجود اپنے بلند رتبہ اور اعلیٰ شان کے اپنے عمل سے ہمیشہ اسلامی مساوات کا عملی سبق دیا۔ ان کے ہاں یوں تو حفظ مراتب کا خیال رکھا جاتا ہے لیکن اپنے طرز عمل سے کبھی اس روح کو پیدا نہیں ہونے دیا کہ غیر مناسب امتیاز ایسے طور پر پیدا ہو کہ کوئی دوسرے کو حقیر سمجھے یا کسی کو اپنی کمتری کا احساس پیدا ہو جس سے اس کی اخلاقی قوتیں اور شرافت انسانی کے جذبات کچلے جاویں۔ حضرت ام المومنین کے معمولات میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اپنے روحانی فرزندوں کے گھروں میں بھی تشریف لے آیا کریں اور نہایت بے تکلفی سے کسی قسم کے امتیاز کے بغیر مل جل کر ان کی روحانی اور عملی تربیت فرماتیں۔ اور ان کی اہلی زندگی اور بسر اوقات کا عجیب عجیب رنگوں سے جائزہ لیتی رہتیں اور پھر جس کو حاجت مند پاتیں اس کی مدد فرماتیں۔

بہرحال ایک دن جبکہ شیخ صاحب (عرفانی کبیر) امرتسر گئے ہوئے تھے اور اس وقت ہم سید محمد علی شاہ مرحوم کے مکان کی اوپر کی منزل میں بطور کرایہ دار رہتے تھے اور میں حسب معمول دن کو آ کر ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کر کے رکھا کرتی تھی۔ حضرت ام المومنین کے ہاں سے ایک خادمہ آئی اور اس نے کہا۔ مجھے بیوی جی (ان ایام میں آپ کو بیوی بھی کہا کرتے تھے) نے بھیجا ہے۔ اور کہا کہ اماں جان کہتی ہیں۔ آج میں اپنے مریدوں کے گھر کا کھانا کھاؤں گی۔ میں بعض گھروں میں گئی تو انھوں نے عذر کر دیا کہ تیار کر کے بھیجیں گے۔

تب اماں جان نے فرمایا کہ مائی ایک گھر ہے تم شیخ صاحب کے گھر جاؤ (حضرت ام المومنین بے جسطرح میری والدہ کو بہو کے نام سے خطاب فرماتی ہیں۔ حضرت والد صاحب کا کبھی نام نہیں لیا ہمیشہ شیخ صاحب کہکر نوازتی ہیں۔ ان کا ذکر غائب ہو یا حاضر۔ محمود عرفانی) ان کی بیوی فوراً بھجوا دے گی۔ اگر تیار نہ ہو تو بھی عذر نہ کرے گی۔ جب اس خادمہ عورت نے آکر یہ ارشاد فرمایا تو میری والدہ کہتی ہیں۔ مجھے بیحد خوشی ہوئی کہ حضرت ام المومنین میرے گھر کو اپنا گھر سمجھتی ہیں اور مجھ غریب پر اسقدر نوازش اور حسن ظن ہے۔ میں فوراً اٹھی قیمہ پکا کر رکھا ہوا تھا اور آٹا گوندھ کر رکھ چھوڑا تھا کہ شیخ صاحب کے آنے پر گرم گرم تیار کروں گی۔ میں نے جھٹ گرم گرم پھلکے تیار کرکے کھانا بھجوا دیا۔ حضرت ام المومنین نے اس کو کھایا اور اظہار خوشی فرمایا اور یہ بھی کہ میں نے کہا تھا کہ

بہو کے گھر سے ضرور مل جائے گا

(نوٹ) یہ واقعہ معمولی ہے مگر اس میں حضرت ام المومنین کی روح تربیت کا پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ جماعت کی خواتین میں مستعدی اور فرمان پذیری کی قوتوں کو نشوونما دینا چاہتی ہیں اور ان میں اس احساس کا پیدا کرنا مقصود تھا۔ کہ ہم سب ایک ہی وجود کے اعضاء ہیں اور نیز تکلفات سے الگ رہنے کی بھی تعلیم تھی۔

(۳)

میری والدہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں اول اول آئی تھی اس وقت حضرت ام المومنین کا یہ بھی معمول تھا کہ کبھی کبھی موسم بہار میں اپنے باغ تشریف لیجایا کرتی تھیں اور قادیان میں آپ کے خدام جو رہتے تھے ان کی مستورات کو بھی بلا بھیجا کرتی تھیں اور ایک وحدت اور مساوات پیدا کرنے کے لئے ایک ہی قسم کا لباس سب کو پہننے کی ہدایت فرماتیں اور اپنا لباس بھی ایسا ہی رکھتیں جو دوسری خواتین کا ہوتا یعنی وہ یہ کہ قیمتی اور شاندار نہ ہوتا۔ باغ میں موسمی پھل اور کھانا وغیرہ سب مستورات برابر بیٹھ کر اور مل کر کھاتیں۔ ایک مرتبہ ہیرو دائی (ایک پرانی خادمہ) ہمارے گھر میں آئی اور اس نے کہا کہ کل

بیوی صاحبہ باغ جائیں گی۔ سب عورتوں کو چلنے کو حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ گلابی رنگ کے دوپٹے وغیرہ پہن کر آئیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ جا کر عرض کر دو کہ میری بیوی نہیں آسکتی۔ اسے گھر میں کل کام ہے۔ میں تو ابھی خاموش ہی تھی۔ مائی ہرو نے کہا تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ بیوی صاحبہ کا حکم ہے انھوں نے کہا تم نے حکم پہونچا دیا تم میری طرف سے جا کر کہو کہ شیخ صاحب کہتے ہیں گھر میں کل کچھ کام ہے۔

میں نے کہا نہیں مجھے اجازت دیدو میں چلی جاؤں گی ان کو ناراض مت کرو۔ شیخ صاحب نے کہا تم نے کیا سمجھا ہے۔ وہ ہرگز ناراض نہ ہونگی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ غرض دو چار مرتبہ تکرار ہوا۔ آخر وہ چلی گئی اور اس نے جا کر کہا کہ اس کا آدمی نہیں بھیجتا وہ کہتا ہے کہ کل کام ہے۔ حضرت ام المومنین نے سن کر صرف اچھا کہدیا۔ پھر دو تین دن بعد جو میں گئی تو فرمایا

"ہو میں بہت خوش ہوئی۔ عورت کو اپنے شوہر کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اور اس کی خوشی کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے"۔

میں تو اس لئے بلایا کرتی ہوں کہ تم لوگوں کو باہر نکلنے کا موقعہ مل جایا کرے۔ اس دفعہ نہیں تو پھر سہی۔ یہاں تو اکثر دفعہ جانے کا موقعہ ملتا ہے۔ مگر میں تو تم سے بہت خوش ہوئی کہ تم نے اپنے میاں کی فرماں برداری کی۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو بہت ڈرتی تھی کہ آپ ناراض ہول گے۔ مگر شیخ صاحب نے کہا کہ وہ ہرگز ناراض نہ ہوں گی۔ اسپر فرمایا اس میں ناراضگی کی تو کوئی بات نہیں تھی۔

نوٹ: یہ واقعہ حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اپنے شوہروں کی اطاعت اور خوشنودی کے خیال کو ضروری سمجھنے کی تعلیم

عملی رنگ میں دیتا ہے کوئی اور خاتون ہوتی جس کو کسی قسم کا امتیاز حاصل ہوتا اور اس کی کوئی خادمہ یا خادم اس قسم کا جواب دیتا تو اس کے غصہ اور غضب سے بچنا مشکل تھا۔ حضرت ام المومنین تفریح کے لئے مستورات کو اس لئے ساتھ لے جاتی تھیں کہ ان میں ساوات کا رنگ پیدا ہو۔ جھوٹے امتیازات مٹ جاویں اور ان کو اپنے احکام پر بھی اپنے شوہروں کی اس مرضی کو مقدم کرنے کا سبق سکھائیں جو خدا اور رسول کے احکام کے تابع ہو

(۴۳)

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ جب ہم اپنا مکان بنا کر اس میں آ چکے ہوئے تھے بھادوں کا مہینہ تھا۔ حضرت ام المومنین پھرتے پھراتے ہمارے گھر میں تشریف لے آئیں۔ ہمارے گھر کے پیچھے ڈھاب بہت بڑی تھی اور اس میں خوب پانی بھرا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر فرمایا

بچو! مجھے تیر کر دکھاؤ

میرا لڑکا ابراہیم علی عرفانی اور حضرت بھائی عبدالرحمن قادیانی کا بچہ عزیزی عبدالقادر دونوں ڈھاب میں کود پڑے اور دو گھنٹہ تک خوب تیرتے رہے اور حضرت ام المومنین بہت خوش ہوئیں کہ ڈھاب کے پاس رہنے والوں کو تیرنا ضرور آنا چاہیئے۔ میں نے آپ کے اس ارشاد کو سکر فوراً بستر وغیرہ بچھا دیا تاکہ آرام سے دیکھیں۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور آج کھانا یہاں ہی کھائیں۔ فرمایا کہ میں نے تو باغ سے ساگ منگوایا ہے وہ کھاؤں گی تب میں نے عرض کیا ساگ یہاں ہی منگوالیں وہ بھی کھائیں اور یہاں بھی کھائیں۔ فرمایا اچھا میں کھاؤں گی مگر ایک شرط ہے جو تم کھاؤ وہی میں کھاؤں گی۔ میں نے کہا اماں جان یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم نمک مرچ سے کھائیں تو آپ بھی وہی کھائیں فرمایا ہاں ہاں میں بھی وہی کھاؤنگی۔ غرض انھوں نے منظور فرمالیا۔

میں جلد جلد کھانا تیار کرنے لگی اور آپ نے سیدہ ام ناصر اور سیدہ ام ظفر کو بھی بلا بھیجا۔ ہمارے گھر میں بے انتہا خوشی تھی شیخ صاحب پھولے نہ سماتے تھے کہ

حضرت ام المومنین ہمارے گھر میں مہمان ہیں

کھانا کھا کر فرمایا بہو تم نے کھانے میں کیا ڈال دیا تھا ایسا لذیذ تھا کہ پیٹ کہتا بس کر منہ کہتا کھائے جا۔ آپ کی عادت میں یہ داخل ہے کہ اگر کوئی چیز خراب بھی تیار ہوئی ہو تو بھی اس کی تعریف فرمایا کرتی ہیں۔

(نوٹ) اس واقعہ سے آپ کی سادہ زندگی اپنے روحانی بچوں کے گھروں میں محبت و اخلاص پیدا کرنا اور ان میں وقار کو لئے ہوئے بے تکلفی پیدا کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی روحانی اولاد کے ہر فرد کے دل میں اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ انھیں

اپنی اولاد کی طرح ہی عزیز سمجھتی ہیں

اور مہمان نوازی کی ایسی تربیت دے رہی ہیں کہ غیر ضروری تکلفات کو مقدم نہ کر لیا جاوے۔ رشتۂ محبت کو مضبوط کرنے کے لئے اسی چیز کی ضرورت ہے۔

(۵)

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ

ایک مرتبہ ہم حضرت ام المومنین کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں میاں محمود احمد (حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) جو اس وقت چھوٹے بچے تھے ایک ربڑ کا سانپ لئے ہوئے آ گئے اور اسے چھوڑ دیا۔ مارے دہشت کے میرا تو رنگ زرد ہو گیا اور میں کانپ گئی حضرت ام المومنین نے میری طرف

دیکھا اور پھر میاں صاحب کو کہا میاں محمود! یہ تمھارے استاد کی بیوی ہیں تم نے یہ کیا کیا۔ میاں صاحب کہنے لگے اماں مجھ سے بھول ہوگئی۔ پھر اماں جان نے مجھے دلاسہ دیا کہ بھو یہ تو ربڑ کا سانپ تھا۔

نوٹ :۔ یہ واقعہ حضرت امیر المومنین کی پاکیزہ فطرت کا بھی ایک مظاہرہ ہے کہ ایک معمولی سی بات پر بھی اپنی غلطی کا اقرار کر لیا۔ اور کسی قسم کی بڑائی اور شان کے خلاف نہ سمجھا۔ دوسری طرف حضرت ام المومنین کی تربیت اولاد کا بھی بہترین سبق ہے کہ استاد اور اس کی بیوی کا ادب کسی طرح ملحوظ رکھنا چاہیئے۔
حضرت والد صاحب قبلہ کے ایک واقعہ کو بیان کئے بغیر میں آگے نہیں جا سکتا میرے دل میں اس کے لئے ایک محبت آمیز اور ایمان افزا جوش ہے۔

حضرت والد صاحب قبلہ نے متعدد مرتبہ باچشم نم یہ واقعہ مجھے سنایا کہ جب حضرت امیر المومنین کی تعلیم کے لئے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمایا تو مجھے گھر سے بلایا۔ چھوٹی سی سیڑھیوں پر سے اندر داخل ہوا۔ حضرت تشریف لائے اور فرمایا میاں یعقوب علی (حضرت اور کسی مجرد نام لے کر کسی کو خطاب نہ فرماتے تھے) آپ میاں محمود کو پڑھایا کریں اور میں آپ کی خدمت بھی کروں گا (حضرت والد صاحب جب یہ واقعہ بیان کرتے ہیں تو وہ رو پڑتے ہیں اور ان کا جی بھر آتا ہے کہ آقا خادم سے اس طرح خطاب فرمائے) والد صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو میرے لئے اور میری نسل کے لئے عزت و سعادت ہے کہ مجھے اس خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ فرمایا نہیں استاد کی خدمت بھی کرنی چاہیئے۔

غرض یہ کہہ کر حضرت امیر المومنین (اس عہد کے میاں محمود) کو بلا کر مسجد مبارک میں میرے سپرد فرمایا اور آپ اندر تشریف لیجا کر بیت الفکر میں سے ہو کر ہاتھ میں ایک کشتی جس میں چار بسکٹ وغیرہ تھے لیکر نمودار ہوئے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں تو شرم سے آب آب ہو گیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ

حضور نے کیوں تکلیف فرمائی

فرمایا استاد کی خدمت ضروری ہوتی ہے اور اس طرح بچوں کو بھی سمجھ آتی ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ غرض حضرت ام المومنین کے اس واقعہ میں وہی روح کارفرما ہے آپ دوسروں کی دلداری اور تسلی کے لئے فی الحقیقت ایک شفیق ماں ہیں۔

(۶)

والدہ صاحب فرماتی ہیں کہ اس زمانہ میں ہمارا مکان حضرت ام المومنین کو بہت پسند تھا وہ کھلا تھا اور اس کی پشت پر بڑا چبوترا تھا اور کیکروں کا گھنا سایہ تھا۔ نیچے ڈھاب بہتی تھی اسلئے آپ اکثر تشریف لے آتیں۔

ایک دفعہ آموں کا موسم تھا۔ آپ کے ساتھ بہت سی عورتیں بھی تھیں۔ آپ تشریف لائیں میں نے آم پیش کئے۔ آپ نے اور ہماری بہنوں نے ملکر کھائے اور پھر فرمایا میں گدڑ کشمیری کے گھر جاؤں گی (گدڑ کشمیری کا اصل نام امام الدین تھا وہ اگرچہ احمدی نہ تھا مگر حضرت صاحب کا ہمیشہ ادب کرتا اور حضرت صاحب ہی کہتا اس کا بڑا بھائی بھی مخالف تھا مگر وہ عقیدہ کے اختلاف سے آگے نہ جاتا تھا۔ اس کا بیٹا اب احمدی ہے مگر امام الدین کے بیٹوں کے حصہ میں یہ سعادت نہیں آئی)

میں نے سنا ہے کہ اس کے گھر میں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جس کا منہ وغیرہ کچھ نہیں چنانچہ حضرت ام المومنین وہاں تشریف لے گئیں مگر وہ لڑکی فوت ہو چکی تھی۔

نوٹ:۔ حضرت ام المومنین غیر احمدیوں کے گھر میں بھی چلی جایا کرتی تھیں اور اپنی اپنی تقریبوں میں حضرت اقدس بھی ان کو دعوت دیا کرتے تھے آپ ان لوگوں کو اپنی رعایا کے افراد سمجھ کر ان سے ہمیشہ سلوک کرتے رہتے اور ان کی سختیوں اور مخالفتوں کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ حضرت ام المومنین کی شفقت عامہ کا یہ واقعہ شاہد ہے۔

(۸)

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ تمھارے ابا امرتسر گئے ہوئے تھے۔ میں دن کو حضرت اماں جان کے ہاں چلی گئی۔ مرحوم محمد افضل خاں کی بیوی سردار بیگم کہنے لگی۔ محمود کی اماں تم بھی میاں محمود کو کہانی سناؤ۔ میں نے کہا تم تو اردو میں کہتی ہو۔ میں پنجابی بولتی ہوں۔ میاں اسے کیا سنیں گے۔ میں نے کہانی کہی میاں نے سن کر کہا بہت اچھی کہانی ہے۔

دوسرے دن پھر گئی تو میاں حضرت اماں جان کی گود میں آکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے اماں جان محمود کی اماں آگئی۔ تم ان کو کہو کہانی سنائے کہو اماں جان۔ اماں جان نے فرمایا ہوا تم کو خیال نہیں آتا۔ میرا بچہ کیا کہہ رہا ہے۔ میرا بچہ کہانی کو کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا اماں جان دن کو کہانی کیا اچھی لگے گی۔ اس پر اماں جان نے فرمایا ہم دن کو ہی سنیں گے۔ میں نے کہانی شروع کی۔ اس اثناء میں حضرت مسیح موعود تشریف لائے اور دریافت فرمایا محمود کی اماں کیا کر رہی ہو؟ اماں جان نے کہا کہانی سنا رہی ہوں حضور نے فرمایا

ہاں ہاں سناؤ بچوں کو کہانیاں سنانے سے عقل بڑھتی ہے

اور کہانی کے بعد اماں جان نے فرمایا ہو! تمھارے منہ سے تو لگتا نہیں کہ تم ایسی اچھی کہانی کہتیں تب ہی تو محمود میاں ضد کر رہے تھے۔

(نوٹ) یہ واقعہ بھی حضرت ام المومنین کے تربیت اولاد کے پہلو کو لئے ہوئے ہے اور خود حضرت امیر المومنین کی سیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے حضرت والد صاحب قبلہ نے سیرۃ مسیح موعود میں کہانیوں کے متعلق بھی بحث کی ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ و تبلیغ کے لئے کہانیوں سے کام لیتے تھے۔

(۹)

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جان

سیر کو گئے اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی کے مکان کے پاس جو بڑ کا پرانا درخت ہے اس کے سایہ میں حضرت ام المومنین تشریف فرما ہو گئیں۔ اس وقت وہاں کوئی مکان نہ تھے صرف ہمارا مکان ہی قریب تھا۔ حضرت ام المومنین نے خادمہ کو فرمایا کہ بہو کو کہو جلد میرے لئے لسی لاؤ۔ میں اس عزت افزائی اور شفقت کا شکر ہی نہیں کر سکتی۔ جھٹ پٹ میں خود لسی اور پراٹھے لیکر گئی۔ حضرت اماں جان نے اور حضور علیہ السلام نے بھی غریب نوازی فرمائی اور دعا دی۔

(نوٹ) یہ واقعات بظاہر بے حقیقت سے معلوم ہوتے ہیں مگر اس سے روزانہ زندگی اور اپنے خدام کی حوصلہ افزائی اور ان کے قلوب میں حقیقی محبت اور اخوت پیدا کرنے کا سامان لئے ہوئے ہیں۔

(۱۰)

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ گزشتہ ۴۵ سال کے واقعات اس قدر ہیں کہ اس کے لئے تو بہت سی کتابیں بھی کافی نہیں ہو سکتی ہیں حضرت ام المومنین کی زندگی ایک نمونہ کی زندگی ہے۔ اور ہر احمدی کے ساتھ ان کا ایسا ہی برتاؤ اور سلوک رہا ہے۔ البتہ ہم لوگ جو ابتدا ہی میں آئے تھے ان کے ساتھ خصوصیت سے حضرت ام المومنین کو تعلق رہا ہے۔ ہم لوگوں نے ان کے گھر کو اپنا گھر سمجھا ان کی صحبت میں جا کر ہر غم اور تکلیف بھول جاتی اور وہ ہر ضرورت کے وقت مادرِ مہربان کی طرح برتاؤ کرتیں۔ میرے بچوں کی پیدائش اور ان میں سے بعض کی وفات پر ہماری خوشی اور غم میں شریک رہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی موجودگی اور تسلی نے غم کو بھلا ہی دیا۔ اللہ تعالیٰ انکی عمر میں برکت دے۔ میں ایک اور واقعہ بیان کر دینا ضروری سمجھتی ہوں۔ اس ابتدائی زمانہ میں یہاں ایک رسم جاری ہوئی کہ عورتیں باہم بہناپا قائم کرتی تھیں اور ان میں سے بعض نے حضرت ام المومنین سے بہناپا کیا اور اس تقریب پر بڑی دعوتیں کیں۔ یہ مرزا خدا بخش اور میاں نبی بخش بٹالوی کی بیویاں تھیں۔ ایک دن

عورتوں نے مجھے بھی کہا کہ تم بھی بہنایا کرو۔ میں نے شیخ صاحب سے جاکر کہا کہ ان کی طبیعت میں ہمیشہ سے کوراپن ہے۔ انھوں نے کہا ہم کو اسلام نے بھائی بھائی بنادیا پھر یہ بھائی چارہ گم ہوگیا اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندہ کیا اگر حضرت صاحب کے ساتھ ہوکر بھی ہم بھائی بھائی اور عورتیں بہنیں بہنیں نہیں تو زردہ اور پلاؤ کی رکابیوں کا بنایا ہوا بہنا پا کہاں رہے گا۔ تمھارا بھائی چارہ احمدی بن کر ہوگیا اس لئے اب اس رسم کی ضرورت نہیں۔ میں نے دوسرے موقعہ پر شیخ صاحب کی بات کو دہرایا کہ میں نے تو اپنے میاں سے کہا تھا انھوں نے یہ جواب دیا۔

حضرت ام المومنین نے سن کر فرمایا شیخ صاحب نے بہت ٹھیک کہا۔ اصل بھائی چارہ یہی ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم تو اس برادری میں شریک ہیں اور وہ زردہ پلاؤ کی بہنیں اور بھائی نکل گئے۔ یہ عبرت کا مقام ہے۔

"میں نے ان روایات کو صرف بعض جگہ اپنے الفاظ میں لکھدیا ہے لیکن اکثر حصہ خصوصاً ارشادات حضرت ام المومنین ہی کے الفاظ میں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یا حضرت امیر المومنین کے ہی ہیں" (عرفانی)

محترمہ امتہ الرحمٰن کی روایات

محترمہ امتہ الرحمٰن مخدومی حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ عنہ قاضی کوٹ کی صاحبزادی ہیں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کئی سال تک خدمت کا موقعہ اور سعادت نصیب ہوئی۔ ذیل میں ان کی روایات کو درج کیا جاتا ہے۔ (عرفانی)

(۱)

محترمہ تحریر فرماتی ہیں میرا باپ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اس پر ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

عاشق تھا ابتدائی ایام بڑے بڑے دکھ اور مصیبتوں کے تھے۔ حضرت والد صاحب بڑے صبر اور حوصلہ سے ہشاش بشاش ان مصیبتوں کو برداشت کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں فرمایا تھا قاضی صاحب آپ کو اس قدر مصیبتیں آئیں گی جیسے پہاڑ پر سے برف گرتی ہے ثابت قدم رہنا ان مصائب میں میں بھی اپنے والد بزرگوار کی شریک تھی۔ جب میں قادیان آئی تو میں چاہتی تھی کہ خدمت کا موقعہ ملے۔ میں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ چار پانچ سال تک خدمت کا موقعہ دیا اس عرصہ میں مجھ پر جو اثر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین کی سیرت کے متعلق ہوا اس کا ذکر کرتی ہوں۔

میں ایک پنجابی لڑکی تھی جو ایسے بڑے گھر کے سلیقہ اور تمدن سے ناواقف تھی مگر اس عرصہ میں کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ مجھ پر حضرت ام المومنین نے کوئی سختی کی ہو یا اظہار ناراضی فرمایا ہو بلکہ مجھ پر ہمیشہ یہی اثر رہا کہ مجھ کو اس طرح حضرت ام المومنین نے رکھا جس طرح مائیں اپنی اولاد کو محبت کے سایہ میں پرورش کرتی ہیں۔

(۲)

اس پانچ سال کے عرصہ میں میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ حضرت ام المومنین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی بات پر خفا ہوئی ہوں بلکہ وہ ہمیشہ حضرت صاحب کا ادب کرتی رہی ہیں اور مجھ سے ایک مرتبہ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میں تو اکثر دعائیں کرتی رہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ محمدی بیگم والی پیشگوئی پوری کرائے۔ حالانکہ سوکن کے متعلق ایک پنجابی شاعر کہتا ہے۔

سوکن ہووے مان بھی ماراں پیٹ چھرا

مگر حضرت ام المومنین دادا حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم سے بھی ہمیشہ نیک سلوک کرتی رہیں۔

(۳)

ایک دفعہ حضرت ام المومنین حمیٰ یا بخار سے بیمار ہو گئیں اور بخار کی شدت بہت تھی حضرت

اماں جان نے اس حالت میں اپنے ہاتھ سے سونے کی ۸ یا ۹ چوڑیاں اتار کر مجھے دیں اور کانوں کے بالیاں بھی اتار کر دیئے کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے ان کو رکھ دو۔ میں نے وہ زیور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صندوق میں رکھ دیا۔ جس میں حضرت اقدس لنگر کے خرچ اور دوسری ضروریات کا روپیہ رکھتے تھے اور اس صندوق کو خود حضرت یا حضرت ام المومنین یا ان کے حکم سے یہ خادمہ کھولتی تھی۔ دو چار دن کے بعد بخار تو اتر گیا مگر دو تین ماہ تک حضرت اماں جان نے وہ زیور طلب نہیں کیا اور جب طلب کیا تو یہ خادمہ وہاں موجود نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرسری طور پر صندوق میں دیکھا اور فرمایا کہ یہاں تو نہیں وہ زیور کم از کم ہزار روپے کا ہوگا۔ حضرت ام المومنین نے کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہیں کی۔ بلکہ میاں شادی خاں مرحوم کی والدہ صاحبہ (جس کو سب لوگ دادی کہتے تھے۔) کو کہا کہ امۃ الرحمٰن کو بلا لاؤ۔ دادی آئی اور اس نے میری خوب خبر لی۔ مگر میں ڈرتی ہوئی آئی۔ اور مجھے اندیشہ تھا کہ معلوم نہیں اماں جان کیا کہیں گی۔ جب میں آئی تو آپ نے مجھے صرف یہ کہا کہ زیور کہاں رکھا ہے۔ میں نے کہا حضرت صاحب کے صندوق میں۔ حضرت ام المومنین نے خود جا کر صندوق کی تلاشی لی تو زیور اس میں سے مل گیا اور اونچی ہنسی سے حضرت مسیح موعود کو کہا کہ

آپ نے صندوق کا اچھا معائنہ کیا آپکی تلاشی نے تو ہم دونوں کو فکر میں ڈالدیا

حضرت صاحب بھی یہ سن کر ہنس پڑے۔

(نوٹ) حضرت ام المومنین کا اعتماد علی النفس اور اپنے خدام پر اعتماد اور حسن ظن کا یہ بہترین واقعہ ہے اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استغراق کا بھی پتہ لگتا ہے کہ آپ ذکر دین میں اتنے مستغرق تھے کہ جس صندوق کو روزانہ کئی مرتبہ کھولتے ہیں اس میں پڑی ہوئی اشیاء کا بھی علم نہیں۔

(۴)

حضرت اماں جان کے گھر میں بہت سی خادمات رہتی تھیں اور حضرت اماں جان ان کی مذہبی پابندی اور نیک کرداری کا ہر طرح خیال رکھا کرتی تھیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل ڈاکٹری پڑھ رہے تھے اور تعطیلات میں آتے تو حضرت ام المومنین ان کے آنے سے پیشتر سب کو حکم دیدیتی تھیں کہ چھوٹی بڑی تمام مستورات ان سے پردہ کیا کریں اس لئے کہ اب ان سے پردہ کا حکم ہے اور وہ ماشاء اللہ جوان ہو گئے ہیں۔

(نوٹ) اس سے احکام دین کے عملی اجرا کے لئے حضرت ام المومنین کا جوش معلوم ہوتا ہے۔ اور نیکی اور تقویٰ وطہارت کے لئے اس حکم پر عمل کرتی اور کراتیں رہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔

(۵)

حضرت اماں جان ہماری دلداری اور دل بہلائی کے لئے بعض نہایت پیاری پیاری باتیں اپنی زندگی کے واقعات کی کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ جب میں نئی نئی قادیان آئی تو میں روشنی کے بغیر نہیں سو سکتی تھی۔ جب میں سو جاتی تو حضرت مرزا صاحب روشنی گل کر دیتے اور میں جب پھر کروٹ لوں تو اندھیرا معلوم ہو اور میں شور کرتی تو پھر حضرت صاحب روشنی کر دیتے کچھ عرصہ تک ایسا ہی رہا۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عادت ہو گئی۔ اور ظاہری تاریکی بھی روشنی سے بدل گئی۔ اور سارے گھر میں ہر جگہ روشنی رہنے لگی۔ ہر ایک کمرہ میں بیت الخلاء میں سیڑھیوں پر غرض سارا گھر روشن ہو گیا۔ اور ایک نوکر اس کام کے لئے رکھا گیا۔ اماں جان اس وقت حضرت صاحب کو حضرت صاحب یا مرزا صاحب کے لفظ سے خطاب فرماتی تھیں۔ چنانچہ اس روشنی کے معاملہ میں ایک مرتبہ فرمایا۔

حضرت صاحب وہ وقت یاد ہے جب آپ کو روشنی میں نیند نہیں آیا کرتی تھی اور اب اگر کونے میں روشنی نہ ہو تو آپ کو نیند نہیں آتی۔

حضرت صاحب یہ بات سن کر خوشی سے مسکرا پڑے۔

(۶)

حضرت اماں جان اکثر دہلی کی زرین جوتی پہنا کرتی تھیں اور دن کے وقت بیت الدعا میں جا کر دعا کیا کرتی تھیں۔ اور آپ کی زرین جوتی باہر دروازے پر ہونے سے ہم سمجھ جاتے کہ حضرت اماں جان اندر دعا کر رہی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت اماں جان نے از راہ کرم و شفقت ایک ویسی ہی زرین جوتی مجھ کو بھی منگوا دی اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دن موقعہ پا کر میں بیت الدعا میں دعا کرنے گئی اور میری زرین جوتی بھی باہر پڑی تھی۔ دادی کو معلوم ہوا تو اسے بہت رنج ہوا کہ امتہ الرحمن کو ایسی قیمتی جوتی مل گئی۔ حالانکہ اماں جان کا گھر خادمات سے بھرا ہوا تھا اور سب کی سب آپ کے حسن سلوک سے خوش اور شکر گزار تھیں کبھی کسی کو ناراض ہونے یا شکایت کا موقعہ ہی نہ آتا تھا۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کیسا پاکیزہ وجود پیدا کیا۔

(نوٹ) " اپنے گھروں میں امرا غور کریں کہ وہ اپنے جیسا لباس اپنے جیسا کھانا اپنے خدام کو نہیں دیتے اور اسے اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں مگر عصر حاضرہ کی اس بلند پایہ خاتون کا دل کتنا وسیع اور شفقت و محبت سے خمیر کیا ہوا ہے کہ اپنی خادمات کے ساتھ اپنے جیسا سلوک فرماتی ہیں۔ خدام و خادمات کو اپنے کنبہ کا ہمیشہ ایک فرد عملاً سمجھتی رہی ہیں۔ اگر کسی نے اچھا کپڑا پہنا ہو تو ہمیشہ خوش ہوتی ہیں۔ یہ سیر چشمی اور وسعت حوصلہ کا ایک زرین واقعہ ہے۔ محترمہ امتہ الرحمن اپنی روایات کو ختم کرتے ہوئے حضرت ام المومنین کی شفقت و کرم کے عملی مظاہرہ سے بے خود ہو گئی ہیں اور وہ آپ کے وجود کو ایک نشان اور خدا تعالیٰ کا خاص فضل یقین کرتی ہیں اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں

انکو اپنی خدیجہ اور اپنی نعمت قرار دیا ہے

اہلیہ ملک غلام حسین صاحب کا بیان

ملک غلام حسین صاحب رہتاس ضلع جہلم کے باشندے ہیں ابتداً وہ لنگرخانہ میں نان پز کی خدمت پر آئے یہاں کی رہایش اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے انہوں نے بھی حصہ لیا۔ حضرت اقدس کی زندگی میں ایک مرتبہ کسی شامت اعمال پر انہیں قادیان سے حکماً جانا پڑا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور اب وہ قادیان میں ایک بڑے کنبہ کے بزرگ ہیں ان کی اہلیہ صاحبہ نے حضرت ام المومنین کی داد و دہش، فیاضی، چشم پوشی اور درگزر کے چند واقعات لکھ کر دیئے ہیں جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱)

محترمہ حسن بی بی (اہلیہ ملک غلام حسین صاحب) بیان کرتی ہیں کہ جب میں پہلے پہل قادیان آئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ٹھہری۔ حضرت ام المومنین نے میرے بچوں کے لئے ایک مٹھائی کا تھال منگوایا اور میرے پرانے کپڑے جو رنگ دار تھے (ان اضلاع میں عام طور پر نیلے رنگ کے کپڑے اس زمانہ میں عورتیں پہنتی تھیں) آپ نے فوراً بدلوا دیئے اور ایک نیا جوڑا اپنا نکال کر مجھے پہننے کو دیا اور آپ دوپٹہ چن کر مجھے دیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر میری کوئی واقفیت نہ تھی محض اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے ایسا حسن سلوک کیا۔

(نوٹ) یہ واقعہ اسلامی تعلیم پر عمل کی روح کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ بی بی ایک خادم کی بی بی تھی اور ایک خادم کی حیثیت سے آئی تھی مگر حضرت ام المومنین کی مہمان نوازی اور فیاضی نے چنین نہ لینے دیا۔ جب تک اس کے بچوں کے لئے مٹھائی اور خواہش کے پرانے کپڑوں کو اتروا کر اپنا

نیا جوڑا خود درست کر کے نہ پہنا دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

خواجہ و ہر عاجزاں را بندہ
بادشاہ و بیکساں را چاکرے

یہی نمونہ حضرت اقدس کی زندگی میں دیکھا گیا کہ کبھی اپنے ایک غلام کی پاسبانی فرما رہے ہیں کہ وہ نیند سے بیزار نہ ہو اور کبھی ایک دوسرے خادم کو اس کے خواب راحت میں پنکھا کر رہے ہیں اور کسی کے سامنے کھانا لا کر رکھتے ہیں۔ اللہ اللہ یہ شان اور یہ عمل۔ یہی روح حضرت ام المومنین کے عمل میں پائی جاتی ہے۔ گویا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کو اپنے آئینہ عمل میں نمایاں کر لیا۔ یہ ایک مثال نہیں ایک خادمہ جو نماز میں آپ کو پنکھا کرتی تھی۔ جب نماز کے لئے کھڑی ہوئی تو ام المومنین نے اس کو پنکھا کرنا شروع کر دیا اور خدا کی ایک شکر گزار بندی کا عملی نمونہ دکھایا۔ (محمود عرفانی)

(۲)

میرے سپرد یہ خدمت تھی کہ میں بھینسوں کا دودھ بلو کر مکھن وغیرہ نکالا کرتی تھی اور پھر مکھن کو گرم کر کے گھی بنایا کرتی تھی ایک دن چار پانچ سیر مکھن برتن میں ڈال کر آگ پر رکھا ہوا تھا اور آگ زیادہ تیز ہو گئی۔ گھی اُبل کر ضائع ہو گیا ایک عورت نے جا کر اماں جان سے شکایت کی کہ حسن بی بی نے گھی گرا دیا۔ آپ نے نہ اس کو کچھ جواب دیا اور نہ مجھے کچھ کہا کہ تم نے کیوں نقصان کر دیا۔

(نوٹ) یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ کا آئینہ ہے۔ گھر میں بعض خادم کوئی نقصان کر دیتے تو آپ کا یہ طرز عمل نہ تھا کہ ڈانٹ ڈپٹ کریں۔ اس کی مثالیں سیرۃ مسیح موعود میں حضرت قبلہ عرفانی کبیر نے لکھی ہیں اور حضرت ام المومنین کی چشم پوشی اور عفو تقصیر کے بیانات اور روایات بھی بہت ہیں۔ اسی کتاب میں آپ کے

ایک خادم چراغ کا بیان درج ہے کہ بازار میں ٹھوکر کھا کر گھی کا برتن اس سے گر گیا اور مٹی ملا ہوا گھی لیکر آیا تو آپ نے کچھ نہ کہا۔

یہ حضرت ام المومنین کی فطرت بلند کا ایک کرشمہ ہے آپ سمجھتی ہیں کہ خادم اور خادمات بھی آخر انسان ہیں ان سے بھی غفلت اور سستی ہو جانی ممکن ہے اور بے احتیاطی سے نقصان ہو جاتا ہے آپ یہ خیال کر کے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو میرے لئے بطور خادم مقرر کر دیا شکر کرتی ہیں اور اس کا ظہور خطا پوشی اور معافی کے رنگ میں فرماتی ہیں۔ یہ دستور العمل آپ کا اس گھر میں آنے سے برابر نظر آ رہا ہے اس وقت تک اس میں فرق نہیں آیا۔ زیادتی ہی ہوئی ہے۔ اللّٰہم زد فزد۔

(۳)

اسی طرح ایک مرتبہ میرے لڑکے احمد حسین نے جو اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ دو تین سیر مٹی کا تیل گرا دیا۔ اس کو یا مجھے کچھ نہ فرمایا۔ ناراضگی کا تو ذکر ہی کیا۔ آپ کی عادت میں داخل ہے کہ جب کسی سے کچھ نقصان ہو جاتا تو ناراضگی کا اظہار نہ فرماتی بلکہ اپنی رحیمانہ طبیعت سے درگزر فرما کر اصلاح کا موقع دیا کرتی ہیں۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ تمام خادمات سے زیادہ مجھ سے محبت کرتی تھیں مگر سچ یہ ہے کہ ہر ایک یہی سمجھتی تھی کہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔

(۴)

جب حضرت امیر المومنین کی آمین ہوئی تو آپ نے سب کے لئے جوڑے بنوائے اور سب سے عمدہ جوڑا مجھے عطا فرمایا کسی نے اس جوڑے کے لئے درخواست کی تو آپ نے اسے فرمایا کہ یہ حسن بی بی کے لئے ہے۔ آپ سب کے ساتھ ہمیشہ خوش خلقی سے پیش آتی ہیں۔ میرے ساتھ اسی وجہ سے بھی سب سے زیادہ اچھا برتاؤ فرماتی ہیں کہ میں نے صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو ایک سال تک دودھ پلایا تھا۔

(نوٹ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی سے پتہ لگتا ہے کہ آپ

رضاعت کا خاص خیال فرماتے تھے. حضرت ام المومنین بھی ان عورتوں کا خصوصیت سے خیال رکھتی ہیں. جنھوں نے کسی بچہ کو دودھ پلایا یا کھلایا ہو. اور اس قسم کی رعایت سوائے ان اخلاق کے نظر نہیں آتی جو نور نبوت سے فیض یافتہ ہوں. (محمود احمد عرفانی)

(۵)

جب ہمیں کچھ عرصہ کے لئے قادیان سے باہر جانا پڑا تو میں نے سفر کے لئے روٹیاں پکائیں اور کافی گھی آٹے میں ڈالا تو ایک عورت نے شکایت کی کہ حسن بی بی نے آٹے میں کافی گھی ڈال دیا ہے. آپ نے اس کو جواب دیا کہ پھر تم کو اس سے کیا اس نے ٹھیک کیا ہے. چشم پوشی اور درگزر کے اس پیکر پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں. (محمود عرفانی)

(۶)

ایک مرتبہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے میرا دودھ پی لیا. حضرت ام المومنین نے مجھے ایک جوڑا کپڑوں کا اور پانچ روپے نقد عطا فرمائے.

(نوٹ) میں حضرت ام المومنین کی فیاضیوں اور داد و دہش کو دیکھ کر انھیں اطول الید (یعنی لمبے ہاتھ والی) ماں کہا کرتا ہوں. غربا اور یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری پرورش اور ان کی زندگی کے لئے بہترین تجاویز کرنے کی وجہ سے آپ کا نام ام المساکین ہے. (محمود عرفانی)

مائی امام بی بی صاحبہ کا بیان

مائی امام بی بی مرحوم محمد اکبر ٹھیکہ دار بٹالہ کی بیوہ ہیں. میاں محمد اکبر صاحب سابقون الاولون میں سے تھے اور انھوں نے قادیان ہی میں وفات پائی تھی. ان کی وفات کے بعد مائی امام بی بی

حضرت ام المومنین کی خدمت میں رہ گئیں۔ اکثر آپ کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے کا موقعہ ملا۔ وہ بیان کرتی رہیں کہ حضرت ام المومنین کا سلوک اپنی خادمات سے ہمیشہ ایسا رہتا ہے جیسے ایک مہربان ماں کا اپنی اولاد سے ان کے دکھ سکھ میں شریک رہتی ہیں اور کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں کبھی ان کو حقیر نہیں سمجھا۔ اپنے عزیزوں کا سا سلوک کرتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کا خوف آپ کو ہر وقت رہتا ہے۔ کثرت سے عورتیں آپ کی ملاقات اور زیارت کو آتی رہتی ہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی گھبراہٹ کا اظہار کیا ہو یا چہرہ پر شکن آیا ہو بلکہ ہر ایک سے نہایت محبت اور پیار سے باتیں کرتی ہیں اور کبھی اپنی زبان سے نہیں کہتی ہیں کہ چلی جاؤ۔ ہر ایک کی مہمان نوازی کرتی ہیں۔ گرمی کا موسم ہو تو شربت وغیرہ سے تواضع کرتی ہیں اور کھانا کھلاتی ہیں اور یہ کام خادمات پر نہیں چھوڑتیں بلکہ خود اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں۔

اب تو آپ کی صحت اچھی نہیں رہتی ہے تاہم اب تک آپ کا ایسا ہی عمل جاری ہے۔ بیماری کی حالت میں آپ خاموش رہتی ہیں کوئی چڑچڑاپن وغیرہ جو بیماری کی حالت میں عام طور پر پیدا ہو جاتا ہے بالکل نہیں صبر اور سکون کے ساتھ خاموش رہتی ہیں۔ روزہ کی حالت بھی آپ کا معمول ہے کہ خاموش رہتی ہیں گویا آپ روزہ کی تکمیل میں خاموشی بھی ضروری سمجھتی ہیں۔ خاموشی میں ذکر الٰہی کرتی رہتی ہیں۔ تنہائی اور خلوت کو پسند کرتی ہیں۔

نوکروں سے جو سلوک آپ کرتی ہیں وہ میں نے کسی گھر میں نہیں دیکھا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی ہو۔ یا حقارت سے اس کا نام لیا ہو۔ میں نے اتنے لمبے عرصہ میں کبھی کسی نوکر پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا کسی سے کچھ نقصان ہو جائے تو ہمیشہ درگزر فرمایا۔ میں نے کسی کو جھڑکی دیتے بھی نہیں دیکھا۔ ہمیشہ غریبوں اور مسکینوں کی پرورش کی جن کا کوئی سہارا اور آسرا دنیا میں نہ تھا۔ آپ کے ہاں اس کو آسرا مل جاتا ہے۔ صدقہ خیرات دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ یہ سلسلہ تو

جاری ہی رہتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور آپ خود بھی اس کو مخفی رکھتی ہیں۔ میں نے بعض ایسی غریب لڑکیوں کو دیکھا ہے کہ جن کو کوئی پاس نہ بیٹھنے دے۔ مگر حضرت ام المومنین نے ان کے کپڑوں کی بدبو وغیرہ کا خیال نہ کرکے آپ ان کے سروں کو صاف کیا۔

حضرت ام المومنین ہر اس چیز کو پسند کرتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند تھی۔ پھلوں میں آم۔ کیلہ وغیرہ پسند کرتی ہیں۔ مٹھائیوں میں برفی اور مرغ کے سالن کو بھی پسند فرماتی ہیں۔ حضرت ام المومنین کا معمول ہے کہ جو عورتیں آپ کے پاس آتی ہیں ان کو مناسب موقعہ نصائح بھی فرمایا کرتی ہیں اور اصل طریق تربیت کا آپ نے اپنا عمل اور نمونہ رکھا ہے۔ تاہم عام طور پر یہ فرمایا کرتی ہیں کہ

جس کام کیلئے آئی ہو وہ بات کرو اور کوئی بات نہ کرو

ہم نے کبھی حضرت ام المومنین کو نہیں دیکھا کہ کسی بات پر بھی حضرت صاحب سے ناراض ہوئی ہوں۔ حضرت صاحب کا ادب اور آپ کو خوش رکھتیں۔ ابتداء میں حضرت صاحب صرف تین روپے جیب خرچ دیا کرتے آپ نے کبھی نہیں کہا کہ یہ کم ہیں۔ شکر گزاری سے لے لیتیں اور عورتوں کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتی ہیں کہ

اپنے خاوندوں کو تنگ نہ کیا کرو

یہ ایک مختصر اور جامع بیان مائی امام بی بی کا ہے جسے میں نے اس کے اور اپنے ملے ہوئے الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ لیکن حضرت ام المومنین کی سیرۃ اور اندرون خانہ زندگی کا ایک دلچسپ نقشہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس طرح پر عورتوں کی تربیت فرمایا کرتی

ہیں۔ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب مل کر بیٹھتی ہیں تو ادھر ادھر کے قصے شکوے شکایتیں اور غیبت وغیرہ مختلف امراض کا شکار ہو جاتی ہیں۔ آپ یہ فرما کر کہ جس بات کے لئے آئی ہو اس کے سوا اور بات نہ کرو۔ ان ساری امراض سے نجات دلا دیتی ہیں۔

فرائض زوجیت کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں اور مستورات کو نصیحت فرماتی ہیں کہ خاوندوں کو تنگ نہ کیا کرو۔ آپ کی طبیعت میں قناعت کا عملی رنگ موجود ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے گھروں میں یہ روح پیدا ہو۔ حضرت ام المومنین کی زندگی کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ حضرت ناناجان رضی اللہ عنہ کی طبیعت سخت تھی مگر ان کا دل رقیق تھا۔ وہ بہت جلد غصہ میں آجاتے اور معاً صاف دلی سے باتیں کرنے لگتے۔ برخلاف اس کے میں نے دیکھا کہ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دل اور زبان دونوں میں نرمی اور رقت ہے۔ میں نے کبھی ان میں سے کسی کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا۔ حضرت ام المومنین کا تو رنگ ہی اور ہے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کو بھی ہمیشہ مسکراہٹ کو ان کے چہروں پر کھیلتے دیکھا۔ کلام میں ایک شیرینی اور محبت پائی جاتی ہے اور جب بھی کلام کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری توجہ اور دلچسپی سے اپنے مخاطب کے ساتھ ہم کلام ہیں۔ حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے مائی امام بی کے بیان سے بعض اور پہلو نمایاں ہوئے ہیں۔ وہ روزہ کی حالت میں آپ خاموش رہتی ہیں اور غریب اور مسکین لڑکیوں کے سر وغیرہ آپ دیکھنا اور صاف کرنا یہ بھی خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور دوسروں کی تربیت تاکہ کوئی ایسے لوگوں سے نفرت نہ کرے بلکہ کوشش کی جاوے کہ ان کی ہر طرح مدد کی جاوے۔ اور گرے ہوؤں کو اٹھایا جاوے۔

متفرق خواتین کے تاثرات میں سے کچھ

صحابیات کے علاوہ عصر خلافت میں ہر سال اور دوران سال میں جو خواتین دارالامان آتی رہی ہیں اور انہیں حضرت ام المومنین کی خدمت میں سعادت نیاز حاصل ہوتی ہے۔

وہ آپ کی محبت و شفقت۔ تعلق باللہ اور اخلاق فاضلہ کا خاص اثر لیکر جاتی ہیں۔ میں ان کے تاثرات۔ میں سے بھی کچھ درج کر دیتا ہوں۔

(محمود عرفانی)

بیگم صاحبہ حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی کے تاثرات

اس سے پہلے بیگم صاحبہ کی ایک روایت میں درج کر آیا ہوں اب اس باب میں کچھ اور روایات ان کی درج کرتا ہوں حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی اُن خوش قسمت قابل رشک بزرگوں میں سے ایک ممتاز بزرگ ہیں جو سلسلہ میں گو بہت پیچھے آئے مگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ان کو بہت آگے لے گیا۔ یہ وہ شخص ہے جس پر حضرت امیر المومنین نے کشفی رنگ میں دیکھا کہ وہ ایک تخت پر بیٹھے ہیں اور آسمان سے ان پر نور برس رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ان بیشمار انعامات سے جو ان پر ہوئے ہیں ایک بڑا انعام یہ ہے کہ ان کی بیوی بچے سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ مجھے بارہا حضرت والد صاحب کے قیام حیدرآباد کے زمانہ میں سکندرآباد جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے ان کے گھر کو ایک مہمان خانہ پایا۔ لوگ مختلف مقامات سے آجاتے اور جب تک جی چاہتا ٹھہرتے۔ کبھی نہ دیکھا کہ کسی چھوٹے بڑے کے خیال میں آیا ہو کہ یہ کیوں بیٹھا ہے۔ ہر ایک کے دل میں سلسلہ کی تبلیغ اور اس کے لئے قربانی کی ایک دھن ہے اور وہ عشق جس کو انبیاء کے دشمن جنون کہتے ہیں۔ خدا کی مخلوق کی ہمدردی کے لئے ان میں پایا جاتا ہے۔ میں خود تو ان کی محبت و ہمدردی کو اپنے جسم میں خون کی گردش کی طرح محسوس کرتا ہوں۔ اللہ کریم ان پر بڑے بڑے برکات نازل کرے۔ آمین۔ اسی خانہ کی سردار یعنی بیگم سیٹھ عبداللہ بھائی کے تاثرات میں یہاں درج کرتا ہوں۔

گڑیاں اور بت پرستی

ایک مرتبہ جب کہ ہم چند بہنیں حضرت ام المومنین صاحبہ کے حضور بیٹھی ہوئی تھیں تو میں نے چند کپڑے کی گڑیاں دیکھیں

جو بچوں کے کھلونے کے طور پر رکھی ہوئی تھیں میں نے عرض کیا کہ یہ گڑیاں کیوں رکھی ہیں؟ اسلام نے تو منع فرمایا ہے۔

حضرت ام المومنین نے میرے سوال پر برا نہیں منایا بلکہ نہایت محبت سے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ اسلام نے تو اس چیز کو منع کیا ہے جو ہندو بت بنا کر بڑی عزت سے گھروں میں رکھتے اور ان کو خدا کی صفات سے موصوف قرار دے کر ان کی عبادت کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بت پرستی کو دور کرنے کے لئے بت بنانے سے منع فرمایا عرب لوگ جاہلیت کے زمانہ میں بت پرست تھے اس کو دور کرنے کے لئے آپ نے بتوں کی مذمت فرمائی اور ان کو منع کیا۔ اس قسم کے کھلونے کی ممانعت نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گڑیاں کھیلا کرتی تھیں۔ اس قسم کی یا کوئی بھی چیز ہو اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو قائم کر کے اس کی عبادت کرنا

یہ بہت بڑا گناہ اور شرک ہے

میں پہلے تو اپنے سوال کرنے سے گھبرائی کہ خلاف ادب نہ ہو مگر جب میں نے دیکھا کہ محبت سے اماں جان سمجھاتی ہیں تو میں سوالات کرتی گئی اور حضرت اماں جان محبت سے آسان طریق پر مجھے سمجھاتی رہیں۔

تصاویر

پھر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے احباب کی تصاویر رکھی دیکھیں تو میں نے اعتراض کیا کیونکہ سیٹھ صاحب نے مجھے بڑی سختی سے روکا تھا کہ کوئی تصویر نہیں لگانی چاہیے۔ حتیٰ کہ ہمارے خاندان کی بعض بڑی بڑی قیمتی تصاویر کو ضائع کر دیا تھا حضرت اماں جان نے فرمایا کہ

حضرت صاحب کی تصویر عبادت یا پرستش کے لئے نہیں بلکہ یہ تصویر تو اس لئے بنوائی گئی

تھی کہ جو لوگ دور دراز ملکوں میں رہتے ہیں وہ اس طرح اپنے امام کے چہرہ اور حلیہ کو دیکھ لیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے موافق ہے اور انگریز اور دوسرے مغربی لوگ تصاویر کو دیکھ کر اس کے اخلاق وغیرہ کا اندازہ کر لیتے ہیں یہ تصویر تو خود تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر صرف تصویر رکھنا منع ہو تو تم جیب میں روپیہ رکھتی ہو۔ بچوں کی کتابوں میں تصویریں ہوتی ہیں۔ میں نے اس سے تصویر کا مسئلہ بھی سمجھ لیا۔

پراندہ منع نہیں ہے

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ بعض بی بیوں نے اپنے بالوں میں پراند ڈال کر چوٹیوں کو بڑھایا ہوا تھا۔ میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ریشم یا تاگے کے بنے ہوئے ہیں بالوں کے نہیں ان کا ڈالنا ناجائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ظالم طبع لوگ عورتوں پر بڑے بڑے ظلم کرتے تھے ان کے بال جبراً کاٹ کر بیچتے تھے اس لئے آپ نے منع فرمایا کہ عورتوں کے بال میں بال نہ ڈالے جاویں۔ اسی طرح حضرت اماں جان نے مجھے پردہ کی حقیقت سمجھائی۔ بظاہر یہ باتیں معمولی ہیں مگر ان میں اسلام کی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مجھ پر یہ امر کھلا کہ حضرت ام المومنین دینی باتیں پوچھنے سے برا نہیں مناتیں بلکہ خوش ہوتی ہیں اور نہایت محبت سے عام فہم طریق سے سمجھاتی ہیں۔ اس طرح مجھے حضرت ام المومنین کے درجہ کا پتہ لگا کہ وہ بڑی قابل قدر اور قابل عزت خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے آمین۔

بیگم عبداللہ الہ دین "

(نوٹ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دربار بھی اسی قسم کا ہوتا تھا لوگ آتے اور مختلف قسم کے دینی سوال کرتے اور آپ ان کے جوابات دیتی رہتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل اور اسوہ حسنہ کے متعلق اور بعض مسائل کے متعلق سوالات ہوتے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت شفقت سے جواب دیتیں۔ حقیقت میں بیوی سے زیادہ محرم راز کوئی دوسرا انسان

نہیں ہوتا اور اصل حقیقت اپنے شوہر کی عیاں ہوتی ہے لیکن جب وہ اس کی نبوت اور اس کے مرسل من اللہ ہونے پر یقین رکھتی تھی تو یہ امر واضح ہے کہ فی الحقیقت وہ اس کے اندرونی اعمال اور اس کے طرز زندگی میں اس روح کو کام کرتے دیکھتی ہے جو ایک خدا کے مامور و مرسل میں ہونی چاہیئے۔ اس کے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات عظمت الٰہی کا اس کے قلب اور اعمال پر اثر خدا کی مخلوق سے اس کی ہمدردی اور شفقت۔ اعمال صالحہ سے محبت اور رزائل سے نفرت زندگی کے ہر شعبہ میں وہ دیکھتی ہے۔ تب وہ صرف اپنے شوہر کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ خدا کے مامور و مرسل کی حیثیت سے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں گداز ہو جاتی ہے۔ حضرت ام المومنین کی زندگی۔ امہات المومنین کی سیرۃ اور کردار کا ایک مکمل نقشہ ہے۔

(محمود احمد عرفانی)

محترمہ سلیمہ بیگم بنت جناب سیٹھ محمد غوث صاحب کی روایات

عزیزہ سلیمہ بیگم صاحبہ کی کچھ روایات پہلے دی جا چکی ہیں بقیہ درج ذیل ہیں۔ (عرفانی)

رشتہ سوچ کر کرو

(۱) میری اسی لڑکی امۃ الرشید کے رشتہ کے بارے میں میرے دریافت کرنے پر حضرت اماں جان نے نہایت پاک جذبات کا اظہار فرمایا۔ خلوص اور محبت سے فرمانے لگیں "لڑکی سنو، پہلے یہ دیکھو کہ لڑکا نیک، دیندار ہے یا نہیں؟ اس کے افعال اعمال سے دیندار سچے احمدی ہونے کا پتہ لگتا ہے یا نہیں؟ اگر لڑکا نیک سچا احمدی اور مخلص ہے اور تمہاری و خاندان کی طبیعت سے ملتا جلتا ہے تو بس۔ اللہ کا نام لیکر رشتہ طے کر دو۔ باقی دنیوی

وغیرہ۔ سوالِ ملازمت، یہ سب اللہ تعالیٰ کے بس کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ وہ ایسے اسباب کر دے گا کہ اتنی دور دراز ہوتے ہوئے بھی تمہاری بچی تمہارے نزدیک معلوم ہوگی، بیٹی دنیا میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی وطن میں بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں لیکن حالات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ برسوں آنے جانے کا اتفاق نہیں ہوتا بعض دفعہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ باوجود دور ہونے کے ہمیشہ ملنے ملانے کے اسباب ہو جاتے ہیں۔ بہرکیف احمدیوں کی لڑکیوں نے اکناف عالم میں پہونچنا ہے تو بھلا حیدر آباد دکن سے) دہلی کتنی دور۔ یہ تو میرا میکہ ہے (یعنی دہلی جہاں پر لڑکا ملازم ہے) لڑکا میرے سسرال کے وطن کا، مجھے اس رشتہ سے بڑی خوشی ہوئی۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ رشتہ بابرکت کرے۔ اللّٰھم آمین۔

(۲) مجھ ناچیز کو کئی مرتبہ حضرت اماں جان کی ذرہ نوازی نے بیت الدعا جیسی جگہ میں نماز پڑھنے اور لمبی لمبی دعائیں کرنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ الحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک۔

(۳) حضرت اماں جان کی شفقت مادرانہ اور احسان عظیم کا سب سے بڑھ کر ناچیز کے نام ایک نوازش نامہ بھی ہے جس کو آج ۲۱، ۲۲ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ ذیل میں عاجزہ حضرت اماں جان کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے سرفراز نامہ کو درج کی عزت وسعادت حاصل کرتی ہے:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

از قادیان
۲۳ر اگست ۱۹۳۶ء

عزیزہ سلیمہ سلمہا اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ تمہارا خط جو امۃ الحی[۱] کے نام تھا وہ غلطی سے میں نے کھول لیا ہے اور پھر پڑھ کر امۃ الحی کو دیدیا ہے وہ غلطی سے میری ڈاک میں آ گیا تھا وہ خط میں نے

---

[۱] حضرت امۃ الحی صاحبہ مرحومہ حرم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تمام کا تمام پڑھا اور اس خط کو پڑھ کر بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ مرحبا سلیمہ مرحبا مردوں میں تو سیکڑوں نہیں ہزاروں مبلغ ہیں۔ مگر عورتوں میں بہت کم۔ مجھے تمہاری ہمت اور اخلاص اور تبلیغ کا حال پڑھ کر اس قدر خوشی ہے بے اختیار تمہارے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں اور کہ خدا تعالیٰ تم کو کامیاب اور بامراد رکھے۔ میں تم پر بہت خوش ہوں اور تمہارے لئے بہت دعا کرتی ہوں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء اور تم احمدیت کی تبلیغ میں اس طرح مشغول رہو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تمہارا حامی مددگار ہو۔ اپنے گھر میں سب لوگوں کو السلام علیکم بچوں کو پیار دعائیں۔

والسلام

والدہ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی قادیان

میرے ناچیز قلم میں طاقت نہیں کہ اس احسان بیکراں کا اچھے سے اچھے رنگ میں ذکر کروں اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے آمین یا رب العالمین۔

سلیمہ بیگم بنت سیٹھ محمد غوث صاحب احمدی حیدرآباد دکن

عزیزہ امۃ الحفیظ بنت جناب سیٹھ غوث صاحب کی روایات

عزیزہ امۃ الحفیظ صاحبہ کی بعض روایات پہلے آچکی ہیں تقریر ذیل میں درج ہیں۔

(عرفانی)

تسلی دینا (۱) ۱۹۲۳ء کے جلسہ پر میرا نکاح ہو چکا تھا۔ حضرت اماں جان سلمہا سے جب میں ملنے گئی تو آپ نے میری بڑی بہن سلیمہ بیگم صاحبہ سے پوچھا کہ اس کا نکاح کہاں ہوا ہے اور ساری باتیں تفصیل سے دریافت فرمائیں۔ میری بہن نے جب یہ بتلایا کہ لڑکا کرنال رہنے والا ہے تو اس پر آپ بہت خوش ہوئیں اور بڑی محبت اور مسرت سے فرمایا کہ "چلو ایک

بہن کا میاں میرے سسرال (خلیل احمد صاحب جو سیالکوٹ کے ہیں) اور اس کا میرے میکے کا ہے میری سسرال سے اس وقت ایک انگوٹھی، رومال اور روپے آئے تھے۔ حضرت اماں جان سلمہا سے درخواست کی گئی کہ آپ دعا فرما کر انگوٹھی پہنائیں۔ آپ نے ازراہ نوازش منظور فرما لیا اور دوسرے روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت آپا جان صاحبہ یہ چیزیں اور مجھے آپ کے پاس لے گئیں آپ نے تمام گھر والوں کو بلا بھیجا۔ ساروں کے آنے کے بعد دعا فرمائی اور اپنے ہاتھ سے مجھے انگوٹھی پہنائی۔

شفقت و دعا (۳) اس کے دو تین دن بعد کا واقعہ ہے کہ میری بھانجی امۃ الرشید کی منگنی ہوئی، اس دن بھی دعا فرمانے کے بعد آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی پہنائی اور فرمایا" میں نے اس کے لئے اس کے ابا کے لئے، اس کے دولہا کے لئے اور اس کے نانا (سیٹھ محمد غوث صاحب) کے لئے دعا کی ہے۔" اس کے بعد اپنے ہاتھ سے اس کو اور مجھے میٹھے چاول کھلائے اور اس پر مزید شفقت یہ کہ اس دن رات کا کھانا بھی ہمیں آپ نے ہی کھلایا الحمد للہ اس سال میں دس ماہ قادیان میں رہی۔ چونکہ میری بھانجی وہیں بیاہی گئیں اس لئے اس دفعہ میں ان کے پاس تھی۔ میں جب بھی حضرت آپا جان کے گھر جاتی تو حضرت اماں جان سلمہا سے بھی مل کر آتی۔ آپ کو اکثر مجھ پر دھوکا لگتا اور مجھے بھانجی (امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیل احمد صاحب ناصر) سمجھ کر پوچھتیں۔" تمہاری لڑکی کیسی ہے۔" جب میں بتلاتی نہیں "اماں جان" میں ہوں امۃ الحی۔ آپ کھلکھلا کر ہنس پڑتی اور فرماتیں۔" مجھے تم دونوں بہنوں پر بہت دھوکا لگتا ہے۔ تم آتی ہو تو سمجھتی ہوں حفیظ ہے اور حفیظ پر تمہارا اشتباہ ہوتا ہے۔

(نعم) آپ کے پاس ہر وقت کوئی نہ کوئی خاتون بیٹھی آئی ہوتی ہیں اور تقریباً جب بھی میں گئی ہوا ان خواتین سے ہمارے خاندان کا تذکرہ فرماتیں اور اس بات کا بھی اکثر اظہار فرماتی ہیں کہ اس کی بڑی بہن کا میاں میرے سسرال کے شہر کا رہنے والا ہے اور اس کا میرے میکے کا۔ مجھے حضرت اماں جان سلمہا کی اس دلداری، اس نوازش کا اس وقت بھی

بلکہ آج تک بھی اور انشاء اللہ عمر بھر ہی اس کا اثر اور احساس رہے گا جب بھی میں ان الفاظ کا۔ اس اظہارِ خوشی اور محبت کا تصور کرتی ہوں۔ میرے لئے وہ نظارہ عجیب ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتا ہے اور میرا دل مسرت اور درد بھرے جذبات کے طوفان سے بھر جاتا ہے اور میں سوچنے لگتی ہوں۔

"کہاں ہم خانۂ ویراں، کہاں یہ حضرتِ ذی شاں"

ہزاروں انسان سیالکوٹ میں بستے ہیں اور ہزاروں کرنال میں لیکن میرے خدا کو دو غریب خاندان کے لڑکوں کو کس طرح نوازنا منظور تھا کہ آپ سے اس کا بار بار اظہار فرما کر سارے دلوں کو دنیوی عزت و دولت سے بے نیاز فرمایا اور اس جاودانی دولت اور فخر سے ہمارے دلوں اور روحوں کی تسکین فرمائی۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ اکثر لوگ اپنے غریب رشتہ داروں کو اپنا رشتہ دار کہتے شرماتے ہیں اور کوئی دولت مند اور بڑا آدمی ہوا اور اس کا دور کا بھی رشتہ ہو تو کہتے ہیں یہ ہمارا رشتہ دار ہے عزیز ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے پیارے بندوں کی شان کیسی نرالی اور کیا ہی عجیب ہوتی ہے؟ سچ ہے "بیان سے بالا اور ترقیم سے اعلیٰ"!

ہاتھ سے کام کرنا

(۴) میں نے حضرت اماں جان سلمہا کو اپنے ہاتھ سے گھر میں کام کرتے دیکھا ہے۔ آپ کی صحت اکثر ناساز رہتی ہے، باوجود اس کے جب بھی کچھ طبیعت اچھی رہتی ہے۔ آپ باورچی خانہ میں دیکھ آتی ہیں۔ ایک دفعہ آپ کو سبزی بھی بناتے دیکھا ہے۔ اتنی ضعیفی اور بیماری کے باوجود آپ کا اپنے ہاتھوں سے کام کرنا ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو دینی اور دنیوی ہر قسم کی آسایش اور آرام کے سامان دیئے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے جب بھی آپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی ہے، اپنے گھر کی دیکھ بھال خود ہی فرماتی ہیں۔

خوشنودی

(۵) جب پہلی دفعہ حضرت اماں جان سلمہا میری بھانجی حفیظ کے گھر تشریف لے آئی تھیں۔ گھر دیکھکر بہت پسند فرمایا اور اظہار بھی کیا کہ حفیظ تمہارا

گھر دیکھکر بہت خوشی ہوئی۔ تم نے بہت سلیقہ سے رکھا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ جب تشریف لے آئیں تو صاحبزادہ میاں منور احمد صاحب کی دلہن کو بھی ساتھ لے آئیں اور نہایت بے تکلفی اور محبت سے سارا گھر دکھلایا کہ یہ کھانے کا کمرہ ہے۔ اس میں حفیظ رہتی ہیں۔ اس میں خالہ بھانجیاں رہتی ہیں۔

عیادت (۶) گزشتہ سال کی بات ہے جب میں قادیان میں ہی تھی میری بھانجی کی لڑکی خلت بڑی سخت بیمار ہوگئی تھی۔ میں دو تین دفعہ آپ کے پاس دعا کی درخواست کرنے گئی تھی۔ اس کے دو چار دن بعد آپ خود بچی کو دیکھنے تشریف لے آئیں۔ اس کے بعد جب تک بچی کو صحت نہیں ہوئی روزانہ کسی عورت کو بھجواتیں کہ اب لڑکی کا کیا حال ہے۔ ایک دن بچی کی حالت بہت خطرناک ہوگئی تھی۔ اس دن آپ بھی اتفاق سے تشریف لے آئیں تھیں۔ گھر جاکر ایک عورت سے نسخہ بھجوایا کہ یہ بہت مجرب ہے۔ بچی کو ضرور پلاؤ۔

بیت الدعا میں (۷) میں جب کبھی قادیان جاتی ہوں ضرور بیت الدعا میں دعا کر کے آتی ہوں۔ پہلے پہل اجازت لیتے طبیعت بہت ڈرتی تھی۔ ایک دن دعا کرنے کی نیت سے آئی اور بڑی دیر ٹھیری لیکن جرأت نہ ہوئی۔ پھر بہت دیر بعد ڈرتے ڈرتے اجازت مانگی۔ اس پر آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ تم جب بھی چاہو آکر دعا کر لیا کرو۔ الحمد للّٰہِ علیٰ ذالک۔

والدہ صاحبہ سردار امیر محمد خان صاحب کے تاثرات

والدہ صاحبہ سردار امیر محمد خاں صاحب کوٹ قیصرانی کے تمندار خاندان کی معزز اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت سے محبت و فداکاری کا جذبہ یہ خاندان رکھتا ہے۔ میری تحریک پر انھوں نے لکھا کہ

۱۔ میں نے ۱۹۰۶ء میں شرف بیعت بذریعہ خط حاصل کیا۔ ۱۹۰۷ء کے آخر یا ۱۹۰۸ء کے آغاز میں قادیان گئی اور اس کے بعد اب تک بحمد اللہ یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ تا حیات رہے گا۔ اس عرصہ میں جو کچھ دیکھا مختصراً لکھتی ہوں۔

کبھی ناراض نہ ہونا اس قدر زمانہ دراز میں میں نے کبھی حضرت ممدوحہ کو کسی پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ البتہ ایک مرتبہ ایک عورت مائی تابی نام حضرت کے گھر میں رہتی تھی اس کا کوزہ یا کوئی اور معمولی چیز اس کی غیر حاضری میں کسی نے توڑ دی۔ مائی تابی یہ نقصان دیکھ کر بد دعائیں کر رہی تھی۔ اس پر حضرت ممدوحہ نے کسی قدر سختی سے فرمایا۔

"بد دعا کیوں دیتی ہو کسی ناسمجھ بچہ نے نقصان کیا ہوگا۔ تم کو خود بھی تو احتیاط کرنی چاہیئے تھی۔"

یہ سختی محض اس وجہ سے تھی کہ آپ بد دعا کو پسند نہیں فرماتی ہیں اور کوئی لفظ نہیں فرمایا بلکہ نصیحت کی۔ اور یہ بھی ہدایت کی کہ انسان کو خود اپنی متاع قلیل یا کثیر کی آپ حفاظت کرنی چاہیئے۔ علاوہ بریں جب خاطی کا علم ہی نہیں تو بلا وجہ عام طور پر بد دعاؤں سے نفرت کا پتہ چلتا ہے۔

ایام جلسہ میں سلوک ایام جلسہ میں مستورات کا ہجوم آپ کے گرد رہتا ہے آپ ہمیشہ کشادہ پیشانی رہتی ہیں اور ہر ایک ادنیٰ اعلیٰ سے حال دریافت کرتی ہے اور ہر ایک یہی سمجھتی ہیں کہ :۔

"مجھ پر حضرت ممدوحہ کی بڑی مہربانی اور شفقت ہے" اب تو آپ ضعیف ہو گئی ہیں پہلے آپ کا معمول تھا کہ جب میں جاتی تو اٹھ کر محبت و شفقت سے معانقہ فرمایا کرتیں۔

ایک واقعہ ایک مرتبہ آپ سیر کو تشریف لے گئیں۔ بہت سی مستورات ساتھ تھیں ایک گاؤں آگیا (قادرآباد جس کو نیا پنڈ کہتے ہیں) (محمود عرفانی) جب اس گاؤں کی مستورات کو معلوم ہوا تو باہر استقبال کو نکل آئیں اور گھر جانے کے لیئے عرض کیا۔ آپ نے

ان کی دلداری کے لئے قبول فرمایا مگر فرمایا کہ "پہلے مسجد میں جاکر نماز پڑھونگی پھر تمہارے گھر چلوں گی"۔ مسجد کے آگے سے پانی کی نالی جاری تھی۔ وہاں ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئیں انہوں نے مکی کے دانے بھون کر شکر ملا کر پیش کئے۔ آپ نے سب کو بانٹ دیئے۔ چلتی دفعہ انہوں نے کچھ ساگ، اور گڑ پیش کیا آپ نے جزاک اللہ فرماتے ہوئے قبول کیا اور آپ اپنے ہاتھ میں لیا اور دریافت کیا کہ تمہارے ہاں کماد (گنا) ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ پہاڑی اور بارانی ملک ہے۔ اس پر آپ نے وہ

تحفہ مجھے عطا کر دیا ہے

(نوٹ) یہ باتیں بظاہر نہایت معمولی ہیں۔ یہ گاؤں حضرت ہی کی رعایا کا ہے اور حضرت کے آباد کار رہتے ہیں۔ قادیان ہی میں داخل ہے۔ زمینداروں کے گھر کا نقشہ اور وہ بھی آج سے قریباً پچاس برس پیشتر کا ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔ مگر آپ نے ان مستورات کی خوشی کو مقدم فرمایا اور انکے گھر جانے کی درخواست کو رد نہ فرمایا۔ مگر سب سے پہلا کام فریضہ نماز کا ادا کرنا ضروری سمجھا۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگا۔ پنجاب کے رواج کے لحاظ سے شام کے قریب بھنے ہوئے دانوں کا ناشتہ ہوا کرتا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے دیہاتی طرز معاشرت کے رو سے ساگ اور گڑ کا تحفہ پیش کیا۔ آپ کے ساتھ خادمین تھیں آپ نے ان کے جذبات کا احترام کیا اور اس ہدیہ کو سونے چاندی کے سکوں سے بھی قیمتی سمجھا کہ وہ ایک اخلاص مند دل کی حقیقت کا اظہار تھا اس لئے خود اپنے ہاتھ سے لیا اور پھر ایک مخلصہ کو بطور تحفہ اس لئے دیا کہ ان کے ملک میں یہ باہر سے جانے والی سوغات تھی۔ (محمود عرفانی)

اسی سلسلہ میں سردارنی صاحبہ لکھتی کہ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ جب کوئی تحفہ پیش کرتا ہے تو آپ ایسے انداز سے اس کو قبول فرماتی ہیں کہ پیش کرنے والے کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے کشیدہ کا بوچین خاص طور پر حضرت ام المومنین کے لئے سلایا تھا۔ میں نے

پیش کیا تو آپ نے فوراً اسی وقت پہن لیا۔
(نوٹ) ہر ملک اور قوم کا لباس اور ان کی پسندیدہ اشیاء الگ ہوتی ہیں۔ اور دہلی اور ڈیرہ غازیخان کے لباس میں زمین آسمان کا فرق ہے مگر حضرت ام المومنین نے اس اخلاص و محبت کی قدر کی اور خدا تعالیٰ کے انعامات میں اسے داخل یقین کر کے اس ہدیہ کا بھی احترام فرمایا۔ یہ روح اور جذبہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک انسان خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی مخلوق سے شفقت کے اعلیٰ مقام پر نہ ہو۔ (محمود عرفانی)

لوگ اسی گھر کو اپنا گھر سمجھتے ہیں

حضرت ممدوحہ کے طرز عمل سے پایا جاتا ہے کہ آپ سب کے ذہن نشین کرنا چاہتی ہیں کہ میرا گھر ان کا گھر ہے ایک مرتبہ میں قادیان آئی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب حضرت ام المومنین کے بھائی کی چھوٹی بیوی ان دنوں چھوٹی لڑکی تھی اور وہ بڑی تیز تھی۔ حضرت ممدوحہ کے سامنے ذکر آیا اور کسی نے کہا کہ

جسکے ایسے بچے ہوں وہ اپنے گھر بیٹھے رہا کریں

آپ نے اس کی بات سنکر فرمایا کہ آخر لوگ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر آتے ہیں۔ چونکہ یہ ہر ایک کا گھر ہے تم نے یہ بات کیوں کہی؟

اس لڑکی کی والدہ نے حضرت مسیح موعود اور حضرت ام المومنین سے دعا کے لئے عرض کیا اور اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کو یہ عزت اور درجہ دیا کہ وہ اسی خاندان میں شامل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت اور برکت سے مالا مال کر دیا۔ اور حضرت ام المومنین کی بھاوج اور حضرت امیر المومنین کی ساس بننے کا شرف عطا ہوا
(نوٹ) حضرت ام المومنین اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا یہ اعجاز ہے۔ اور اس قسم کے معجزات بے شمار ہیں مگر اسکے لئے

جو دل رکھتا ہو سلیم اور آنکھ رکھتا ہو بینا (عرفانی)

ایک مرتبہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کوٹ قیصرانی گئے ہمارے ملک میں بال رکھتے ہیں اور ان میں خوب تیل ڈالتے ہیں میرے محترم شوہر سردار اللہ بخش خاں صاحب نے نانا جان کے سر میں تیل ڈالا وہ بہت خوش ہوئے اور گھر آکر ذکر کیا۔ میں جب قادیان آئی اور حضرت جی کے مکان میں فروکش تھی تو حضرت ام المومنین نے حضرت میر صاحب والا واقعہ بیان کرکے فرمایا کہ میرے سر میں تیل ڈالو میں نے اس کو بڑی عزت اور سعادت سمجھا۔ میں تیل ڈال رہی تھی اور باتیں بھی کرتی جاتی تھی میں نے عرض کیا کہ تیل بہت اچھی چیز ہے آپ اس کا استعمال زیادہ کریں تو بیرورونہ ہوا کرے آپ اپنی بہو سے روز آنہ تیل ڈلوالیا کریں۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ کیا تم بہو نہیں تم ہی ڈالو اس کلام نے مجھ پر بے حد اثر کیا کہ آپ ہم کو اپنی اولاد ہی کی طرح عزیز رکھتی ہیں جب تک میرا قیام رہا میں اس سعادت سے حصہ لیتی رہی۔

(نوٹ) یہ روزمرہ کا برتاؤ حضرت ام المومنین کا ہے۔ آنیوالے مہمانوں کے ذہن میں اپنے عمل اور سلوک سے یہ امر راسخ کرتی ہیں کہ

یہ اُن کا اپنا گھر ہے

آج حق ناشناس بلکہ ناشکر گزار اس گھر کو گدی کہتے ہیں۔ کاش انھوں نے گدیوں اور پیروں کو جاکر دیکھا ہوتا وہاں جو امتیازات پیر و مرشد اور مرید میں ہیں ان کا یہاں نام و نشان نہیں۔ حضرت ام المومنین کا طرز عمل ایک شفیق ماں کا ہے وہ باوجود دائمی علالت کے مہمان سے ایسی محبت و شفقت سے پیش آتی ہیں جو ہمیشہ سے آپ کا معمول ہے انکو اجنبیت سے دور رکھتی ہیں۔ اور بے تکلفی پیدا کردیتی ہیں تاکہ وہ کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ کریں۔ انکی تربیت اپنے عمل سے کرتی ہیں۔ اور ہر ایک کو یہ سمجھنے کا موقعہ دیتی ہیں کہ وہ آپ کو اور قریب کرنے کا حق رکھتا ہے۔ دراصل یہ ایک نشان ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مہمانوں سے تھکنا نہیں۔ وہی عزم بلند اور حوصلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کو عطا فرمایا ہے۔

والدہ صاحبہ احمد زماں عباسی کا بیان

حضرت حکیم محمد زماں صاحب عباسی مرحوم و مغفور حضرت نواب محمد علیخاں صاحب کے اہلکار ایک مخلص احمدی عالم اور حکیم تھے ان کی اہلیہ صاحبہ بیوہ ہونے کے بعد حضرت ام المومنین کی زیر شفقت رہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام المومنین نے میرے شوہر کی وفات کے بعد خصوصیت سے مجھ پر اور میرے بچوں سے بحد شفقت اور محبت کا برتاؤ کیا۔ ایک مرتبہ جب آپ مالیر کوٹلہ تشریف لے گئیں تو مجھے ساتھ ہی لے گئیں۔ ہر وقت میری دلجوئی اور آرام و آسایش کا خیال فرماتی رہیں۔ آپ کا عام معمول تھا کہ میری ضرورتوں کا خود خیال فرمایا کریں۔ اور حکیم صاحب کی وفات کی وجہ سے مجھے جو صدمہ تھا حضرت ام المومنین نے اپنی غمگساری سے مجھے اس میں ہر طرح اطمینان اور تسلی دلائی۔ مجھے یا میرے بچوں کو ذرا بھی تکلیف ہو تو آپ اسے محسوس کر کے بے چین ہو جاتیں اور جب تک وہ دور نہ کر لیتیں تو آرام نہ کرتیں۔ آپ میری تکالیف کو ماں اور مہربان سے بھی زیادہ درد اور فکر سے محسوس فرماتی رہیں۔ مجھ پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا جس میں حضرت اماں جان نے میرا ساتھ نہ دیا ہو اور میرے دکھ کو اپنا دکھ نہ سمجھا ہو۔ ان کی بے انتہا مہربانیوں اور شفقتوں کا کوئی بدلہ ہمارے پاس نہیں اللہ تعالیٰ ہی اس غمگساری، ہمدردی، یتیم پروری اور بیوہ نوازی کا صلہ اور اجر دے سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر بے انتہا فضل اور کرم کئے ہیں کہ آپ کو ام المومنین بنا دیا۔ اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے برکات نازل ہو رہے ہیں آپ کی اولاد میں سے اس اولوالعزم انسان کو چنا جو امام وقت اور خلیفۃ المسیح ہے۔

حضرت اماں جان کی خوبیاں اسقدر ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ آپ پوشیدہ طور سے جو نیکیاں اور ہمدردیاں کرتی رہیں وہ ایسے رنگ میں ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔

سیرۃ و شمائل کے کچھ اوراق

تمہیدی نوٹ

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (متعنا اللہ بطول حیاتہا) کی سیرۃ و شمائل کے مختلف پہلوؤں پر بحث بجائے خود کئی ضخیم مجلدات کو چاہتی ہے اس لئے کہ آپ کی زندگی میں اس قدر واقعات آپ کی سیرۃ پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ان سب کو جمع کرنا بھی مشکل ہے۔ میں مختصراً آپ کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی حقیر سعی کروں گا۔ اور مختلف بزرگوں اور خواتین نے جن واقعات کا اپنی روایتوں میں ذکر کیا ہے ان میں ہر واقعہ آپ کی سیرۃ کے کسی نہ کسی پہلو کو نمایاں کرتا ہے اور پہلے حصہ میں بھی بعض واقعات بطور مثال پیش کئے جا چکے ہیں تاہم میں خاص اس عنوان کے تحت بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور میرا کام تو صرف اسی قدر ہے کہ مرحوم عرفانی صغیر کے نوٹس کو جمع کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی روح پر بے شمار فضل کرے اور اپنے دامنِ رحمت میں اسے مقام رضا پر مبعوث فرمائے۔ اگر اسے مہلت ملتی تو جس شان سے وہ اس حصہ کو لکھتا وہ اسی کا حق تھا۔ حزین عرفانی کبیر تو یہی کہتا ہے۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

(عرفانی کبیر)

حضرت ام المومنین ام المساکین ہیں

حضرت ام المومنین اپنی فطرت میں مساکین، یتامیٰ اور خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کے لئے

(جن کو دنیا نے کمزور اور ذلیل سمجھ کر اچھوت کر رکھا ہے) ایک دردمند دل لیکر آئی ہے اور یہ شعر آپ کے حسب حال ہے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیر مطبوعہ تحریرات میں ایک فقرہ درج ہے جس کو الحکم میں شائع کر دیا گیا تھا۔ المساجد مکانی و ذکر اللہ حالی و خلق اللہ عیالی یعنی مساجد میرا مکان ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر میری کیفیت حالی ہے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میرا کنبہ ہے۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حضرت ام المومنین کا دائرہ عمل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے متعلق کس قدر وسیع ہے۔

آپ کے خاندان میں مسکین پروری ایک خاص رنگ میں چلی آتی ہیں۔ حضرت نانا جان رضی اللہ عنہ غربا اور مساکین سے محبت رکھتے اور ان کی ہر گونہ مدد اپنا فرض سمجھتے تھے۔ میر محمد اسحٰق اور ام المومنین ان کی اس فطرت کی منہ بولتی نشانیاں ہیں۔ اور وہ خود اپنے گھر میں بھی بعض مساکین اور یتامیٰ کی پرورش اور خبر گیری فرماتے رہتے تھے۔ یہی نقوشِ فطرت حضرت ام المومنین کے قلب پر موجود تھے۔ پھر خدا تعالیٰ انہیں ایسے گھر میں لے آیا جہاں ان کو ام المومنین بننا تھا اور خلق اللہ عیالی کہنے والے عظیم الشان انسان کی ذمہ واریوں میں شریک ہونا تھا۔ اس لئے اس فطرت صحیحہ کے ماتحت آپ نے ہمیشہ غربا و مساکین اور یتامیٰ کی پرورش فرمائی۔ اور بیوہ عورتوں کی دلجوئی اور سرپرستی کو اور اپنی خوشی کو ان کے لئے قربان کرنا اپنا فرض سمجھا۔ میں تو غور کرتا ہوں اور واقعات کی روشنی میں غور کرتا ہوں تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کو حضرت ام المومنین کے خاندان سے ایک مناسبت چلی آتی ہے اسی طرح پر حضرت ام المومنین اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و سیرۃ میں بھی بہت بڑی مناسبت اور مطابقت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کے ابتدائی ایام سے (جب کہ آپ ایک بیکس انسان کی سی زندگی بسر کر رہے تھے) ہی غربا و مساکین کی مدد فرماتے۔ چنانچہ اپنا کھانا تک جو ایک مختصر مقدار میں آتا ان مساکین اور یتامیٰ کے ساتھ تقسیم کر کے کھاتے۔ جن کو آپ نے خاموشی سے مقرر کر رکھا تھا۔ اور جس کا علم خود حضرت ان بچوں اور علیم و خبیر خدا کے کسی کو نہ تھا اسی طرح حضرت ام المومنین کا طرزِ عمل چلا آتا ہے۔

بیوہ عورتوں کی خبر گیری

عورتوں میں سے بعض بیوہ عورتیں تھیں جن کی پرورش کا کوئی سامان اور انتظام ان ابتدائی ایام میں قادیان جیسی بستی میں نہ ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت ام المومنین نے ان کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دی۔

منجملہ ان کے ایک مائی امام بی بی مغلانی تھی جو عین عالم جوانی میں بیوہ ہو گئیں اور اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ عمر الدین اور مہر دین نام ان میں سے عمر الدین اس وقت تک زندہ ہے اور ان دونوں بھائیوں کو کئی سال تک کارخانہ الحکم میں کام کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ اور یہ بھی حضرت ام المومنین کی تحریک اور سفارش کا نتیجہ ہے۔

پھر ایک اور بیوہ فضل بی بی (المعروف فجو) ایک کشمیری عورت تھی اس کے خاندان کے لوگ حضرت کے خاندان سے ہمیشہ سے خادمانہ تعلق رکھتے چلے آئے تھے۔ اس بیوہ کی بھی دو لڑکیاں یتیم تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت ام المومنین کا گھر ضعیف العمر اور بیرانہ سال مستورات کی پناہ گاہ تھا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام نہایت آرام اور آسایش سے آپ کے زیر سایہ گزارتی تھیں۔ میں اگر ان کے متعلق تفصیلی تذکرہ کروں تو کتاب کا بڑا حصہ اسی میں صرف ہو جاوے۔ ان عورتوں اور بچوں کے علاوہ بہت سی عورتیں اور بچے ایسے مقرر تھے جن کا کھانا مقرر تھا اور موسم کے لحاظ سے ان کو کپڑے وغیرہ دیئے جاتے تھے۔ چراغ اور اللہ دتہ دو جولاہوں کے لڑکے بھی حضرت ام المومنین کے زیر سایہ پرورش پاتے تھے۔

ان میں سے چراغ ابھی زندہ ہے اور صاحب اولاد ہے بلکہ بوڑھا ہوگیا ہے اس نے اپنے تاثرات کو یوں بیان کیا ہے۔

چراغ کا بیان

میری عمر سات آٹھ سال کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور رسالہ ریویو انگریزی کے اجرا تک حضرت ام المومنین (جن کو ہم اماں جان کہا کرتے ہیں) کی خدمت میں رہا۔ ریویو کیلئے مجھے حضرت اقدس سے مولوی محمد علی صاحب نے مانگ لیا تھا۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال کے قریب ہوگی جب تک میں حضرت اماں جان کے پاس رہا۔ مجھے انھوں نے نہ کبھی جھڑکی دی اور نہ کبھی ناراض ہوئیں حالانکہ مجھ سے بعض اوقات نقصان بھی ہوجاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اماں جان نے حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ کو گھی لانے کے لئے بازار بھیجا وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے اور گھی کا برتن بازار سے آتے دفعہ مجھے دیدیا میں برتن لیکر آرہا تھا کہ میرا پاؤں پھسل گیا اور میرے گرنے کے ساتھ ہی برتن بھی گر گیا تمام گھی زمین پر بہہ گیا اور اس میں مٹی مل گئی اسی طرح برا سے اکٹھا کر کے لے آئے۔ جب گھر میں لائے تو حضرت ام المومنین کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی موجود تھے جب ان کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہ تو حضرت اماں جان نے ہی اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ کہا اور نہ کسی قسم کی خفگی یا ناراضگی کا اظہار کیا۔

بلکہ حافظ صاحب کو کہا کہ یہ تو بچہ تھا لیکن آپ نے بھی خیال نہ کیا کہ برتن مجھے خود اٹھانا چاہیئے۔ احتیاط کرنی بہتر ہوتی ہے۔

یہ سلوک ہمارے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ ہر خادم اور خادمہ سے ایسا ہی برتاؤ تھا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اہل و عیال دہلی تشریف لے گئے۔ اور دوران قیام میں ایک دن قطب صاحب کی لاٹھ اور بھول بھلیاں دکھانے کے لئے تشریف لے گئے

حضور کے ہمراہ میں اور پیرا نُدتا بہاڑیہ بھی تھے بھول بھلیاں کے پاس جب پہونچے تو میاں شریف احمد صاحب کو (جو کہ ابھی بچہ ہی تھے) حضرت اماں جان نے ان کو پیرا نُدتا بہاڑیہ کے سپرد کیا کہ ہم ابھی سیر کرکے آتے ہیں اور تم یہیں ٹھیرو۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود حضرت اماں جان اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (حضرت امیر المومنین) صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اور غالباً ناناجان بھی سیر کے لئے گائیڈ کو لے کر چلے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ گائیڈ نے ہم سب کو اپنے ساتھ لیا اور ایک رسی کی مدد سے تاکہ گم نہ ہو جائیں ہم بھول بھلیاں میں داخل ہوئے۔ صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب نے ہم سب کو غیر موجود پاکر رونا شروع کیا اور پیرا نُدتا خود ہی صاحبزادہ صاحب کو لیکر بھول بھلیاں میں داخل ہو گیا اور راستہ بھول گیا۔ صاحبزادہ صاحب کے رونے کی آواز سن کر حضرت ام المومنین گھبرا گئیں۔ اس پر گائیڈ کو بھیجا گیا اور اس نے آواز دے کر کہا کہ جہاں کھڑے ہو وہیں رہو پھر گائیڈ جا کر لے آیا۔ اور حضرت ام المومنین کو تسلی ہوئی مگر

پیرا نُدتا کو کچھ نہ کہا کہ تم کو جب منع کر دیا گیا تھا پھر کیوں لیکر اندر چلے آئے۔

حضرت ام المومنین کے جود و کرم کا میں کیا ذکر کروں آپ ہمارے ساتھ اپنے بچوں ہی کی طرح سلوک کرتی رہیں۔ نہ کبھی ہمارے کھانے میں امتیاز کیا نہ کبھی ہم کو نوکر یا خادم سمجھا۔ جب میری شادی ہوئی تو حضرت اماں جان نے فرمایا کہ دلہن کی ڈولی پہلے میرے ہاں لانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور حضرت اماں جان نے میری بیوی کو کچھ روپے اور کپڑوں کا نہایت عمدہ جوڑا عطا فرمایا اور ڈولی لانے والے کہاروں کو بھی انعام دیا۔ میری بیوی اس شفقت سے بیحد خوش ہوئیں اور یہ وقتی بات نہ تھی ہمیشہ ہی

ہمارے حال پر نظرِ شفقت رہتی ہے۔

میں جب اماں جان کے ہاں رہا کرتا تھا تو میرے ساتھ مرزا عمر الدین اور مہر دین بھی رہا کرتے تھے اور ہم یتیم تھے اس لئے ہماری خاص طور پر خبر گیری رکھی جاتی تھی۔ ہمارے ختنے بھی حضرت اماں جان نے اپنے اہتمام سے کرائے تھے۔ حضرت اماں جان جب کبھی کسی سفر پر جاتے رہتے تھے تو میں تقریباً ہر سفر میں ساتھ ہوتا تھا۔ فیروز پور، لودھیانہ، دہلی اور لاہور جاتا رہا ہوں۔ اور جب کبھی کسی چیز کے امرتسر سے لانے کی ضرورت ہوتی تو حضرت اماں جان مجھے فرماتی تھیں اور میں جا کر لے آتا تھا اور کبھی اس معاملہ میں مجھ پر سختی یا تشدد نہ فرمایا۔ حضرت اماں جان کے سایہ میں ہم اسی طرح زندگی گزارتے رہے ہیں جس طرح گھر کے ہی افراد ہوتے ہیں اپنے بچوں کی طرح ہم کو بھی پیسے جیب خرچ کے ملتے تھے۔ کپڑے بھی اماں جان خود بنوا کر دیتی تھیں اور بہت ہی شفقت اور مہربانی سے پیش آتی تھیں کہ وہ شفقت ہم نے اپنی ماں میں بھی نہیں دیکھی۔

اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے اور یہ رحمت و شفقت کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رہے آمین

ایک مرتبہ پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا میری بیوی نے حضرت ام المومنین سے جا کر کہا آپ نے اسی وقت حضرت امیر المومنین کو کہا کہ ہمارے چراغ کو پولیس نے پکڑ لیا ہے حضرت نے توجہ فرمائی اور میں گھر آگیا۔ یہ بیان ہے ایک ایسے شخص کا جس نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ حضرت ام المومنین کے سایہ میں مسلسل گزارا اور اس کے بعد بھی اس مادر مہربان کی شفقت سے بہرہ اندوز ہوتا رہا۔ انسان کبھی نہ کبھی اپنی اولاد کی غلطیوں اور عزیزوں کی خطاؤں پر بھی خفا ہو جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ تلخی اور سختی پیدا ہو جاتی ہے مگر یہ کیسا قلب سلیم ہے جو رحمت اور شفقت ہی سے خمیر کیا گیا ہے۔ غصہ اور ناراضگی کی آلائشوں سے اسے خدا تعالیٰ نے آپ دھو ڈالا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْہَرْ

کی ہر عملی تفسیر ہے۔ یہ ایک واقعہ نہیں ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

حضرت ام المومنین کو ہمیشہ اس امر کا خیال رہتا ہے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور وہ ہر قلب مضطر کے لئے تسلی اور دلجوئی کی سعی فرماتی ہیں۔

میاں چراغ نے اپنے بیان میں امرتسر وغیرہ سے سودے کا بھی تذکرہ کیا ہے حضرت والد صاحب قبلہ عرفانی کبیر جن دنوں امرتسر میں قیام فرماتے تھے وہ کہتے ہیں کہ جب قادیان سے شیخ حامد علی صاحب یا مرزا اسمٰعیل بیگ یا چراغ یا حافظ غلام محی الدین مرحوم سودا سلف لینے کے لئے آتے تھے تو وہ علی العموم میرے مکان واقعہ ہال بازار پر قیام فرماتے اس لئے کہ وہ اسٹیشن سے قریب تھا۔ مرزا صاحب اور حافظ صاحب تو تجربہ کار لوگ تھے۔ مگر جب میں چراغ کو دیکھتا اور ہمیشہ تعجب ہوتا۔ اور میرے دل پر یہ اثر ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ آپ کو اپنے خدام پر کس قدر حسن ظن ہے اور دنیا کے معاملات کی طرف آپ کو وہ التفات نہیں جو دنیا داروں کا حصہ ہے کہ معمولی معاملات پر بال کی کھال اتارنا اور کسی پر اعتبار نہ کرنا۔

حضرت عرفانی کبیر نے سیرۃ و شمائل کے حصہ دوم میں حضرت مخدوم الملت رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس دیا ہے جو چراغ کے بیان کی تائید کرتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

"گاؤں کے بہت ہی گمنام اور پست ہمت اور وضیع فطرت جولاہوں کے لڑکے اندر خدمت کرتے ہیں۔ اور بیسیوں روپیہ کے سودے لاتے ہیں۔ اور بار ہا لاہور جاتے اور ضروری اشیاء خرید لاتے ہیں۔ کبھی گرفت نہیں، سختی نہیں، باز پرس نہیں۔ خدا جانے کیا قلب ہے۔ اور درحقیقت خدا ہی ان قلوب مطہرہ کی حقیقت جانتا ہے۔ جس نے خاص حکمت اور ارادہ سے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور کیا ہی سچ فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ میں نے خاص غور کی۔ اور

ڈھونڈ کی ہے۔ آنکھ لگائی ہے۔ کان لگائے ہیں۔ اور ایسا وقات میں ایک نکتہ چیں ریویو نویس کا دل و دماغ لے کر اس نظارہ کا تماشائی بنا ہوں۔ مگر میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری آنکھ اور کان ہر دفعہ میرے ایمان اور عرفان کو بڑھانے والی بات ہی لائے۔ اتنے دراز عرصہ میں میں نے کبھی بھی نہیں سنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے۔ اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق باز پرس ہو رہی ہے۔"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین کی سیرۃ کا ایک ہی رنگ ہے۔ اور حضرت ام المومنین کی فطرت خدا تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگین ہو گئیں۔

اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وبارک وسلم

(۲) ایک اور شہادت

اسی سلسلہ میں حضرت حافظ قدرت اللہ خاں صاحب مہاجر شاہجہان پوری کے صاحبزادہ احمد اللہ خاں صاحب کا بیان بھی قابل غور ہے۔ حضرت حافظ صاحب ۱۸۹۹ء میں شاہجہان پور سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ ان کے اہل و عیال سب ساتھ تھے۔ حضرت اماں جان نے ازراہِ شفقت ان کو الدار میں ہی جگہ دیدی۔ حضرت حافظ صاحب نے ایام ملازمت میں اچھے دن دیکھے ہوئے تھے مگر اس وقت وہ مختلف ابتلاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر حضرت ام المومنین نے اس خاندان کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔

عزیز احمد اللہ خاں اپنے بیان کو اپنی والدہ کی روایات پر مبنی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری والدہ کے سپرد حضرت اماں جان اور حضرت اقدس کے لئے کھانا تیار کرنا اور وقت مقررہ پر

دودھ یا سر وائی وغیرہ تیار کرکے دینا تھا اس وجہ سے میری والدہ علی العموم حضرت اماں جان ہی کے پاس رہا کرتی تھیں۔

میری عمر اس وقت چھ سات ماہ کی تھی اور میں حضرت صاحبزادہ مبارک احمد مرحوم کا ہم عمر تھا۔ میری والدہ سنایا کرتی تھیں کہ کئی مرتبہ جبکہ میں کام میں مصروف ہوتی تھی اور میں بھوک کی وجہ سے رو پڑتا تو اماں جان خود اٹھا کر اپنی گود میں لے لیتی تھیں اور محبت و پیار کرکے چپ کرائیں بلکہ کئی دفعہ آپ نے اپنی کمال شفقت اور کرم سے اپنا شیر مبارک بھی پلایا اور اسی طرح میری والدہ صاحبہ مرحومہ نے حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب مرحوم کو دودھ پلایا۔ اور میرے خاندان کو یہ شرف عطا فرمایا گیا کہ مجھے اپنا رضاعی بیٹا بنا لیا۔ میں اسی طرح حضرت اماں جان کی سرپرستی میں پرورش پاتا رہا۔ میرے بہن بھائی سب آپ کے فیوض و برکات سے حصہ لے رہے تھے اور کبھی ہم میں سے کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا۔ جب میری عمر ۵۔۶ برس کی ہوگئی تو میں کبھی اپنی ماں سے کھانے کی کوئی چیز طلب کرتا یا بگڑنے لگتا تو حضرت اماں جان خود باورچی خانہ میں تشریف لے آتیں اور میری والدہ سے فرماتیں کہ اس کو کھانا کیوں نہیں دیتیں۔ بچہ بلک رہا ہے۔ اس پر میری والدہ جواب عرض کرتیں کہ یہاں پر میری اپنی تو کوئی چیز نہیں ہے اس لئے آپ کی اجازت کے بغیر یہاں سے کوئی چیز بھی بلا نہیں سکتی ہوں۔ حضرت اماں جان کی شفقت دیکھو اس پر ارشاد ہوتا کہ بچہ جو مانگتا ہے دیدیا کرو۔ یہاں تک کہ ملائی والا دودھ جو حضرت اقدس کے لئے گرم رہتا تھا اس میں سے اپنے سامنے کٹورے میں ڈلوا کر مجھے پلواتیں۔ کبھی صاحبزادہ مبارک احمد صاحب دیر تک میرے ساتھ کھیلتے رہتے تو خادمہ کو بھیج کر فرمایا کرتیں کہ مبارک احمد علیخاں (اس وقت میرا نام احمد علیخاں تھا۔ بعد میں حضرت اقدس نے احمد اللہ خاں بدل دیا) کے ساتھ کھیل رہا ہوگا ان کو لے آؤ۔ ہم دونو جاتے تو دونوں کو برابر کھانے کی چیزیں عطا فرماتے۔ میں آخر بچہ ہی تھا اور بچہ بھی شوخ مجھے شرارت سوجھتی میں نے پیپرمنٹ کی گولی کی بجائے صاحبزادہ مبارک احمد صا:

کو کونین کی گولی دیدی وہ گولی حلق میں پھنس گئی اور میں ڈر کے مارے بھاگ کر ایک کواڑ کے پیچھے چھپ گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ حضرت اقدس کو علم ہوا۔ آپ نے پانی دیا جس سے گولی تو نکل گئی۔ اب میری تلاش ہوئی اور میں پکڑا ہوا آیا۔ حضور نے ایک نہایت ہی ہلکی سی چپت میری گردن پر لگائی (مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چپت ابھی لگی ہے) میں رو پڑا اور میری ٹوپی گر گئی تھی۔ حضرت اقدس نے خود ٹوپی اٹھا کر مجھے پہنائی اور پیار کرنے لگے اور نصیحت فرماتے تھے کہ اتنے میں حضرت اماں جان بھی کمرے سے باہر آ گئے اور مجھے بجائے مارنے اور سزا دینے کے پیار کیا۔ یہ مادرانہ شفقت مجھے کبھی نہیں بھول سکتی۔

غرض

حضرت ام المومنین کی زندگی میں یہ ایک عام معمول ہے کہ وہ غربا اور مساکین کی دلداری انتہائی درجہ فرماتی ہیں اور ان کے ساتھ ایسے رنگ میں سلوک فرماتی ہیں کہ کوئی ان کو حقیر نہ سمجھے اور نہ ان کی اپنی خودداری کی حس کو صدمہ پہونچے۔ یہ ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا اخلاق ہے کہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل کا نمونہ ہے۔

عام طور پر غربار و مساکین اور نوکروں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے اس سے ان کی اخلاقی قوتیں مر جاتی ہیں اور وہ بیچارے اپنے آپ کو انسان بھی نہیں سمجھتے۔ جانوروں کی طرح ان سے کام لیا جاتا ہے مگر حضرت ام المومنین کی زندگی کا ایک بھی واقعہ ایسا نہیں کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کو جو آپ کی خدمت میں آئی ہو کبھی ان پر اظہار ناراضی کیا ہو یا ان کو حقیر سمجھا ہو بلکہ ان کو اپنے ہی کنبہ اور خاندان کا ایک فرد یقین کیا اور اس سے وہی سلوک فرمایا جو اپنے عزیزوں سے کرتی ہیں۔

آپ کا گھر ہر شکستہ خاطر اور مخلوق کے دھتکارے ہوئے بیکسوں کا پناہ گاہ رہا ہے۔ یتیم

مسکین بچے، بیوہ عورتیں اور ضعیف اور بے سہارا کنبے آپ کی سرپرستی میں بڑے پھلے پھولے اور آرام کی زندگی بسر کرتے رہے آپ نے ان کی ہر طرح سرپرستی فرمائی۔ بچوں کی تعلیم و تربیت انکی خوراک و پوشاک اور شادیوں میں مادرانہ شفقت کا عملی مظاہرہ فرمایا۔

(۳)

فضل الدین عرف فجا ایک معمار قادیان میں رہتا ہے۔ ابتداءً وہ مرزا نظام الدین صاحب کے گھر میں رہتا تھا اور پھر وہ حضرت کے گھر میں آ گیا۔ وہ یتیم تھا اور مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں اس کی تربیت تو کیا ہو سکتی تھی اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک بھی نہ تھا قدیم زمانے کے غلاموں کی سی حالت تھی جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں آیا تو وہ گویا جنت میں آ گیا۔ اس کی ہر قسم کی تربیت ہونے لگی۔ اور گھر کے افراد کی طرح اس کے ساتھ سلوک ہونے لگا کیونکہ یہاں نوکروں کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کبھی نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ وہ جل گیا خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس کے علاج کی طرف توجہ تھی اور شفقت اور ہمدردی سے علاج ہو رہا تھا۔ حضرت ام المومنین کو بھی اپنی رحیم خطرات اور یتامیٰ و مساکین نواز عادت کی وجہ سے خاص توجہ تھی۔

آخر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہوا۔ وہ ایک مخلص احمدی ہے۔ حضرت ام المومنین ازراہ شفقت و ہمدردی کبھی کبھی اس کے گھر پر بھی تشریف لیجا کر اس کی عزت افزائی فرماتی ہیں اور اس طرح جماعت میں ایک عملی روح پیدا کرتی ہیں کہ ذات پات نسب اور رنگ یا مال، دولت معیار تکریم نہیں سلسلہ میں داخل ہو کر سب بھائی بھائی ہیں۔ ان کا امتیازی مقام ان کا اخلاص اور تقویٰ اللہ ہے۔ میں نے فضل الدین کو دیکھا ہے کہ جب وہ حضرت ام المومنین کے احسانات اور شفقتوں کا تذکرہ کرتا ہے تو اس میں ایک کیفیت وجد پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک مثال نہیں ایسی بہت سی مثالیں اور واقعات ہیں کہ حضرت ام المومنین نے یتامیٰ، مساکین اور بیکسوں کو سہارا اور پناہ دی

اوران کے رنج کو اپنا رنج یقین کیا اوران کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھا۔

دوسروں کی تکلیف دیکھکر بیقرار ہو جاتی ہیں

حضرت ام المومنین اپنی تکالیف کو تو نہایت حوصلہ اور عزم و صبر سے برداشت کرتی ہیں اپنی بیماری میں ہائے وائے کچھ نہیں۔ عزم اتنا بلند ہے کہ ذرا طبیعت میں سکون ہوا تو فوراً اپنے روزانہ مشاغل میں مصروف ہوجاتی ہیں۔ بالکل وہی رنگ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا لیکن اگر کسی دوسرے کو تکلیف اور مصیبت میں دیکھیں تو بیقرار ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ میرا چھوٹا بھائی جو اس وقت سب سے چھوٹا تھا جس کا نام عبداللہ ناصر تھا ( ) ڈہاب میں ڈوب گیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ اس وقت حیدر آباد میں تھے۔ اس موقعہ پر حضرت ام المومنین باوجود سخت سردی اور بارش کے ہمارے گھر پر موجود تھیں۔ میرا دل اسوقت بھی اس واقعہ کی یاد سے دردمند ہے میرے چھوٹے بھائی یوسف علی عرفانی نے اس واقعہ کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کیا وہ میں بلاکم وکاست اس کی زبان میں درج کر دیتا ہوں اس نے اور واقعات بھی لکھے ہیں۔ اس واقعہ کو وہ تیسرا نمبر قرار دیتا ہے۔ وھوا ھذا۔

تیسرا واقعہ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین کے اخلاق کا وہ اہم ترین واقعہ ہے جو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اور یہ اس واقعہ سے حضرتہ اماں جان رطال عمرہا و دام اقبالہا کے شفیق قلب کا پتہ چلتا ہے کہ آپ اس طرح اپنے خدام کی خوشیوں کو اپنی خوشیاں اور ان کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھ کر ان میں حصہ لیتی رہی اور لیتی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۱ء کا واقعہ ہے ان دنوں قادیاں کی وسیع اور طویل ڈھاب مٹی ڈال ڈال کر بھرتیاں ڈالی جارہی تھیں۔ ہمارے مکان کے سامنے جہاں سے مٹی کھودی جاتی تھی۔ بہت ہی گہرا گڑھا ہو گیا تھا جس کو برسات کے پانی نے بھر کر ایک خوفناک گہرا تالاب بنا دیا تھا! کئی دنوں سے آسمان ابر آلود تھا۔

موسم سرما کے ایام تھے اس پر ٹھنڈی ہوائیں اور بارش سب نے مل ملا کر سردی کو اور بھی شدید بنا دیا ایک روز شدید سردی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکول میں جلدی چھٹی کر دی گئی تاکہ لڑکے اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ میرا چھوٹا بھائی عبداللہ ناصر اسکول سے گھر آیا تو کتابیں رکھ کر رفع حاجت کے لئے بیت الخلا کو جانے لگا۔ اس وقت بیت الخلاء نیا بنا تھا اس کو ٹوٹا ہوا دروازہ لگا رہا تھا۔ چنانچہ مرحوم باہر رفع حاجت کے لئے چلا گیا۔ فارغ ہو کر ڈھاب پر طہارت کی غرض سے گیا جہاں اس کا پاؤں پھسلا اور وہ پانی کی گہرائیوں میں پنہاں ہو گیا اسی اثناء میں میں نے کچھ شور سنا اور میں بھاگ کر ڈھاب کی طرف گیا تو دوسری طرف سے ایک دھوبی چلا رہا تھا کہ لڑکا ڈوب گیا میں نے اس وقت گھر والوں کو اطلاع دی اور میرے شور مچانے پر تمام محلے والے ڈھاب پر جمع ہو گئے۔ مگر ہمیں اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ ہمارا کونسا بچہ ڈوب گیا ہے۔ پہلے خیال ہوا کہ برادرم ابراہیم علی عرفانی کا بیٹا سلیمان ہے جو کہ اس وقت بچہ ہی تھا مگر تلاش کرنے پر اس کو مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا کے گھر موجود پایا اب معلوم ہوا کہ یقیناً عبداللہ ناصر ہے۔ پھر کیا تھا تمام قادیان میں یہ خبر آنِ واحد میں پہنچ گئی اور ہمارے گھر کے سامنے سیکڑوں آدمیوں کا جم غفیر جمع ہو گیا خاندانِ نبوت کے اکثر افراد موجود تھے۔ زنانہ میں خاندانِ نبوت کی سیدات حضرت اماں جان کی معیت میں موجود تھیں مگر اس واقع کو جو ان قیامت کی گھڑیوں میں میرے مشاہدے میں آیا ہے۔ مجھے جب یاد آتا ہے تو مجھ پر رقت بھی طاری ہو جاتی ہے اور ندامت بھی اور وہ یہ کہ حضرت اماں جان ٹھیک اسی بیقراری اور دکھ سے بیتاب تھیں جس سے ایک شفیق ماں کے دل کی گہرائیاں متزلزل ہو جاتی ہیں آپ کبھی زنانے میں والدہ، بھاوج اور ہمشیرگان کو تسلی دیتی اور پھر بیتابی سے ڈھاب کی طرف تشریف لاتیں تاکہ دریافت کریں کہ بچہ برآمد ہوا ہے یا نہیں۔ مگر جب مرحوم کی لاش پانی سے باہر نکالی گئی۔ ارشاد مبارک کے ماتحت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور دوسرے ڈاکٹر موجود تھے جن کو سیدی ومولائی کی طرف سے یہ حکم تھا کہ انتہائی کوشش اور انتہائی

مایوسی کے باوجود بھی کوشش جاری رکھیو۔ ڈاکٹر صاحبان اپنی کوششوں میں مصروف تھے۔ میری حالت اپنی جگہ پر ایک دیوانے کی سی تھی اور اسی دیوانگی میں گھر میں گرم پانی یا آگ لینے کے لئے آنا جانا تھا مگر میں نے دیکھا کہ حضرتہ اماں جان باہر تشریف فرما تھیں۔ میں جس وقت وہاں دوڑتا ہوا جاؤں آپ دریافت فرماتیں کہ کیا خبر ہے مگر نہ جانے مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں نے حضرتہ اماں جان کو ہر بار دریافت کرنے پر کوئی بھی جواب نہ دیا آخری بار مجھے یاد ہے کہ میں نے اتنا کہا کہ حضور دعا فرماویں وہ وقت وہ گھڑیاں گزر گئیں۔ عرصہ گزر گیا مگر آج وہ واقعہ میری آنکھوں کے سامنے اسی طرح پیش نظر ہے اور آج اس واقعہ کی اہمیت میری نگاہوں میں کسقدر بلند اور ارفع ہے۔ میں نے اس وقت جو کچھ دیکھا تھا آج اس کی اہمیت کو محسوس کیا اس واقعہ سے حضرت ام المومنین کی اس شفیق اور مادرانہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے جو ان کے قلب مبارک میں اپنے خدا کے لئے موجزن ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اصل ہمدردی اور شفقت یہی ہے جس میں کوئی دنیوی غرض مخفی نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہے اور یہ ہمدردی کا وہ انتہائی رنگ ہے جو اِیتَاءِ ذِی الْقُرْبیٰ میں تعلیم کیا گیا ہے کہ وہ ایک فطرتی اور اضطراری رنگ ہو جائے

اللہ ہماری مادر مہربان کو تا دیر سلامت رکھے آمین۔

ایک پاکیزہ عادت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کا آپ پر اس قدر گہرا اثر اور رنگ چڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور توکل تام پیدا ہو گیا اور آپ کے ہر قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس سے محبت اور اس کی کارسازی پر اعتماد اور بھروسہ نظر آتا ہے اور آپ اپنی زندگی کے ہر شغل میں ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مصروف رہتی ہیں اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیل و نہار کے اعمال سے پایا جاتا ہے کہ آپ اٹھتے بیٹھتے اور زندگی کی ہر حالت میں دعا پر عملاً زور دیتے۔ حضرت ام المومنین کی بھی یہی حالت ہے۔ مکرمی میاں غلام محمد اختر صاحب اپنے تاثرات میں ذکر کرتے ہیں کہ :-

"حضرت ام المومنین کی ایک پاکیزہ عادت یہ ہے کہ سواری پر جاتے ہوئے آپ ہمیشہ دعا فرماتی رہتی ہیں اور بسم اللہ مجریہا و مرسہا پڑھتی ہیں اس خادم کو جب کبھی اس قسم کا کوئی موقعہ میسر آیا تو میں نے ہمیشہ اس کا پابند پایا۔"

غور کرو دنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ جب کسی سواری میں سوار ہوں تو ان میں تعلّی اور نخوت پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو ایک بلند طبقہ کی مخلوق سمجھتے ہیں اور خدا سے بعد اور دوری پیدا کر لیتے ہیں۔ مگر حضرت ام المومنین خدا تعالیٰ کے اس فضل اور نعمت پر کہ اس نے ہم پر کیا انعام فرمایا ہے۔ شکر گزاری کے جذبات سے بھر جاتی ہیں اور اس کے حضور میں دعاؤں میں مصروف ہو جاتی ہیں کہ اس سفر (وہ چھوٹا ہو یا بڑا) میں بخیر و عافیت پہونچانا محض اس کے فضل پر موقوف ہے اور وہی ہماری زندگی کا سہارا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ پر کرم

حضرت ام المومنین عصر سعادت یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام کا خاص طور پر خیال رکھتی ہیں اور حقیقت میں وہ آپ کی روحانی اولاد کے پہلے پہل میں ان میں سے اکثروں کو آپ اچھی طرح جانتی ہیں اور جب کوئی ان میں سے حاضر ہوتا تو آپ اس کے گھر کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق بھی دریافت فرماتی ہیں اور یہ جزئیات کے متعلق سوالات ان کے قلوب میں حضرت ممدوحہ کے لئے ارادت اور عقیدت کے

جذبات کو تیز کر دیتے ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ حضرت ام المومنین ہم کو اپنے خاندان کا ایک فرد سمجھتی ہیں۔ اور ہے بھی یونہی اور اگر قادیان سے باہر کسی جگہ تشریف لے جاتی ہیں تو صحابہ کے گھروں میں ضرور ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے تشریف لیجاتی ہیں۔ حضرت ام المومنین لاہور میں جب تشریف لیجایا کرتی ہیں اور اختر صاحب وہاں تھے تو اکثر ان کے ہاں قیام فرماہوتیں اور ان کو ایسے حالات دیکھنے کا خوب موقع ملا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"ایک خاص وصف جو میرے مطالعہ میں آیا وہ یہ ہے کہ جب کبھی بھی آپ قادیان سے باہر تشریف لیجاتی ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے گھر والوں سے بھی ضرور ملاقات فرماتی ہیں۔ واپسی پر خواہ چند لمحوں کیلیئے ہی ہو۔ سب کے گھر خواہ عرف عام کے لحاظ سے غریب ہوں یا امیر اپنے ملاقاتیوں سے ملتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے گھر والوں سے خاص طور پر محبت رکھتی ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور صداقت پر آپ کو کس قدر یقین ہے اور اس ایمان نے آپ کے قلب میں اس جماعت مومنین کے لیئے ایک خاص شفقت اور محبت پیدا کر دی ہے۔ جنھوں نے ان ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا۔"

حضرت ام المومنین کے اس طرز عمل پر مجھے کسی ریمارک کی ضرورت نہیں اس میں آپ کی سیرۃ مبارکہ کے کئی پہلو روشنی میں آتے ہیں۔ عام طور پر پیروں اور مرشدوں کے گھر کا بچہ بچہ اپنا مقام اتنا بلند سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کو اپنے برابر بیٹھنے کی اجازت نہیں ساتھ کھلانے کا حق نہیں۔ ان کے گھروں میں جاکر ان سے مواسات اور اخلاق کا برتاؤ کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا۔ انکی دنیا بالکل الگ ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو انسانیت

کے مقام سے بالاتر یقین کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہماری ام المومنین اور اس خاندان کے افراد کی حالت بالکل جدا ہے وہ اپنی اس خداداد عظمت اور عزت کے باوجود دوسرے کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرنا اپنی روحانی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اپنے فرائض کا ایک اہم جزو۔

مجھے تعجب ہوتا ہے جب میں "معلوم کر کے سب کچھ محروم ہو گئے ہیں" کے مصداق لوگوں کو یہ کہتے سنتا ہوں کہ گدی بنا دی گئی ہے۔ کاش عداوت نے ان کی آنکھوں پر پردہ نہ ڈال دیئے ہوتے اور ان کے دل و دماغ سے فہم و فکر کی قوتوں کو مسلوب نہ کر دیا ہوتا۔ میں اپنے ذاتی تجربہ اور علم کی بناء پر کہتا ہوں کہ

ان پاک نفوس میں میں نے کبھی رعونت اور تکبر کو نہ دیکھا۔ میں نے اپنی علالت کے ایام میں مشاہدہ کیا کہ وہ میری تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتے تھے اور ان کے اختیار و اقتدار میں ہوتا تو میرے لئے ہر قربانی کرتے۔ صاحبزادگان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر میری عیادت کو آتے رہتے اور حضرت ام المومنین تو بلا ناغہ میری عیادت کے لئے محترمہ مائی کاکو کو بھیجتی رہتی ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے تبرکات سے بھی معزز فرماتی ہیں۔ میں ایک واقعہ کو کبھی بھول نہیں سکتا اور کیسے بھول سکتا ہوں جو میرے لئے میرے خاندان کے لئے وہ باعث فخر و ناز ہے اور یہ حضرت ام المومنین کی غریب نوازی کی ایک شان

میں لاہور گیا ہوا تھا اور مکرمی اختر صاحب کے ہاں فروکش تھا۔ اختر صاحب اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے کرم اور فضل کرے مہمان نواز۔ کشادہ دل بھائی ہیں اور میرے ساتھ ان کو بچپن سے محبت ہے وہ ایک عبد شکور ہیں۔ حضرت ام المومنین کا قیام بھی وہیں تھا۔ میں ایک دن قادیان کے لئے تیار ہوا اور حضرت ام المومنین کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا:۔

محمود میں نے تو فیصلہ کیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی اور تم

آج جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں آج نہیں جاتا جب آپ تشریف لے چلیں گی تب جاؤں گا۔ فرمایا

تم تو ہمارے ہو

میں اس شفقت اور عزت افزائی کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ میری روح میں وجد کی کیفیت پیدا ہوگئی کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں

تم تو ہمارے ہو

حضرت والد صاحب قبلہ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور حضرت میر صاحب جھگڑ پڑے۔ حضرت میر صاحب نے بڑے جوش سے فرمایا کہ

تم ہمارے غلام ہو

والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور میں نے کہا

مجھے اور میری نسل کو اس غلامی پر فخر ہے

حقیقت میں یہ حضرت ام المومنین کی خادم نوازی اور اس کی تربیت روحانی کا ایک رنگ تھا۔ حضرت والد صاحب سے جب میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو بے حد متاثر ہوئے خوشی کے آنسو ان کی آنکھوں سے گرنے لگے اور کہا

محمود شفقت و کرم کے یہ مظاہرے ہی تو مایۂ حیات ہیں

اور پھر دیر تک اپنی خوشی کا اظہار کرتے رہے کہ مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ حضرت ام المومنین تمہیں اپنا سمجھتی ہیں اور ہم انہی کے تو ہیں۔ شفقت اور کرم جو روح اطاعت و وفاداری پیدا کر سکتی ہے۔ دوسری کوئی چیز اتنی موثر نہیں ہوتی۔ حضرت ام المومنین گرے ہوؤں کو اٹھانے اور شکستہ دلوں کی ڈھارس بندھانے میں شفیق ماں سے بڑھ کر عملی قوت رکھتی ہیں۔

حضرت اُم المومنین کا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

حضرت ام المومنین کی سیرۃ کا یہ پہلو نہایت اہم ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کے متعلق کیا ایمان رکھتی ہیں؟

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ امر بجائے خود حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک پہلو ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ قریب سے دیکھنے والی آپ کی اہلیہ بھی آپ کو اپنے دعاوی میں راست باز اور صادق یقین کرتی ہیں اور اس کا عمل بتاتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ ایک لحظہ کے لئے بھی اسے یہ شک پیدا ہوا کہ

آپ کا دعویٰ (نعوذ باللہ) صحیح نہیں

اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت ام المومنین کو یہ موقعہ حاصل تھا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے وقت میں بھی دیکھا جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تھی اور قبل از وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی بشارتوں کو سنا اور پورے ہوتے دیکھا۔ اپنے وجود میں اپنی ذریت طیبہ کے وجود میں جماعت کے وجود میں۔ دشمنوں کے وجود میں غرض ہر رنگ میں خدا تعالیٰ کی تائیدات اور نصرتوں کا معائنہ کیا اور آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے بے شمار آیات اور معجزات کو دیکھا۔ وہ معجزات جن کو ہم آیات اور نشانات کی اصطلاح سے

بیان کرتا ہوں۔ قبولیت دعا کے بھی تھے۔ شفاء امراض کے بھی اور اشیاء میں برکت کے بھی متحدیانہ کلام اور فصاحت و بلاغت کے نشان بھی غرض بے انتہا نشانات کو قبل از وقت ان پر اطلاع پائی اور پورا ہوتے دیکھا اور اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشاہدہ کر رہی ہیں۔

• پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کو مشاہدہ کیا اور یہ تمام چیزیں آپ کے ایمان کو بڑھانے والی اور ایک لذت اور بشاشت ایمانی پیدا کرنے والی تھیں۔ اس لئے آپ پر جو دن آیا وہ اپنے ایمان میں ترقی کا آیا۔

حضرت ام المومنین کے ایمان کے متعلق ایک واقعہ میں یہاں لکھے بغیر نہیں آگے جا سکتا جو مجھے حضرت والد صاحب قبلہ عرفانی کبیر نے بارہا ایک ذوق ایمان کے ساتھ سنایا اور انھوں نے ۱۹۰۹ء کے سالانہ جلسہ میں بھی اپنی تقریر میں اس کو دہرایا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی اور آپ کا جنازہ قادیان لایا گیا اور باغ کے بڑے کمرے میں رکھا گیا۔ میں حضرت کی آخری خدمت کے لئے وہاں بطور نگران متعین تھا کیونکہ لوگ آتے اور زیارت کرتے جاتے تھے اسی اثناء میں حضرت ام المومنین تشریف لائیں۔ آپ کے ساتھ کچھ اور خواتین بھی تھیں۔ آپ پائینتی کی طرف کھڑی ہوگئیں اور نہایت دردناک آواز میں فرمایا۔

• تو نبیوں کا چاند تھا تیرے سبب سے میرے گھر میں فرشتے اترتے تھے

والد صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ لفظ اچھی طرح یاد ہیں اس میں شوہری محبت ہی کا اظہار نہیں بلکہ اس ایمان کا مظاہرہ ہے جو آپ کے قلب میں تھا۔

ان الفاظ میں آپ کی نبوت اور آپ پر ملائکہ کے نزول پر ایمان ظاہر ہے یہ کلمات ایسے وقت کہے گئے جب کہ آپ کا جنازہ آپکے سامنے پڑا ہوا تھا۔ زندگی میں بعض اوقات

انسان ایک ماحول یا دوسرے اثرات کے تحت ایک شخص کی عظمت کا اعتراف کر لیتا ہے۔ لیکن وفات کے بعد حقیقت کھل جاتی ہے۔ حضرت ام المومنین نے اس وقت کوئی جزع فزع نہیں کی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام اور شان کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ حضرت ام المومنین پر کبھی ایسا وقت نہیں آیا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی حقہ میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہوا ہو۔ اس کی تائید میں آپ کا بیان ملاحظہ ہو۔

"حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ آپ نے کب بیعت کی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ میرے متعلق مشہور ہے کہ میں نے بیعت سے توقف کیا اور کئی سال بعد بیعت کی یہ غلط ہے بلکہ میں کبھی بھی آپ سے الگ نہیں ہوئی۔ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھا اور اپنے لئے باقاعدہ الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

(سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۰)

غرض حضرت ام المومنین نے اس وقت اپنے لئے علیحدہ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ آپ کو بیعت ہی میں یقین کیا۔ اس کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معروف طریق پر بیعت کی

حضرت ام المومنین کا ایمان خدا کی وحی پر

حضرت ام المومنین نے ہمیشہ اپنے عمل سے اس ایمان کا مظاہرہ کیا جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ میں نے حضرت عرفانی کبیر کی سیرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے یہ واقعہ درج کیا ہے۔ موقعہ کی مناسبت سے میں اسے پھر درج کرتا ہوں اس لیے کہ یہ سیرۃ تو ایک قسم کا تذکرہ ہے اور اس کی تحریر کا مقصد اپنی جماعت میں ایک

وفادار اور اخلاص سے پُر رُوح عمل کا پیدا کرنا ہے

ایک عامی حقایق سے ناواقف اور مقاصد ملی سے بے خبر انسان اسے تکرار اور تحصیل حاصل کہے گا گر میں اسے قرآن مجید کی اس ہدایت کے ماتحت سمجھتا ہوں کہ اس نے بار بار ایک بات کو بیان کیا

تا کہ لوگ سمجھیں اور عمل کریں

ایک واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی پیشگوئی فرمائی تو حضرت ام المومنین نے بارہا اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر دعائیں کیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب سیرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تحریر فرمایا ہے۔ اور پھر حضرت عرفانی کبیر نے اپنی سیرۃ مسیح موعود حصہ سوم کے صفحہ (۳۷۴) میں بھی اس واقعہ کو درج کیا ہے۔

"کہ آپ نے بارہا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے۔ مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں۔ اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہو اور جھوٹ کا زوال

والبطال ہو"۔

"ایک روز آپ دعا مانگ رہی تھیں، حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں؟ آپ نے یہ بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے؟ آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپ کے منہ کی نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں۔ خواہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جاؤں"

اس واقعہ کی تہہ میں بہت سی باتیں پوشیدہ ہیں۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر اور آپ کے دعویٰ پر آپ کا ایمان۔

۲۔ شوہر کی سچی محبت۔

۳۔ اسلام سے سچا پیار۔

۴۔ دعاؤں پر ایمان۔

۵۔ اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وسچائی کیلئے ہر تکلیف کو برداشت کرنے کی قوت کا اپنے اندر پانا۔

پہلا اور پھر یہ دوسرا واقعہ اس سچی وفاداری کا ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے۔ جو آپ کو اپنے مقدس شوہر سے تھی۔ آپ ان کی اطاعت میں اس قدر مخلص اور وفا شعار تھیں کہ ایک سوت کو قبول کرنے اور ایک سوت سے حسن سلوک کرنے میں دریغ نہ کرتی تھیں۔ اس کی مثال ذرا ڈھونڈ ھ دو کہیں نظر آتی ہے؟

کیا حضرت سارہؓ اور حضرت ہاجرہؓ کا واقعہ ہزار ہا سال سے بندگانِ خدا کے سامنے نہیں آرہا؟ ہاجرہؓ کی ہجرت میں الٰہی قدرت کے کیا کیا راز تھے۔ مگر بادی النظر میں تو یہی نظر آرہا ہے کہ دو سوتوں کا جھگڑا تھا۔

رامچندرجی ہندو مذہب کے مقدس ہادیوں میں سے تھے۔ ان کے بن باس کا واقعہ کیا ہے؟ وہ دو سوتوں کا جھگڑا تھا جس نے اس قدر بھیانک صورت اختیار کر لی کہ رامچندرجی مہاراج کو تو بارہ برس کے لئے بن باس جانا پڑا۔ ان کے باپ راجہ دسرتھ کی موت واقع ہو گئی۔ اور حالات کچھ کے کچھ ہو گئے۔

رانی کیکئی جو بھرت کی ماں تھی، اس نے خاوند کی موت، سلطنت کی تباہی ان سب امور کو قبول کر لیا۔ مگر اس امر کو پسند نہ کیا کہ سوت کا لڑکا تخت نشین ہو۔

مگر حضرت ام المومنین کی سیرت کا یہ سنہری اور زرّین واقعہ ایسا ہے کہ جس نے مسلمان عورتوں کی شوہر پرستی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

گویا کہ اس دل کو پہلو سے نکال کر پھینک دیا۔ جس دل میں سوت کے لئے نفرت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:-

"برادران! یہ ایمان تو میں مسلمانوں کے مردوں میں بھی نہیں دیکھتا۔ کیا ہی مبارک ہے وہ مرد اور مبارک ہے وہ عورت جن کا تعلق باہم ایسا سچا اور مصفا ہے اور کیا بہشت کا نمونہ وہ گھر ہے۔ جس کا ایسا مالک اور ایسے اہل بیت ہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ شوہر کے نیک و بد اور اس کے مکار و فریبی، یا راستباز اور متقی ہونے سے عورت خوب آگاہ ہوتی ہے۔ درحقیقت خلا ملا کے رفیق سے کونسی بات مخفی رہ سکتی ہے۔ میں ہمیشہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی مستحکم دلیل سمجھا اور مانا بھی کرتا ہوں۔

آپ کے ہم عمر اور محرم راز دوستوں اور ازواج مطہرات کے آپ پر صدق دل سے ایمان لائے اور اس پر آپ کی زندگی میں موت کے بعد پورے ثبات اور وفاداری سے قائم رہنے کو صحابہ کو ایسی تامہ اور کامل زیرکی بخشی گئی تھی کہ وہ اس محمدؐ میں جو اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہتا۔ اور

اس محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اِنّی رسولُ اللّٰہِ اِلیکم جمیعًا، کہتا صاف تمیز کرتے۔ وہ بے غش اخوان الصفا، اور آپ کی بیبیاں جیسے اس محمدؐ سے جو بشر محض ہے۔ ایک وقت انبساط اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے اور کبھی کبھی معمولی کاروبار کے معاملات میں پس و پیش اور رد و قدح بھی کرتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسے اختلاط اور موانست کی باتیں کررہی ہیں کہ کوئی حجاب حشمت اور پردہ تکلف درمیان نہیں۔ وہی دوسرے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل یوں سرنگوں اور متقارب بیٹھے ہیں۔ گویا لٹھے ہیں جن پر پرندے بھی بے باکی سے گھونسلا بنا لیتے ہیں۔ اور تقدم اور رفع صوت کو آپ کے حضور میں حبط اعمال کا موجب جانتے اور ایسے مطیع و منقاد ہیں کہ اپنا ارادہ اور اپنا علم اور اپنی ہوا امر رسول کے مقابل یوں ترک کر دیتے ہیں۔ گویا وہ بے عقل اور بے ارادہ کٹھ پتلیاں ہیں۔ ایسی مخلصانہ اطاعت اور خودی اور خودرائی کی کینچلی سے صاف نکل آنا ممکن نہیں۔ جب تک دلوں کو کسی کے سچے پیر یا منجانب اللہ زندگی کا یقین پیدا نہ ہو جائے۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ حضرت اقدس کو آپ کی بی بی صاحبہ صدق دل سے مسیح موعود مانتی ہیں۔ اور آپ کی تبشیرات سے خوش ہوتی اور انذارات سے ڈرتی ہیں۔

غرض اس برگزیدہ ساتھی کو برگزیدہ خدا سے سچا تعلق اور پورا اتفاق ہے۔" (سیرت مسیح موعود مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب)

ایمان کا ایک عجیب رنگ

باوجودیکہ حضرت ام المومنین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت و ماموریت پر ایک لذیذ اور کامل ایمان تھا اس لئے کہ یہ ایمان محض رسمی رنگ نہ رکھتا تھا بلکہ وہ یقین کامل کا درجہ رکھتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کے وجود کو بھی ایک برکت اور نعمت قرار دیا تھا اور آپ کے آنے کے بعد برکات اور الٰہی تائیدات اور نصرتوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوگیا اسلیئے خدا تعالیٰ کے ان انعامات اور برکات پر آپ کو اسقدر ناز تھا اور یہ ناز ایک شکر گزاری اور تحدیث بالنعمۃ کا رنگ لئے ہوئے تھا کہ آپ کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کمال محبت اور آپ کے کمال و احترام کے باوجود یہ بھی فرما دیا کرتی تھیں کہ

مرے آنے پر خدا کی یہ برکت نازل ہوئی

اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک مشاہدہ اور تاثرات کو پیش کرتا ہوں۔ حضرت امیر المومنین نے مکرمی مرزا عزیز احمد صاحب کے خطبہ نکاح میں (جو حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی سے ہوا ایک نہایت لطیف اور ایمان افزا خطبہ نکاح پڑھا۔ اور اس میں آپ نے منجملہ دیگر حقائق کے اس امر پر خصوصیت سے روشنی ڈالی کہ

الہامی جوڑے نہایت بابرکت ہوتے ہیں

اور اسی سلسلہ میں حضرت ام المومنین کا ذکر اپنے مشاہدہ اور تاثرات کے رنگ میں فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ الہامی جوڑے نہایت بابرکت ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویا میں دکھائی گئیں۔ کہ ان سے آپ کی شادی ہوگی۔ بظاہر کسقدر۔

اختلاف کا مقام تھا۔ کہ بڑی عمر کے مرد کی چھوٹی عمر کی عورت سے شادی تجویز ہوئی تھی۔ اور سمجھا جا سکتا تھا، کہ اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔ آج کل شاردا ایکٹ کا سارا دار و مدار ہی اس پر ہے کہ اس کے حامی کہتے ہیں۔ چھوٹی عمر کی لڑکی کی شادی بڑی عمر کے مرد سے نہیں کرنی چاہیئے۔ شاردا بل میں لڑکی کے جوان ہونے کی شرط رکھی گئی ہے۔ تاکہ جب وہ جوان ہو جائیگی۔ تو خود بڑی عمر کے مرد سے شادی کرنے سے انکار کر سکے گی۔ لیکن دنیا کی تمام شادیاں جن میں عمر کا ناگوار تفاوت نہ ہو۔ عین جوانی میں ہوئی ہوں۔ مال و دولت، آرام و آسائش کے سارے سامان انھیں میسر ہوں۔ کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے مقابلہ میں رکھی جا سکے؟ کیا کسی ایک شادی میں بھی وہ محبت اور وہ فدائیت پائی جاتی ہے، جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رض سے تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی؟ باوجود اپنے انتخاب کے، عمر میں تفاوت نہ ہونے کے، اور ایک دوسرے کے ساتھ پہلے سے محبت رکھنے کے جو شادیاں ہوئیں۔ ان میں برکت نہ ہوئی۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ایسی برکت ہوئی ہوا ور کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کے تفکرات دور کرنے اور اس کے مقصد میں اسے مدد دینے کے لئے صحیح جوڑا رویا میں دکھا دیا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ یہ جوڑا کیسا بابرکت ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ان خوبیوں اور نیکیوں اور تقویٰ کی وجہ سے تھی۔ جن کے باعث خدا تعالیٰ نے انھیں اپنے رسول کے لئے چنا تھا۔ نہ کہ ظاہری شکل و صورت کی وجہ سے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ازراہ محبت فرمایا۔ اگر اسی سر درد اور میری زندگی میں تمھاری وفات ہو جاتی، تو میں تمھارے لئے استغفار کرتا۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہ نے بھی ازراہ ناز نہ کہ عدم محبت کی وجہ سے کہا۔ آپ چاہتے ہیں، میں مرجاؤں۔ مرد کا کیا ہے، ایک عورت مرجائے، تو اس کیلئے

دوسری موجود ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ نہیں، میں تو خود دردِ سر میں مبتلا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں، کہ ابوبکرؓ کو بلا کر وصیت کر دوں۔

حضرت عائشہؓ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت کا پتہ لگانا ہو تو اس پر غور کرو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۹ سال یا ۲۱ سال کی ہوگی۔ یہ عمر عورت کے لئے عین جوانی کی عمر ہوتی ہے۔ یورپین عورت کے لئے تو شادی کرنے کی یہ عمر سمجھی جاتی ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ ایک عورت جسے یہ معلوم ہو۔ کہ اس سے ایک ایسے شخص نے شادی کی، جس کی عمر وفات کے قریب پہنچی ہوئی تھی۔ اور پھر وہ محسوس کرے کہ اسے اب ساری عمر بیوگی میں گزارنی ہوگی (کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لئے دوسری شادی کا موقعہ نہ تھا) اگر اس میں چٹان کی طرح مضبوط اور پہاڑ کی طرح عظیم الشان ایمان نہ ہوتا، تو اسے یہ شکوہ ہوتا کہ اس سے نہ صرف بڑی عمر میں شادی کی گئی، بلکہ ایسی شادی کی گئی، جس کے بعد وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ اس وجہ سے اس کے دل میں بیحد کینہ اور بغض پیدا ہو سکتا تھا۔ ہندو عورتوں کو دیکھ لو، جنہیں دوسری شادی کرنے سے روکا جاتا ہے۔ ان میں اپنے خاندان اور رشتہ داروں سے اس قدر بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہزاروں اپنے گھروں سے نکل کر اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسلمانوں سے شادی کر لیتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ساری عمر انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور آپ کی محبت میں گزار دی۔ حدیث میں آیا ہے۔ آپ کوئی اچھی چیز نہ کھاتی تھیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر کے آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ نکل آئے ہوں۔ ایک دفعہ میدہ کی روٹی کھانے لگیں، تو آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔ کسی نے پوچھا۔ یہ کیا؟ آپ نے فرمایا۔ اس لئے آنسو نکل آئے ہیں کہ خیال آیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کے سامان نہ تھے۔ ہم جو کوٹ کوٹ کر اس کی روٹی بناتے، اور وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا دیتے۔ آج اگر آپ زندہ ہوتے، تو ایسی روٹی آپ کو کھلاتے۔ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بقیہ زندگی میں اگر کوئی چیز لطف وینے والی تھی، تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہی تھا۔ اور آپ کی اس ساری زندگی میں یہی خواہش رہی، کہ کاش رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام وآسائش کے لئے آپ مزید قربانی کا موقعہ پاسکتیں۔

یہ خدا کا چنا ہوا جوڑا تھا۔ جسے ایسی برکت حاصل ہوئی۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک جوڑا بابرکت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے چنا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے شادی سے پیشتر اس شادی کے بابرکت ہونے کی اطلاع الہام کے ذریعہ دی۔ اس خاندان کے بابرکت ہونے کی خبر دی اور پھر فرمایا۔ یا دم اسکن انت وزوجك الجنة۔ یہ شادی کی طرف ہی اشارہ تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ جیسے اس آدم کے لئے جنت تھی، اسی طرح تیرے لئے بھی جنت ہے۔ مگر اس حوّا نے تو آدم کو جنت سے نکلوایا تھا، لیکن یہ حوّا جنت کا موجب ہوگی۔

حضرت ام المومنین کا بابرکت وجود۔

مجھے خوب یاد ہے۔ اس وقت تو بُرا محسوس ہوتا تھا لیکن اب اپنے زائد علم کے ماتحت اس سے مزا آتا ہے اس وقت میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ مگر یہ خدا کا فضل تھا۔ کہ باوجودیکہ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ نہ تھی۔ جب سے ہوش سنبھالا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کامل یقین اور ایمان تھا۔ اگر اس وقت والدہ صاحبہ کوئی ایسی بات کرتیں، جو میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کے شایاں نہ ہوتی۔ تو میں یہ نہ دیکھتا کہ ان کا میاں بیوی کا تعلق ہے، اور میرا ان کا ماں بچہ کا تعلق ہے۔ بلکہ میرے سامنے پیر اور مرید کا تعلق ہوتا۔ حالانکہ میں کبھی حضرت مسیح موعود

علیہ السلام سے کچھ نہ مانگتا تھا۔ والدہ صاحبہ ہی میری تمام ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ باوجود اس کے والدہ صاحبہ کی طرف سے اگر کوئی بات ہوتی، تو مجھے گراں گزرتی۔ مثلاً خدا کے کسی فضل کا ذکر ہوتا۔ تو والدہ صاحبہ کہتیں، میرے آنے پر ہی خدا کی یہ برکت نازل ہوئی ہے۔ اس قسم کا فقرہ میں نے والدہ صاحبہ کے منہ سے کم از کم سات آٹھ دفعہ سنا۔ اور جب بھی سنتا، گراں گزرتا۔ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی سمجھتا۔ لیکن اب درست معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس فقرہ سے لذت پاتے تھے۔ کیونکہ وہ برکت اسی الہام کے ماتحت ہوئی کہ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ پہلا آدم تو نکاح کے بعد جنت سے نکالا گیا تھا۔ لیکن اس زمانہ کے آدم کے لئے نکاح جنت کا موجب بنایا گیا ہے۔ چنانچہ نکاح کے بعد ہی آپ کی ماموریت کا سلسلہ جاری ہوا۔ خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں کرائیں۔ اور آپ کے ذریعہ دنیا میں نور نازل کیا۔ اور اس طرح آپ کی جنت وسیع ہوتی گئی۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلے آدم کے لئے جو جوڑا منتخب کیا گیا۔ وہ صرف جسمانی لحاظ سے تھا۔ مگر اس آدم کے لئے جو چنا گیا۔ وہ روحانی لحاظ سے بھی تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الارواح جنود مجندۃ۔ ارواح میں ایک دوسرے سے نسبت ہوتی ہے۔ جب ایسی ارواح مل جائیں، تو ان کے جوڑے بابرکت ہوتے ہیں۔ پس مومن کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے۔ اور اپنی رائے پر انحصار نہ رکھے۔

جس طرح پر حضرت ام المومنین اللہ تعالیٰ کے انعامات اور برکات پر شکر گزاری کے رنگ میں ناز فرماتی ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام المومنین کو شعائر اللہ میں سے یقین کرتے اور ایک کمالِ محبت اور احترام کا جذبہ رکھتے تھے کہ

آپ وعدے کے فرزندوں کی ماں ہیں

۱۶۰

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک روایت

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے تاثرات اور روایات پہلی جلد میں بھی آچکے ہیں مگر کاغذات کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ایک نہایت عجیب روایت درج نہیں ہوئی۔ اس روایت سے حضرت ام المومنین کے اس ایمان کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بڑھتا چلا گیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ایک روز حضرت ام المومنین نے بیان فرمایا کہ جب میں پہلی مرتبہ نئی نئی آتی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بات کا مجھ پر خاص اثر ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ خادمہ دودھ ابال رہی تھی۔ اور جب دودھ میں جوش آرہا تھا تو ڈھکن اتار دیا گیا تھا۔ حضرت اقدس کی اتفاقاً نظر پڑی اور فرمایا

ہیں دودھ ننگا ہے یہ ضرور پھٹ جائے گا

حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ دودھ کے جوش کے وقت ڈھکنا اتار ہی دیتے ہیں۔ یہ دودھ پھٹے گا کیونکر۔ مردوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی اس لئے ایسا کہہ ہی دیتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال گزر ہی رہا تھا کہ معاً وہ دودھ پھٹ کر دہی بن چکا تھا۔ حضرت اقدس کے ارشاد مبارک اور میرے دل میں اس خیال کے گزرنے میں کوئی زیادہ وقت نہیں لگا۔ گویا ارشاد مبارک ہوتے ہی دودھ پر پھٹ جانے کا عمل شروع ہو گیا۔ اس واقعہ سے **میرے دل پر حضرت اقدس کا بہت رعب طاری ہوا اور میں نے یقین کر لیا کہ یہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں۔**

بظاہر بات معمولی نظر آتی ہے مگر حضرت ام المومنین کی طہارت باطنی کا ایک بین ثبوت ہے وہ اس دودھ کے پھٹنے کو صرف حضرت اقدس کے ارشاد کا نتیجہ یقین کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ حضرت ام المومنین کے قلب صافی پر اس واقعہ سے عظیم الشان نکتہ معرفت نازل فرمایا۔ واللہ الحمد

سیرۃ کے متعلق کچھ اور تاثرات

DONATED BY MALIK RAM * 1906-1993

۶۲۵

سیرۃ کے متعلق کچھ اور تاثرات

حضرت نواب سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا سیرۃ ام المومنین پر جامع بیان

میں حضرت نواب سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کے بیان کا کچھ حصہ تربیت اولاد کے ضمن میں درج کر چکا ہوں لیکن آپ نے جو ایک مختصر اور جامع بیان ازراہ کرم باوجود اپنی مصروفیتوں کے لکھکر بھیجا ہے۔ میں اسے تبرکاً اس شایع شدہ حصہ کو چھوڑ کر درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ (محمود احمد عرفانی)

نوبہار (شملہ الیسٹ)

برادرم مکرم محمود احمد صاحب سلمک اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط قادیان میں مجھے ملا۔ اور جناب شیخ صاحب کرم کا بھی مگر ان دنوں مجھے سر درد کے کئی کئی روز کے دورے ہو رہے تھے میں آپکے خطوں کا جواب نہ لکھ سکی اور دن گزر گئے پھر سفر کی تیاری میں وقت گزرا اور سفر میں ہی پندرہ دن لگ گئے کیونکہ ڈلہوزی کا راستہ ٹھیک ہونے کے انتظار میں پٹھانکوٹ پڑے رہے۔ آخر تنگ آکر شملہ کا رخ کیا۔ یہاں آکر باوجود روز ارادہ کرنے کے نہ لکھ سکی۔ کیونکہ یہاں علیل رہی۔ حضرت والدہ صاحبہ کے متعلق تو بہت کچھ لکھنے کو دل چاہتا ہے اور یہ موضوع ایسا ہے جس سے سیری نہیں ہو سکتی مگر طبیعت کی خرابی سر کی کمزوری خاص کر زیادہ لکھنے مانع رہی اور ہے۔ اس مبارک وجود کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مصرع تحریر فرما دیا وہی ایسا جامع ہے کہ اس سے بڑھکر تعریف نہیں ہو سکتی یعنی

"چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے"

اللہ تعالیٰ کا کسی کو چن لینا کیا چیز ہے اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس محسن و رحمٰن خدا نے کیا کیا جوہر اس روح میں رکھ دیئے ہونگے جسکو اس نے اپنے مسیحا کیلئے تخلیق کیا۔ میں انکی تعریف اسلئے نہیں کروں گی کہ وہ میری والدہ ہیں۔ بلکہ اس نظر سے کہ وہ فی زمانہ "مومنوں کی ماں" ہیں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس امر کی گواہی ہمیشہ دوں گی کہ وہ اس منصب کے قابل ہیں۔ خدا نے میری والدہ پر فضل و احسان فرمایا کہ

ان کو اپنے مسیحا کے لئے چن لیا مگر انھوں نے بھی خدا کی ہی نصرت کے ساتھ دکھا دیا وہ اس کی اہل ہیں اور اس انعام اور احسانِ خداوندی کی بے قدری و ناشکری ان سے کبھی ظہور میں نہیں آئی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ بارانِ رحمت بے جگہ نہیں برسا بلکہ بارآور زمین اس سے فیضیاب ہوئی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ مجمل طور سے آپ کی چند خصوصیات اور خوبیوں کا ذکر لکھ دیتی ہوں۔

۲) حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ تک بیشک ہمارے دلوں پر آپ کی شفقت کا اثر والدہ صاحبہ سے زیادہ تھا مگر آپ کے بعد آپ کو دنیا کی بہترین شفیق ماں پایا اور آج تک وہ شفقت و محبت روز افزوں ثابت ہوئی ہے۔ ہمیشہ آپ کی کوشش رہی ہے۔ خصوصاً لڑکیوں کے لئے کہ انکے مہربان باپ کی کمی کو پورا فرماتی رہیں یہ تڑپ اس لئے بھی رہی کہ دراصل آپ کو حضرت اقدس کی ہم پر مہر و محبت و شفقت کا خوب اندازہ تھا اور آپ خود باوجود سب سے اچھی ماں ہونے کے آج تک ہمارے لئے ایک کمی ہی محسوس کئے جا رہی ہیں۔ اور مہربانیوں سے آپ کا دل بھر نہیں چکتا۔ خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین۔

۳) مجھے آپ کا سختی کرنا کبھی یاد نہیں پھر بھی آپ کا ایک رعب خاص تھا اور ہم بہ نسبت آپ کے حضرت مسیح موعودؑ سے دنیا کے عام قاعدہ کے خلاف بہت زیادہ بے تکلف تھے اور مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس کے حضرت والدہ صاحبہ کی بیحد قدر و محبت کرنے کی وجہ سے آپ کی قدر میرے دل میں بھی بڑھا کرتی تھی۔

آپ باوجود اس کے کہ انتہائی خاطرداری اور نازبرداری آپکی

حضرت اقدس کو ملحوظ رہتی کبھی حضور کے مرتبہ کو نہ بھولتی تھیں۔ بے تکل
میں بھی آپ پر پختہ ایمان اور اس وجود مبارک کی پہچان آپ کے ہر انداز
وکلام سے ترشح تھی جو مجھے آج تک خوب یاد ہے۔

آخر میں بار بار وفات کے متعلق الہامات ہوئے تو ان دنا
بہت غمگین رہتیں اور کئی بار میں نے آپ کو اور حضرت مسیح موعود کو اس ا
کے متعلق باتیں کرتے سنا حضور اقدس بشاشں رو تھے مگر والدہ صاح
کی اس امر کے متعلق اداسی کا اثر لیتے اور خود بھی ذرا خاموش ہو جا

ایکبار مجھے یاد ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت اقد
سے کہا (ایک دن تنہائی میں الگ نماز پڑھنے سے پہلے نیت باند
سے پیشتر) کہ "میں ہمیشہ دعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے آپ کا غم نہ د
اور مجھے پہلے اٹھالے" یہ سن کر حضرت نے فرمایا "اور میں ہمیشہ یہ
کرتا ہوں کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور میں تم کو سلامت چھوڑ جاؤ
ان الفاظ پر غور کریں اور اس محبت کا اندازہ کریں جو حضرت مسیح
آپ سے فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کے بعد ایک بہت بڑی تب
آپ میں واقع ہوئی پھر میں نے آپ کو پر سکون، مطمئن اور بالکل خام
نہیں دیکھا۔ ایک بے قراری اور گھبراہٹ سی آپ کے مزاج میں با
انتہائی صبر اور ہم لوگوں کی دلداری کے خیال کے پیدا ہو گئی جو آج
نہیں گئی یہ معلوم ہوتا ہے اس دن سے کہ آپ دنیا میں ہیں ابھی مگر نہیں
اور ایک بے چینی سی ہر وقت لاحق ہے۔ جیسے کسی کا کچھ کھو گیا ہو
زیادہ میں اس کیفیت کی تفصیل نہیں بیان کر سکتی۔

آپ کی خاص صفات یہ ہیں کہ آپ بے انتہا صابرہ

پر شاکرہ ہر وقت کلماتِ شکر الٰہی آپ کی زبان پر جاری رہتے ہیں دعا
کی آپ بہت ہی عادی ہیں مگر فرماتی ہیں کہ اب اس زور کی دعا کمزوری
کے سبب سے مجھ سے نہیں ہو سکتی جس میں میری طاقت بہت خرچ
ہوتی تھی۔ نماز آپ بجد خشوع و خضوع سے ادا فرماتی ہیں اس کمزوری
کے عالم میں آپ کے سجدوں کی طوالت دیکھ کر بعض وقت اپنی حالت
پر سخت افسوس اور شرم معلوم ہوتی ہے۔

غریبوں کے لیے خاص طور پر دل سے تڑپ رکھتی ہیں ہر وقت
کسی کو مدد پہنچانے کا آپ کو خیال رہتا ہے۔ خیرات میں آپ کا ہاتھ
کسی کی حالت سنتے ہی سب سے اول بڑھتا ہے۔ اپنے نوکروں پر خاص
شفقت فرماتی ہیں اگر کسی مزاج دار خادمہ کے تنگ کر دینے پر کبھی کچھ
سخت کہتی بھی ہیں تو میں نے دیکھا کہ جب تک اس کو پھر خوش نہ کر لیں
زبان سے بھی اور کچھ دے دلا کر بھی آپ کو خود آرام نہیں ملتا۔ ان کے
آرام کا بہت خیال رکھتی ہیں ہم لوگ کبھی اگر دو تین بار اوپر تلے
کوئی کام کہہ دیں تو فرماتی ہیں کہ بس اب وہ تھک گئی ہے اس بیچاری
میں اتنی طاقت کہاں ہے وغیرہ۔

اس عمر میں اس وقت تک بھی کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتیں
خادموں کو بھی تکلیف نہیں دیتی۔ اپنے ہاتھ سے ہی زیادہ تر کام کرتی
ہیں۔ بار بار اس حالت میں کہ ضعف سے ٹانگیں کانپ رہی ہوتی ہیں
خود کرسی پر چڑھ کر حجرہ (کمرہ کا نام ہے) میں جا کر جو چیز نکالنی ہو لاتی
ہیں۔ اگر بہت روکا جائے تو دوسرے کو پھر بمشکل تکلیف دیتی ہیں۔
(خادمہ) چھوٹی لڑکیوں کو بیٹی کہہ کر پکارنا ان کے کپڑوں اور کھانے

بیٹے کا خود ہی خیال رکھنا دوسری عورتوں پر نہ چھوڑنا آپ کا طریق ہے بلکہ اتنا پیار آپ ان سے فرماتی ہیں کہ وہ اکثر بہت سر چڑھ جاتی ہیں۔

آپ کا معیارِ عصمت عام نقطۂ نظر سے بہت ہی بلند ہے۔ یہ ایک خصوصیت آپ کے اخلاق کی مدنظر رکھنے کے قابل ہے۔ عورت کی عزت کے بیحد نازک ہونے کے متعلق اکثر نصیحت فرماتی ہیں۔ عورتوں کا بھی آپس میں زیادہ بے تکلف ہونا یا فضول مذاق وغیرہ آپ کو بیحد گراں گزرتا اور ناپسند ہے۔ جو بیوی اپنے شوہر سے زیادہ محبت کرے اس کے ذکر سے خوش ہوتی اور پسندیدگی کا اظہار فرماتی ہیں۔

شکوہ اور چغلی سے آپ کو ازحد نفرت اور چڑ ہے نہ سننا پسند کرتی ہیں نہ خود کبھی کسی کا شکوہ کرتی ہیں۔ اس معاملہ میں آپ کا وقار بہت بلند درجہ ہے کہ کبھی شکوہ کرنا یا کسی کی جانب سے تکلیف پہنچے تو اُسکا اظہار کرنا پسند نہیں فرماتیں نہ یہ پسند فرماتی ہیں کہ کوئی دوسرا اس کو محسوس کرکے آپ کے سامنے اس کے جاننے تک کا اظہار کرے۔

مرضی کے خلاف بات کو اکثر سنی ان سنی کر دیتی ہیں اور یہ نہیں پسند فرماتیں کہ وہ ذکر زبانوں پر آئے یا کسی کی جانب سے گستاخانہ یا خلاف بات کا آپ کے علم میں آجانا ہم لوگوں تک پر ظاہر ہو۔

کل احمدیہ جماعت سے آپ کی سچی مادرانہ محبت بھی ایک خصوصیت سے قابلِ ذکر چیز ہے۔ آپ کو خدا نے یونہی ماں نہیں بنایا بلکہ میں دیکھتی ہوں کہ ایک ماں کی تڑپ بھی ہر فرد کے لئے آپ کے دل میں بیحد رکھدی ہے۔ عام جماعت کے لئے خاص افراد کے لئے مخصوصاً مبلغین کے لئے بہت التزام سے دعائیں فرماتی ہیں اور

تڑپ سے فرمائی ہیں بعض دفعہ کسی کا ڈاک میں خط آتا ہے تو ایسی تڑپ سے آواز بلند اس کے لئے دعا فرماتی ہیں کہ پاس بیٹھنے والوں کے دل میں بھی حرکت پیدا ہو جائے۔ میں نے بھی اکثر صرف حضرت والدہ صاحبہ کے نام خط پڑھکر اور آپ کی تڑپ دیکھکر بہت لوگوں کے لئے دعا کی ہیں۔ کیونکہ اکثر خط آپ کو سنانے پڑتے ہیں۔ صرف لکھنے والوں پر موقوف نہیں بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ جنہوں نے کبھی خاص تعلق حضرت والدہ صاحبہ سے ظاہر نہیں رکھا۔ ان کے لئے بیٹھے بیٹھائے خیال آگیا ہے اور آپ پھڑک پھڑک کر دعا فرما رہی ہیں۔

(اکثر پرائیوٹ مجالس میں) بہ آواز بلند خدا کو پکارنے اور بہ آواز دعا کرنے کی آپ کی عادت ہے۔ استغفار بہت کثرت سے فرماتی ہیں۔

مجھے جو شادی کے ایام میں آپ نے چند نصائح کی تھیں وہ بھی تحریر کر دینا میرے خیال میں مفید ہوگا۔

۴) فرمایا اپنے شوہر سے پوشیدہ یا وہ کام جس کو ان سے چھپانے کی ضرورت سمجھو ہرگز کبھی نہ کرنا۔ شوہر نہ دیکھے مگر خدا دیکھتا ہے اور بات آخر ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کو کھو دیتی ہے۔

۵) اگر کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز کبھی نہ چھپانا صاف کہہ دینا۔ کیونکہ اس میں عزت ہے اور چھپانے میں آخر بے عزتی اور بے وقری کا سامنا ہے۔

۶) کبھی ان کے غصہ کے وقت نہ بولنا تم پر یا کسی نوکر یا بچہ پر خفا ہوں اور تم کو علم ہو کہ اس وقت یہ حق پر نہیں ہیں جب بھی اس وقت نہ بولنا۔ غصہ تھم جانے پر پھر آہستگی سے حق بات اور ان کا غلطی پر ہونا ان کو

سمجھا دینا غصہ میں مرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزت باقی نہیں رہتی اگر غصہ میں کچھ سخت کہہ دیں تو کتنی ہتک کا موجب ہو۔

ان کے عزیزوں کو عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا کسی کی برائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی برائی کرے تم دل میں بھی سب کا بھلا ہی چاہنا اور عمل سے کبھی بدی کا بدلہ نہ کرنا۔ دیکھنا پھر ہمیشہ خدا تمہارا بھلا ہی کرے گا۔

فرمایا میں نے ہمیشہ تمہارے سوتیلے بھائیوں کے لئے دعائیں کی ہیں اور ان کا بھلا ہی خدا سے چاہا ہے۔ کبھی اپنے دل میں ان کو غیر نہیں جانا۔ خواہ حالات کے سبب وہ الگ رہے۔ میرا دل ہمیشہ ان کا خیر خواہ رہا ہے۔ یہ تو آپ کو علم ہی ہو گا کہ آپ کی شادی سترہویں سال میں ہوئی تھی۔ فرماتی ہیں کہ وہابی ہونے کے سبب سے صرف والد (حضرت ناناجان) موافق تھے اور سب کنبہ بیحد خلاف تھا۔ ہماری دادی تو بہت روتی تھیں کہ کہاں لڑکی کو (نعوذ باللہ) جھونک رہے ہو فرماتی ہیں کہ ایک دن خود میں نے سنا کہ "ابا" "اماں" (نانی اماں) کی خلاف باتوں اور رونے دھونے کے جواب میں کہہ رہے تھے کہ "ایسا داماد تو ساری دنیا میں چراغ لیکر ڈھونڈو گی تو بھی نہ ملے گا۔

ذکر فرمایا کہ "جب تمہارے ابا مجھے بیاہ کر لائے تو یہاں سب کنبہ سخت مخالف تھا (اس وقت تک شادی کی ہی وجہ سے غالباً) دو چار خادم مرد تھے اور پیچھے سے ان بیچاروں کی بھی گھر والوں نے روٹی بند کر رکھی تھی گھر میں عورت کوئی نہ تھی صرف میرے ساتھ والی فاطمہ بیگم تھیں۔ وہ کسی کی زبان نہ سمجھیں نہ ان کی کوئی سمجھے شام کا وقت بلکہ رات تھی

جب پہنچے۔ تنہائی کا عالم بیگانہ وطن میرے دل کی عجیب حالت تھی اور روتے روتے میرا بُرا حال ہوگیا تھا۔ نہ کوئی اپنا تسلی دینے والا نہ منہ دھلانے والا نہ کھلانے والا نہ پلانے والا۔ کنبہ نہ ناتا اکیلی حیران پریشانی میں آن کر اتری۔ کمرے میں ایک کھری چارپائی پڑی تھی۔ (جس کی پائینتی ایک میز پڑا تھا) اس پر تھکی ہاری جو پڑی ہوں تو صبح ہوگئی یہ اس زمانہ کی ملکہ دوجہاں کا بستر عروسی تھا اور سسرال کے گھر میں پہلی رات تھی! مگر خدا کی رحمت کے فرشتے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اے کھری چارپائی پر سونے والی پہلے دن کی دلہن دیکھ تو سہی دو جہاں کی نعمتیں ہوں گی۔ اور تو ہوگی ملکہ تاج شاہی تیرے غلاموں کے قدموں سے لگے ہوں گے۔ ایک دن انشاء اللہ

اب خدا حافظ میں مضمون کی صورت میں تو کچھ لکھ نہ سکی مجھے افسوس ہے کہ

یہ جلدی کا لکھا خط اس پر میرا بدخط جیسا بھی ہے حاضر ہے جو حصہ آپ چاہیں اپنی اور جناب شیخ صاحب کی مرضی سے ترتیب دے لیں۔ اس وقت جو جو یاد آتا گیا لکھ دیا ہے۔ قلم برداشتہ۔

جناب شیخ صاحب مکرم کو میرا اسلام علیک پہنچا دیں اور دعا کے لئے کہیں

(نوٹ از عرفانی کبیر) میں نے سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے مکتوب گرامی کو پورا درج کر دیا ہے بجز اس حصہ کے جو مرحوم محمود احمد عرفانی نے جلد اول میں شایع کر دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہ مکتوب ایک پیشگوئی کا حامل ثابت ہوا۔ حضرت سیدہ نے لکھا کہ شیخ صاحب کی مرضی سے ترتیب دے لیں۔ عزیز محمود مرحوم نے کچھ حصہ شایع کیا اور کچھ میرے حصہ میں آگیا۔

ان تاثرات کو غور سے پڑھیئے حضرت ام المومنین کی سیرۃ طاہرہ کی گہرائیوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اور آپ کے مقام و شان اور طہارت نفس کا ایک سرسری انداز ہوتا ہے۔

مثلاً طہارت نفس اور عصمت و عفت کا وہ بلند معیار جو حضرت ام المومنین نے اپنے عمل سے

پیش کیا ہے وہ کتنا ارفع و اکمل ہے کہ

عورتوں کا آپس میں زیادہ بے تکلف ہونا یا فضول مذاق آپ کو بے حد گراں گزرتا ہے۔

یہ مقام صرف اس قلب مطہر کا ہو سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کر دیا ہو جس کے دل و دماغ پر ہر وقت طہارت نفس کی لہریں پیدا ہوتی ہوں۔ عورتوں میں باہم بے تکلفی اور فضول مذاق اور کھلی باتیں اسی طرح عام بے ضرر سمجھی جاتی ہیں۔ جس طرح وہ پرانے رسم و رواج کے لحاظ سے ایک دوسرے کے سامنے ضرورتاً برہنہ بھی ہو جاتی ہیں۔ الّا ما شاء اللہ۔ مگر اس عفت و عصمت کے پیکر کو دیکھو کہ وہ اس قسم کی بے تکلفی اور فضول مذاق سے بھی کراہت کرتی ہے۔

مستورات میں بعض امراض اخلاقی خصوصیت سے عام طور پر پائے جاتے ہیں مگر حضرت سیدۃ النساء ان سب سے متنفر ہے جیسے غیبت یا شکوہ سوت کے متعلق آپ کے جذبات اور عمل کا ذکر پہلی جلد میں آچکا ہے۔ اور جو حسن سلوک دائماً آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی سے فرماتی رہیں وہ ظاہر ہے۔ اور ان کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھا۔ چنانچہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو فرمایا۔

"ہمیشہ تمہارے سوتیلے بھائیوں کے لئے دعائیں کی ہیں اور ان کا بھلا ہی خدا سے چاہا ہے کبھی اپنے دل میں ان کو غیر نہیں جانا خواہ حالات کے سبب سے وہ الگ رہے میرا دل ہمیشہ خیر خواہ رہا۔"

اس دل کی مثال تلاش کرو۔ سوتیلی اولاد سے کیا کیا سلوک دنیا کی تاریخ میں نظر آتے ہیں مگر یہ دل ہر قسم کی کدورتوں اور کینہ اور نفرت کے جذبات سے پاک کر دیا گیا۔ اور اس پاک دل کی دعاؤں نے اپنی قبولیت کا کیا نقشہ دکھایا کہ وہ گھر جو حضرت مسیح موعود کے لئے عداوت و نفرت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس مادر مطہر کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور دشمنوں کو دوستوں نہیں

غلامی پر ناز کرنے والوں کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ ان کے حق میں دعائیں سنی گئیں اور

بالآخر سارا خاندان ایک سلک میں منسلک ہو گیا۔

غرض سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے اس جامع بیان سے خواتین کی اصلاح اور بھلائی کا ایک بہترین ہدایت نامہ اور اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ مائیں اپنی اولاد کی تربیت کو ان اصولوں پر کریں۔ بیویاں اپنے شوہروں کے لئے اسی طریقہ عمل کو اختیار کریں جسکی ہدایت حضرت ام المومنین نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کو کی ہے۔

اپنی مجلسوں اور باہمی ملاقاتوں میں اسی راہ پر چلو جو حضرت ام المومنین کا ہے۔ اگر اسی رنگ میں رنگین ہمارے گھر ہو جائیں تو یقیناً وہ جنت کا نمونہ ہوں گے۔ حضرت ام المومنین کی عملی زندگی فی الحقیقت ایک نعمت ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

اُذکر نعمتی رأیت خدیجتی

میری نعمت کو یاد کرو تم نے میری خدیجہ کو پایا۔ یہ وجود سراسر نعمت اور برکت ہے مولیٰ کریم اس نعمت اور اس کے برکات کو تا دیر سلامت رکھ اور توفیق دے کہ ہم اس کی قدر کریں۔ اللّٰھم آمین

بعض بچوں کے تاثرات

حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے متعلق میں نے صحابہ اور صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان خادمات کے مشاہدات اور تاثرات کو بیان کیا ہے جن کو حضرت سیدہ کی خدمت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ اب میں بعض بچوں کے تاثرات کو بیان کرتا ہوں جن کو حضرت ام المومنین کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہونے کا کوئی نہ کوئی موقعہ ملا۔ یا کسی اور وقت پر انھیں حضرت سیدہ کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں کے مشاہدہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

ارشد قریشی کے تاثرات مکرمی قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کے نسبتی بھائی

رقریشی بچپن ہی میں قادیان آ گئے تھے اور ان کی تعلیم یہاں ہی ہوئی۔ بعد تعلیم وہ سلسلہ
لف صیغوں میں کام کرتے رہے اور اس وقت دعوت و تبلیغ میں کارکن ہیں۔ وہ بیا
ے ہیں کہ:-

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پہلا سالانہ جلسہ تھا (۱۹۰۹ء) کہ مجھے
یان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ برادر محترم قاضی اکمل صاحب ان دنوں اخبار بدر میں کام کرتے
اور ایام جلسہ میں دفتر اخبار بدر کی کوٹھری میں ہی فروکش ہوا۔ انہیں ایام کی ایک شام کو بھائی
ب مکرم نے مجھے ایک نوجوان (حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کہ میاں
حضرت اماں جان (ام المومنین مدظلہا العالی) کی خدمت میں لیجاؤ۔ یہ صاحب مجھے مسجد مبارک
ندرونی سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے دارالمسیح میں لے گئے اور ایک صحن سے گزر کر ایک بڑے
ے میں داخل ہوئے جس میں فرش بچھا ہوا تھا اور ایک کونے میں چھوٹی میز پر شمع (موم بتی)
ن تھی۔

یہاں پر ایک نہایت باوقار پُر رعب وجلال معزز خاتون ایستادہ تھیں۔ مجھے اشارہ کیا کہ
ضرت اماں جان ہیں۔ میں جھک کر آداب بجالایا اور سلام کیا۔ آپ نے میرے سر پر دست
فقت پھیرا اور خود ساتھ کے کمرے سے ایک کرسی اٹھا لائیں اور اس چھوٹے میز کے پاس مجھے بیٹھنے
ہا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی تو وہ خود جا کر ایک پیالی میں دودھ یا چائے لائیں اور ایک پیرچ
ں کچھ بسکٹ میرے سامنے رکھ کر مجھے کھانے کو کہا جو میں شرماتے شرماتے کھا پی گیا۔ اس کے بعد
ں چند منٹ بیٹھا اور حضور کی خدمت میں اپنی ہمشیرہ محترمہ کی طرف سے سلام عرض کیا
ر کچھ نذرانہ پیش کیا اور درخواست دعا کر کے رخصت ہوا۔ یہ تیس چوتیس سال کے قریب کا
قعہ مجھے واضح خواب کی طرح ابھی تک یاد ہے۔ اور گو بظاہر معمولی لیکن میری قلبی کیفیت اس کے
ن کرنے سے قاصر ہے۔

کیونکہ اس کا جو گہرا اثر میرے دل و دماغ پر اس وقت ہوا بیان سے باہر ہے۔ باوجود

ایک دیہاتی اور اجنبی ہونے کے میں نے یہی سمجھا کہ میری نہایت عزیز ترین بزرگ ماں اور حقیقی رشت
اور اس خیال و اثر نے مجھے اس کے بعد ہوش سنبھالنے پر قادیان کی تعلیم و رہائش کا شو
اور اپنی والدہ مرحومہ کی وفات پر قادیان چلا آیا اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔

اب اس گھر کو میں اپنے گھر کی بجائے سمجھتا رہا اور بے تکلف اندر آتا جاتا رہا
چند سال بعد حضرت نانی اماں مرحومہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح بے دھڑک اندر آنے ج
روک دیا۔

ان دنوں کا بھی ایک لطیفہ ہے کہ حضرت اماں جان مدظلہا العالی کے ہاں ایک
(صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ) پیدا ہوا۔ تو میں چونکہ اندر آتا جاتا تھا ایک صبح
انھوں نے یہ بچہ اٹھایا ہوا تھا۔ مجھے فرمایا کہ لڑکے کو ذرا باہر لیجاؤ باہر سے حضور کی مراد غ
صحن یا کچھ ایسا ہی تھا لیکن میں باہر مکان سے باہر سمجھا اور ننھے معصوم بچے کو اٹھا
خوش خوش سیدھا باہر باغ میں جا پہنچا اور ٹھنڈی ہوا کھلا کر جب واپس آنے کو لوٹا تو
(جناب پیر افتخار احمد صاحب) کو دیکھا کہ ہانپتے کانپتے بھاگے چلے آرہے ہیں۔ مجھے دیکھ
اطمینان سا معلوم ہوا اور کہا کہ تم بچے کو کہاں لئے پھرتے ہو جلدی لاؤ سب جگہ تلاش
ہے۔ یہ سن کر میں جلدی سے ان کے ساتھ ہولیا اور واپس لے آیا۔ ہوا یہ کہ جب میں
باغ کی طرف لے آیا تو تھوڑی دیر بعد دیکھا بھالا تو میری تلاش شروع ہوئی۔ کہیں کوئی
بھی ملا ادھر ادھر قصبہ کے چاروں طرف دوڑائے گئے کہ ڈھونڈ لائیں آخر پیر صاحب
تلاش میں کامیاب ہو گئے اور میں جب ہراسان و پریشان اندر گیا اور دل میں
کہ دیکھیے کیا گت بنتی ہے تو حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کو دیکھتے ہی اطمینان و خوش
بجائے اظہار ناراضگی یا ڈانٹ ڈپٹ کے وہ بے تحاشا کھل کھلا کر ہنس پڑیں کہ اسے
لے گئے تھے۔

یہ دو واقعات مجھے بچپن سے اچھی طرح یاد ہیں جو بجائے خود نادر و مہربان

چشم پوشی پر دال ہیں۔

اول صورت میں ایک معمولی چھوٹے سے دیہاتی لڑکے پر اس قدر ذاتی توجہ مبذول فرمانا کہ اس کی خاطر تواضع کے لئے خود کرسی لا کر اس پر بٹھانا اور خود ناشتہ پیش کرنا اور پھر ایسی صورت میں کہ عام مائیں جبکہ اتنا ننھا سا بچہ بے احتیاطی سے خطرہ میں ڈال دیا جائے۔ بے حد ناراض ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی ہیں مگر آپ نے اس واقعہ کو معمولی ہنسی کا واقعہ قرار دیدیا۔ یہ بجائے ناراضگی و لعن طعن کے اطمینان سے ایک غیر معمولی عادت اور وسیع حوصلہ کی دلیل ہے۔

حضور از راہ شفقت خاص اب بھی غلام زادے پر اسی طرح مہربان اور محبت و پیار سے انہیں اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ چنانچہ بعد از نماز جمعہ جبکہ فراغت ہوتی ہے۔ ننھے بچے باقاعدہ حضور کو سلام و آداب کہنے اور دعا کے لئے عرض کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

(نوٹ) عزیز ارشد نے خود ہی ان واقعات کو آپ کی سیرۃ مطہرہ کا ایک روشن پہلو قرار دیا ہے۔ میں اس پر اس قدر اضافہ کرتا ہوں کہ حضرت ام المومنین کی سیرۃ میں اکرموا اولادکم کے پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بچوں کو عزت کی نظر سے دیکھا کرو اس طریق سے خود ان میں بھی تکریم ذاتی (سلف ریسپکٹ) کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ دوسروں کا ادب کرنا بھی سیکھتے ہیں۔ اور اس میں اکرام ضیف کی شان بھی نمایاں ہے۔ ارشد گو بچہ ہی تھا مگر بہر حال حضرت سیدہ کے حضور تو وہ ایک مہمان کی حیثیت سے گیا تھا وہ اپنے لئے یہی بڑی سعادت اور عزت یقین کرتا تھا کہ حضرت ام المومنین کو دیکھا مگر حضرت سیدہ نے اس کے ساتھ وہ سلوک فرمایا جو آپ کے شایان شان تھا اور اپنے طرز عمل کو جو عام طور پر ہر قسم کے آنے والے مہمانوں کے ساتھ آپ کا ہے محض ایک دیہاتی بچہ سمجھ کر تبدیل نہیں فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمل آپ کا روزمرہ کا عادی عمل تھا جس میں

کسی قسم کا تکلف ریا اور نمائش نہ تھی اس واقعہ سے ایک اور امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس گھر کی عام تربیت کیسی تھی؟ بڑے گھروں کے بچوں میں ایک قسم کی کبریائی پائی جایا کرتی ہے مگر یہاں حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ کو قاضی اکمل نے بدر کے حجرہ میں بیٹھے بیٹھے حکم دیا کہ میاں اسے حضرت ام المومنین کے پاس لیجاؤ اور وہ ایک فرمانروا خادم کی طرح ساتھ ہو جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں عام طور پر لوگ اپنے رقعہ یا ضروری پیامات حضرت صاحبزادگان بلند اقبال کے ذریعہ بھیجتے تھے اور مجھے یاد نہیں کہ ان میں سے کبھی کسی نے انکار کیا ہو۔ غرض یہ تربیت کا ایک بہترین مظاہرہ تھا۔ پھر ارشد صاحب کا صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو ایک غلط مفہوم لیکر باغ کی طرف لیجانا حضرت ام المومنین کے لئے کسی خفگی اور غصہ کا موجب نہیں ہوا بلکہ آپ نے اس کو ہنس کر ٹال دیا۔ تاکہ چھوٹے بچے کا دل نہ ٹوٹے اور پریشانی اور خوف اس کے نشوونما پر موثر نہ ہوں۔ حضرت ام المومنین نے واقعہ کی نوعیت کو ٹھنڈے دل سے سوچا محض جذباتی رنگ میں نہیں لیا آپ نے خیال کیا کہ باہر لیجانے کا مطلب اس نے یہی سمجھا بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں جو ایسے مواقع پر حوصلہ سے کام لیں مگر یہ تو خدا تعالیٰ کی نعمت کی زندگی کا ضابطہ عمل تھا۔

میں ان واقعات کو محض اس لئے جمع کر رہا تھا کہ ہمارے گھروں کی تربیت اسی اصل اور نہج پر ہو۔ تاکہ وہ گھر جنت بن جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ وحی ظاہر کرتی ہے کہ آپ کا گھر جنت تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃ

یوسف علی عرفانی کے تاثرات

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ میں بچہ ہی تھا گو اس قدر چھوٹا بچہ بھی نہ تھا جو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہاں کمسن ضرور تھا مگر کہتے ہیں کہ العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر اسی مثال کے مصداق مجھے بھی اپنے بچپن کے اکثر واقعات ایسی اچھی طرح یاد ہیں کہ ذرا سی محویت میں وہ تمام واقعات ہو بہو آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں یہ واقعہ جس کے لکھنے کی آج میں سعادت پاتا ہوں۔ میری کمسنی کا مشاہدہ ہے۔ قادیان کی بستی اس وقت بالکل ایک دیہات کا رنگ لئے ہوئے تھی۔ تھوڑے سے گھر تھے اور تھوڑے سے افراد اس میں آباد تھے مگر اس وقت کی قادیان باوجود چھوٹا سا گاؤں ہونے کے بھی اپنے اندر ہزاروں لطافتیں لئے ہوئے تھی جس سے اس وقت بھی اور آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ممالک اور شہر محروم تھے اور ہیں۔

موسم گرما کا زمانہ تھا۔ صبح گزر رہی تھی کہ یکایک حضرت اماں جان مع چند مستورات کے ہمارے گھر تشریف لائیں اس وقت ہمارا مکان دوسری وضع کا تھا جس کا صحن بہت بڑا تھا اور صحن کے سامنے بہت بڑے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ڈھاب تھی ہمارے مکان کے سامنے بہت گھنے سایہ کی چند کیکریں تھیں (ببول) اس وقت ہوا بہت لطیف تھی اور پھر ٹھنڈی چھاؤں حضرت اماں جان نے والدہ صاحبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بہو یہاں پر اتنی ٹھنڈی اور عمدہ ہوا ہے کہ دل چاہتا کہ یہاں لیٹ کر کچھ دیر آرام کروں۔ والدہ صاحب نے اسی وقت جگہ کو صاف کرایا اور چارپائی بچھا کر اس پر عمدہ بستر بچھا دیا اور کچھ نیچے فرش کر دیا جہاں دوسری خواتین بیٹھ گئیں۔ حضرت اماں جان نے میری ہمشیرہ محمودہ خاتون مرحومہ کو جن کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ نہایت پیار اور محبت بھرے الفاظ میں کہا کہ بیٹی میرے پاس بیٹھ کر میرے سر میں جھلون کرو۔ آپا مرحومہ آہستہ آہستہ آپ کے سر مبارک میں اپنی انگلیاں پھیرتی رہیں۔ ادھر والدہ صاحبہ نے جلد جلد کچھ مرغ ذبح کرائے اور فوراً کھانے کا انتظام شروع کر دیا۔ حضرت اماں جان نے بلا بھیج کر اپنے گھرانے کی بعض دوسری سیدات کو

بھی بلا لیا جس میں سے ام ناصر احمد کے متعلق مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کھانا تیار ہو گیا اور والدہ صاحبہ نے وہیں دستر خوان لگوا دیا حضرت اماں جان نے اہل بیت و سیدات اور دوسری خواتین کے ہمراہ کھانا تناول فرمایا اور خوب سیری سے کھانا کھایا اور والدہ صاحبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بہو تم نے کھانا ایسا لذیذ پکایا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ کھانے سے ہاتھ نہ اٹھاؤں مگر پیٹ کہتا ہے کہ بس کرو۔ غرض نہایت بے تکلفی سے کھانا کھایا اور تھوڑی دیر تک دوپہر کو آرام فرمایا اور بعد میں نہایت خوش خوش دعائیں دیتی ہوئیں تشریف لے گئیں یہ واقعہ اس وقت سے لیکر آج تک میری آنکھوں کے سامنے اکثر آجاتا ہے اور اس سے پیشتر میں یہی سمجھتا تھا کہ حضرت اماں جان ہمارے خاندان سے کسقدر شفقت اور محبت اپنے دل میں رکھتی ہیں مگر آج مجھے اس واقعہ میں حضرت ام المومنین کے بلند اخلاق کے بیشمار پہلو نظر آئے!

(نوٹ) "حضرت ام المومنین کی اپنے خدام کی دلداری، عزت افزائی کے ان واقعات میں تربیت اولاد کے عملی سبق بھی پائے جاتے ہیں۔ مرحومہ محمودہ خاتون کو جو ارشاد فرمایا اس میں یہ سبق ہے کہ بچوں کو بزرگوں کی خدمت کرنے کی عادت ڈالی جاوے اور ان کو نکما اور بے کار نہ رہنے دیا جاوے۔"

دوسرا واقعہ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین کے سادہ اور بے لوث اخلاق کا یہ ہے کہ ہمشیرہ مرحومہ محمودہ خاتون کی شادی تھی اس وقت قادیان کی آبادی بہت محدود تھی اور بیاہ شادی میں اڑوس پڑوس کی عورتیں بغیر بلائے بھی شامل ہو جاتی تھیں اور اس طرح بغیر کسی پوزیشن کا خیال رکھے ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شامل ہو کر حصہ لیا جاتا تھا اگرچہ دور رہنے والی خواتین کو بلاوا بھی دیا جاتا۔ غرض اسی سادہ لوح زمانے کا واقعہ ہے۔ ہمشیرہ مرحومہ کی شادی کا دن تھا۔ حضرت اماں جان دام اقبالہا تشریف فرما تھیں۔

جیسا کہ ہم احمدیوں میں بیاہ شادیوں میں بیہودہ رسم و رواج نہیں ہوتا اسی طرح یہ شادی بھی لغو رسم و رواج سے پاک تھی مگر ہماری ایک پرانی خادمہ تھی اس نے خوشی میں ہمشیرہ کی ساس کو سیٹھنی دی گو سیٹھنی کے الفاظ تو غلیظ اور کثیف نہ تھے جیسا کہ عام طور پر جہلا میں سیٹھنیاں دی جاتی ہیں بلکہ اس نے ایک سادہ مذاق کی سیٹھنی کہہ دی جس پر ہمشیرہ کی ساس نے جو کہ اس طرح ہماری بزرگ بھی ہیں اور جنھوں نے حضرت اماں جان کے زیر سایہ کچھ عرصہ زندگی بھی بسر کی تھی اور وہ نہایت ہی سادہ لوح خاتون ہیں اور حضرت اماں جان ان کو بڑی شفقت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اس بات کو برا منایا اور وہ رو پڑی اس بات پر حضرت اماں جان ہنس پڑیں اور فرمایا کہ یہ تو خوشی کے موقع پر مذاق سے کہا گیا ہے تم برا کیوں مناتی ہو اور اگر تم کو برا معلوم ہوتا ہے تو ہم اسکو منع کر دیتے ہیں اور خادمہ کو فرمایا کہ دیکھو حلیمہ کو کچھ مت کہو تم مجھے کہہ لو ہم برا نہیں مانیں گے۔ محمودہ ہماری بیٹی ہے اور بہو بھی۔

(نوٹ) جاؤ دنیا میں تلاش کرو محبت و شفقت کے یہ نظارے کہیں نہیں ملیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پاک کئے ہوئے دل کی تجلیات ہیں۔

اپنے خدام کے بچوں کو اپنے ہی بچے آپ نے ہمیشہ سمجھا ہے اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کیا ہے۔

شیخ نیاز محمد صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس کی روایات

شیخ نیاز محمد صاحب پنشنر پولیس انسپکٹر سلسلہ کی تاریخ میں ایک نشان کا رنگ رکھتے ہیں۔ شیخ صاحب کے والد میاں محمد بخش صاحب بٹالہ میں سب انسپکٹر پولیس تھے اور وہ اپنے گرد و پیش کے خیالات کی وجہ سے سلسلہ کے مخالف

تھے ان کے قیام بٹالہ میں بعض مقدمات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کی صفات میں یخرج الحی من المیت بھی ہے ان کے گھر میں شیخ نیاز محمد صاحب ایسے مخلص بچہ کو راہ سعادت دکھائی اور وہ سلسلہ میں اخلاص اور صدق کے ساتھ داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا اور انہیں سعید اور خوش اقبال اولاد عطا فرمائی۔ یہ خدا تعالیٰ کی دین ہے اور اس کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اب وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا اسی طرح نشان ہیں جیسے عکرمہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا معجزہ تھے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایسی نظیریں کثرت سے ہیں کہ باپ سخت مخالف تھا اور بیٹا بے حد مخلص ثابت ہوا۔ میں شیخ صاحب کی روایات کو ان کے اپنے الفاظ میں ان کے تاثرات کے ساتھ درج کر دیتا ہوں۔ (عرفانی کبیر)

۱۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم میں روایت نمبر ۶۳۲ میرے لڑکے عزیز مکرم میجر غلام احمد آئی۔ ایم۔ ایس کی طرف سے شایع شدہ ہے۔ وہ روایت نامکمل اور صحیح طور پر درج شدہ نہیں ہے۔ اس لئے میں اس جگہ مفصل اور صحیح درج کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سال ۱۹۰۰ء کے شروع میں حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ میری بیعت الدار المسیح کے صحن میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک دو دیگر اصحاب کی موجودگی میں کی گئی تھی۔ بیعت کرنے سے پہلے میں نے دست بستہ اور چشم پرآب کے ساتھ حضرت اقدس سے عرض کی کہ حضور۔ للہ اس عاجز کے والد کو معاف فرماویں اور ان کے لئے دعا فرما دیں۔ حضور نے ازراہ غریب نوازی فرمایا۔ بہت اچھا۔ بیعت کے بعد حضرت اقدس نے بہت دیر تک

دعا فرمائی بیعت کرنے کے بعد جب ہم سیڑھیوں سے نیچے اترے تو وہاں خواجہ کمال الدین صاحب کھڑے تھے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے خواجہ صاحب کو فرمایا کہ دیکھئے اولاد ہو تو ایسی ہو آج اس لڑکے نے اپنے والد میاں محمد بخش تھانیدار کو حضرت اقدس سے معافی دلائی ہے۔ اور اس کے لئے دعا کرائی ہے۔ اس کے بعد دوسری یا تیسری مرتبہ جب میں قادیان آیا۔ تو حضرت سیدہ ام المومنین سلمہا اللہ تعالیٰ کے لئے ایک کپڑا ساتھ لیتے آیا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا کہ وہ حضرت اقدس کے حضور پیش کر دیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ظہر کی نماز کے وقت تشریف لائے تو حضرت خلیفہ اولؓ نے مجھے سامنے بلا کر وہ کپڑا حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے کمال شفقت سے قبول فرما کر رکھ لیا۔ اور بعد نماز ساتھ لیکر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد میں سنتیں پڑھنے لگا اور ابھی ختم نہ کی تھیں کہ حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم و مغفور تشریف لائے اور خوشی کے لہجہ میں ہنستے ہوئے فرمایا کہ بھئی میاں محمد بخش تھانیدار کا لڑکا کونسا ہے۔ میں اس وقت التحیات پڑھ رہا تھا تو حکیم محمد الدین صاحب نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہے۔ اس پر حضرت نانا جان نے فرمایا کہ حضرت اقدس ایک کپڑا ہاتھ میں لئے ہوئے بہت خوشی خوشی اندر تشریف لائے اور حضرت ام المومنین کو ہنستے ہوئے وہ کپڑا دیکر فرمایا کہ یہ کپڑا محمد بخش تھانیدار جس نے لیکھرام کے قتل کے موقع پر تلاشی کے وقت ہمارے ٹرنک کھولے تھے۔ اس کے لڑکے نے دیا ہے۔ اتنے میں میں نے بھی سنتیں پڑھ لیں تو حضرت نانا جان میرے ساتھ بہت شفقت سے ملے اور پھر فرمایا کہ آج حضرت اقدس تمہاری وجہ سے بہت خوش ہیں اور حضرت ام المومنین کو تمہارا کپڑا دیتے ہوئے خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ تمہیں مبارک ہو۔

۲۔ مندرجہ بالا واقعہ کے قریباً ۱۔ ۲ سال کے بعد میری اہلیہ قادیان میں آئیں اور حضرت سیدہ ام المومنین کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئیں تو حضرت سیدہ نہایت ہی

شفقت سے ان سے ملیں اور فرمایا کہ تم تو بہت دیر سے آئی ہو۔ مگر تمہارے میاں ہمارے مدت سے واقف ہیں۔ انہیں یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تمہارے میاں ہمارے لئے ایک کپڑا لائے تھے جو حضرت اقدس لیکر خوشی اندر تشریف لائے اور ہنستے ہوئے مجھے دیکر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے محمد بخش تھانیدار بٹالہ کا لڑکا لایا ہے جس کے والد نے تلاشی کے وقت تمہارے ٹرنک کھولے تھے۔ میری اہلیہ نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو مجھے حضرت سیدہ کی اس کمال شفقت اور غریب نوازی پر بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ مجھے وہ واقعہ بھول چکا تھا۔ مگر اس رحیم و کریم مادر مہربان نے بکمال ذرہ نوازی اسکو یاد رکھا تھا۔

۳۔ میری اہلیہ نے بیان کیا کہ اس پہلی ملاقات کے بعد جب میں واپس جانے کے لئے حضرت سیدہ ام المومنین سے اجازت لینے گئی تو اس مادر مہربان نے بکمال شفقت مجھ سے معانقہ فرمایا اور اپنی مادرانہ آغوشِ رحمت میں لیکر بہت زور سے مجھے بڑی دیر تک اپنے مقدس سینے سے لگائے رکھا۔ اور بعد اس کے اس طریق سے دستِ شفقت میرے سر پر پھیرا اور مجھے دعائیں دیں اور مجھے اپنے رخصتانہ کا نظارہ یاد آگیا اور میں آبدیدہ ہو گئی۔ یقیناً وہ شفقت اور محبت جو اس مادر مہربان نے اس وقت دکھائی وہ اس سے ہزارہا درجہ زیادہ تھی جو میری والدہ ماجدہ نے میرے رخصتانہ کے وقت دکھائی تھی۔ اور میں اس کو کبھی بھول نہیں سکتی۔ اللہ اللہ غریب نوازی اور شفقت کا عجب کمال مظاہرہ تھا۔

۴۔ جن ایام میں یہ عاجز کراچی میں ملازم تھا تو یہ عاجز ہمیشہ حضرت سیدہ ام المومنین کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا رہا کہ وہ ازراہ کرم کراچی تشریف لائیں۔ کئی بار حضرت اقدس سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں بھی عرض کی کہ حضرت اماں جان کو کراچی بھیجیں مگر اس عاجز کی بدقسمتی سے حضرت سیدہ اس وقت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے ساتھ کراچی تشریف لے گئیں جب کہ یہ عاجز کراچی سے تبدیل ہو گیا تھا۔

اور یہ عاجز اس خدمت سے محروم رہا۔ بہرحال انہی ایام میں یہ عاجز کسی طرح سے کراچی گیا۔ اور حضرت اماں جان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ کہ یہ تو ہمیں علم ہو گیا تھا کہ تم کراچی سے تبدیل ہو کر چلے گئے ہوئے ہو۔ مگر میں نے سمجھا کہ تم ضرور کراچی آکر ملو گے۔ اس لئے میں تمہارے گھر سے ہوتی آئی ہوں۔ تمہارے مکان کے صحن میں پختہ اینٹوں کا فرش لگ گیا ہے جو میں دیکھ آئی ہوں اور پھر سب اہل بیت کا فرداً فرداً حال بیان فرمایا۔ اور اس بات پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ میں اس وقت کراچی میں نہ تھا۔ کیا یہ حد درجہ کی شفقت اور غریب نوازی نہیں کہ اگرچہ میں اس وقت کراچی میں نہ تھا۔ پھر بھی خاص طور پر قادیان میں ہمارے غریب خانہ سے سب اہل خانہ کا احوال پوچھ کر آنا۔ یقیناً ایک ایسا فعل ہے جس کی عزیز ترین اقارب سے بھی بعض اوقات توقع نہیں ہوتی۔ اور بالخصوص جبکہ آقا اور غلام کا تعلق ہو۔ تو پھر تو ناممکن ہے۔ مگر اس سیدۃ النساء نے محبت اور شفقت اور غریب النوازی کا عدیم المثال نمونہ مجھ سے حقیر و ناچیز غلام سے دکھایا۔

۵۔ میری اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں سندھ سے جہاں میں ملازم تھا۔ دارالامان میں کچھ عرصہ کے بعد آئی۔ بوجہ لمبے سفر اور تھکاوٹ کے طبیعت خراب تھی۔ اسلئے میں ایک دو دن حضرت سیدہ ام المومنین سلمہا اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہو سکی۔ دوسرے دن بعد دوپہر کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت سیدہ بذات خود ہم عاجزوں کے غریب خانہ میں تشریف لے آئیں۔ اور فرمایا "ہم تو تمہیں یاد رکھتے ہیں۔ تم آئی ہو تو ملنے بھی نہیں آئی۔ ہم نے کہا چلو ہم ہی جاکر تمہیں مل آئیں۔" اور پھر دیر تک غریب خانہ پر قیام فرمایا۔ اور نہایت محبت و شفقت کا اظہار فرماتی رہیں۔ اور اس عاجز احقر العباد کا احوال دریافت فرماتی رہیں۔ میری اہلیہ کہتی ہیں کہ اس کمال غریب النوازی کو دیکھ کر میں ازحد نادم ہوئی اور مارے ندامت کے پانی پانی ہو گئی۔

۶۔ میری اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ گرمی کے موسم میں میں حضرت سیدہ

ام المومنین (متعنا اللہ بطول حیاتہا) کی خدمت اقدس میں الدار المسیح الموعود میں حاضر ہوئی۔ وہاں مجھے کچھ دیر کے بعد گرمی کی وجہ سے پیاس لگی تو میں نے ایک خادمہ کو کان میں کہا کہ مجھے پانی پلائیں۔ خادمہ اٹھ کر جانے لگی۔ تو حضرت سیدہ نے بکمال شفقت و رحمت فرمایا کہ غسل خانہ میں سے ہمارے گلاس اور ہماری صراحی میں سے انہیں پانی لاکر دو۔ اللہ اللہ میں نہیں جانتا کہ اس ازحد غریب النوازی کو کن الفاظ میں بیان کروں۔ یقیناً آقا کا اپنے حقیر اور ناچیز خادموں سے ایسا پُر شفقت اور رحیمانہ سلوک اس زمانہ میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔ بیشک یہ صدیقہ کی شفقت اپنا مثال نہیں رکھتی۔

۷۔ میری اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت سیدہ ام المومنین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو اس وقت حضرت سیدہ کھانا کھا رہی تھیں۔ حضور نے ازراہ شفقت مجھے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ میں نے مارے شرم کے اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے عذر کیا۔ مگر حضرت سیدہ بار بار اصرار کرتی رہیں کہ ضرور آؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ مگر میں نے بھی باوجود اصرار کے انکار کیا۔ آخر اس رحمت اور شفقت اور غریب نوازی کے مجسمہ نے اپنی پلیٹ میں سے نصف کے قریب سالن (قیمہ اور ماش کی دال) مجھے دوسری پلیٹ میں ڈال کر دیا۔ اور کہا کہ لو اب تو کھاؤ جو میں نے بموجب ارشاد تبرکاً کھایا۔ روٹی بھی حضور نے اپنے پاس سے ہی دی تھی۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ کیا ایسے عظیم الشان آقا کی ایک نہایت حقیر غلام کے ساتھ اس قدر ازحد شفقت اور غریب نوازی کا مظاہرہ اور کہیں دیکھنے میں آیا ہے؟ یقیناً یہ طریق شفقت بے مثال ہے جو یہ مادر مہربان ہم عاجزوں پر کرتی ہیں۔

۸۔ اس عاجز کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ جن دنوں میں اس عاجز کے خلاف دشمنوں نے مقدمات بنا دیئے تھے۔ ان ایام میں میں اکثر حضرت سیدہ ام المومنین کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر دعاؤں کے لئے عرض کیا کرتی تھی۔ اور خود بھی حضرت

سیدہ کی اجازت سے بیت الدعا میں دعائیں کرتی تھی۔ حضرت سیدہ نے خادماؤں کو حکم دیدیا تھا۔ کہ جب کبھی میں بیت الدعا میں دعائیں کرنے کے لئے آؤں۔ تو خواہ حضرت سیدہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ میرے لئے بیت الدعا کھول دیا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

(ب) یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ ان دنوں میں یہ عاجز رخصت لیکر دارالامان میں آیا۔ اور یہ عاجز بھی حضرت سیدہ سے اجازت لیکر بیت الدعا میں دعائیں کرتا رہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سیدہ کی طبیعت علیل تھی۔ اور حضور چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ بیت الدعا کو جاتے وقت وہ چارپائی راستے میں آئی تھی۔ مجھے اس کا علم نہ تھا۔ اور میں نے کسی صاحبزادے کی معرفت حضرت سیدہ کو بیت الدعا میں جانے کے لئے عرض کیا۔ حضرت سیدہ بوجہ علالت طبع اٹھ نہ سکتی تھیں۔ اس لئے اسی چارپائی پر ہی لیٹے ہوئے کپڑوں سے خادماؤں سے پردہ کرایا۔ اور اس عاجز کو ازراہ شفقت اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی جب یہ عاجز وہاں سے گزرا اور حالات سے آگاہی ہوئی تو سخت ندامت ہوئی۔ میں نے اس تکلیف دہی پر معذرت کی کہ مجھے علم نہ تھا۔ تو حضور پُرنور حضرت سیدہ ام المومنین (متعنا اللہ بطول حیاتہا) نے بکمال شفقت اور غریب نوازی سے فرمایا۔ "اچھا ہوا آپ اس وقت آگئے۔ ہمارے لئے بھی دعا کرنا"۔ اللہ اللہ کیا ہی عجب غریب نوازی، شفقت، رحمت اور دلجوئی ہے کہ مجھ سے بدترین خلایق نہایت گندے اور سخت گناہ گار کو فرمایا جاتا ہے کہ ہمارے لئے بھی دعا کرنا۔ حالانکہ آپ ہی کی شان اقدس میں اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت احمد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی فرماتا ہے۔ اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَأَیْتَ خَدِیْجَتِیْ اور ایک دوسری وحی الٰہی میں فرمایا۔ اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ ھٰذَا۔

(۹) اس عاجز کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ میرے تین بیٹے تھے اور چوتھا

ابھی پیدا نہ ہوا تھا۔ حضرت سیدہ ام المومنین نے مجھ سے پوچھا کہ تمھارے چار بیٹے ہیں نا۔ میں نے عرض کی کہ میرے تو تین بیٹے ہیں۔ حضرت سیدہ نے باصرار فرمایا نہیں چار ہیں۔ تب میں نے عرض کی کہ میرے تو تین ہی بیٹے ہیں مگر حضرت سیدہ نے پھر بھی فرمایا نہیں تمھارے چار بیٹے ہیں۔ اسپر ایک اور صاحبہ نے جو ہماری ہمسائی تھی میری تائید میں عرض کی کہ اس کے تین ہی بیٹے ہیں۔ پھر حضرت ام المومنین خاموش ہوگئیں۔ عرصہ قریباً ایک سال کے بعد میرے ہاں چوتھا بیٹا پیدا ہوا تو حضرت سیدہ نے خود بخود فرمایا کہ اب بتاؤ تمھارے چار بیٹے ہیں یا نہیں۔ میں نے عرض کی کہ ہاں اب تو چار ہی ہیں تو فرمایا کہ اس وقت بھی مجھے یہ چار ہی معلوم ہوئے تھے۔ اس کے بعد مجھ سے چاروں بیٹوں کے نام دریافت فرمائے تو میں نے عرض کی کہ غلام احمد، بشیر احمد، منیر احمد، اور خلیل احمد ہیں تو فرمایا کہ تم نے تو سب ہمارے خاندان کے نام رکھے ہوئے ہیں اور پھر ازراہ غریب نوازی ان سب کے لئے خود ہی دعا فرمائی۔ اس وقت ایک اور خاتون نے عرض کی کہ حضرت ام المومنین میرے بچوں کے لئے بھی دعا فرماویں تو فرمایا کہ اس وقت تو ان بچوں کے لئے دعا کی توفیق ملی ہے۔ پھر کسی وقت تمھارے بچوں کے لئے بھی توفیق ملنے پر دعا کی جائیگی۔

معزز ناظرین۔ حضرت سیدہ کے یہ بے مثال حسن سلوک اور از حد مادرانہ شفقتیں ہم عاجزوں، نابکاروں پر جو طرح طرح کے گندیدگیوں اور نجاستوں میں ملوث ہیں۔ یقیناً ہمارے دلوں کی تاریکیوں اور گہرائیوں میں اثر پذیر ہو کر ہمیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لیجا رہے ہیں۔ میں کس منہ سے کس زبان سے اور کن الفاظ سے حضرت سیدہ کے عظیم الشان اخلاق کریمانہ اور پُر انوار شفقت و رحمت کا اظہار کروں۔ میری گویائی اور میری قلم بالکل قاصر ہیں۔ واللہ علیٰ ما اکتب شہید۔

۱۰۔ اس عاجز کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیدہ ام المومنین مدظلہا العالی کے اسوۂ حسنہ کے متعلق یہ چند روایات مشتے نمونہ از خروارے کی مصداق ہیں۔ ورنہ

فی الحقیقت حضرت سیدہ بیسیوں دفعہ ہمارے غریب خانہ پر تشریف فرما ہوتی رہی ہیں اور ہر دفعہ حضور پُر نور (متعنا اللہ بطول حیاتہا) قریباً آدھ گھنٹہ تشریف رکھتی رہی ہیں۔ ہر [illegible] حضرت سیدہ کی بیحد شفقت اور اخلاق کریمانہ کی نسبت عجیب و غریب روایات بیان [illegible] ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ حضرت عرفانی کبیر سلمہ اللہ تعالیٰ شائد مزید روایات بوجہ تنگی جگہ [illegible] اور بوجہ دیر ہو جانے کے درج نہ فرمائیں اس لئے اسی پر اکتفا کیجاتی ہے۔

مختصراً یہ کہ حضرت سیدہ ممدوحہ کی ذرہ نوازی اور غریب پروری ہم عاجزوں نابکاروں پر انتہا درجہ کی ہوتی رہی ہے جس کی مثال ہمیں کسی بھی اقرب ترین رشتہ داروں حتیٰ کہ والدین میں بھی نہیں پائی گئی اور یہاں تو آقا اور غلام، ناچیز و حقیر غلام کا تعلق ہے۔ مگر شفقت اور رحمت ہمدردی اور ذرہ نوازی بحد کمال رہی ہے۔ باوجود بیماری ضعف و نقاہت اپنے ناچیز غلاموں کے غریب خانہ پر تشریف لیجانا اور وہاں دیر تک قیام فرمانا اور گھر کے سب حالات دریافت فرمانا اور مفید و بابرکت مشورے دینا اور دعائیں فرمانا غرض کہ اس عاجز کی قلم پوری طرح ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت سیدہ نے ازراہ کرم پروری ہماری چارپائیوں پر بیٹھ کر کئی بار نمازیں ادا کیں اور دعائیں فرمائیں۔ جبکہ اس عاجز کے خلاف مقدمات کورٹ نے جھوٹے ثابت کئے اور یہ عاجز عزت کے ساتھ بری ہوا اور کورٹ نے فیصلہ کیا کہ مقدمات کرنے والوں پر زیر دفعہ ۲۵۰ ضابطہ فوجداری جھوٹے مقدمات کرنے کی وجہ سے کارروائی کیجائے تو قادیان میں اطلاع پہنچنے پر سب سے پہلے بوقت صبح حضرت سیدہ ام المومنین ہی ہمارے غریب خانہ پر تشریف فرما ہوئیں اور اس عاجز کی دختر عزیزہ عنایت بیگم کو جو اس وقت گھر میں موجود تھی۔ مبارکباد دی۔ نیز فرمایا شکر ہے میرے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے رہائی دی۔ میں تو ہر نماز میں اس کے لئے دعائیں کرتی رہی ہوں اور فرمایا کہ ہماری طرف سے شیخ صاحب (اس عاجز) کو لکھ دو کہ مقدمات کرنے والوں پر کوئی کارروائی نہ کریں اور انہیں معاف کر دیں۔ اللہ اللہ شفقت اور غریب نوازی کی بھی حد ہوتی ہے۔

دشمنوں اور ایسے شدید دشمنوں کے لئے جنھوں نے مجھے دو سال تک سخت تکلیف میں رکھا۔ معافی کی تلقین فرمائی۔ الغرض ہم حضرت اقدس سیدنا ام المومنین مدظلہا العالی (متعنا اللہ بطولِ حیاتِھا) کے حسن سلوک، اخلاق کریمانہ، شفقت، ذرہ نوازی وغیرہ کو کہاں تک بیان کریں۔ یہی دس روایات عرض ہیں۔ براہ کرم درج فرما دیں۔

خاکسار نیاز محمد عفی عنہ پنشنر انسپکٹر پولس۔

دار الرحمت۔ قادیان

متفرق روایات

ذیل میں کچھ اور روایات درج کیجاتی ہیں جن سے حضرت ام المومنین کی سیرۃ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ (عرفانی کبیر)

والدہ صاحبہ ڈاکٹر محمد احمد صاحب فرماتی ہیں

۱۔ قبولیت دعا قبولیت دعا کا مجھے بارہا تجربہ ہوا ہے۔ میرے بچے اکثر بیمار ہوتے تو میں گھبرا کر آپکی خدمت میں حاضر ہوتی اور دعا کیلئے عرض کرتی۔ عرض کرنے کے بعد میرے دل کو اطمینان حاصل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بچہ کو بہت جلد شفاء بھی ہو جاتی۔ قبولیت دعا کا نمایاں نشان جو میں نے دیکھا وہ یہ ہے کہ اکثر بیمار رہنے کی وجہ سے میری آنکھوں میں ۳۴ سال کی عمر میں ہی موتیا اترنا شروع ہو گیا۔ نظر بند ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے آنکھ کا آپریشن کیا۔ آپریشن کرنے کے چار دن بعد میری آنکھ میں شدید درد اٹھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ کوئی رگ پھٹ گئی ہے۔ مغرب کا وقت تھا اور ڈاکٹر صاحب نماز پڑھکر گھر میں آئے ہی تھے۔ آتے آنکھ کی پٹی کھولی تو معلوم ہوا کہ تمام آنکھ خون سے سرخ پڑگئی ہے اور مجھے اس وقت نظر بھی کچھ نہ آتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے

اسی وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھا اور میری لڑکی زیب النساء بیگم کو دیا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں لیجاؤ۔ وہ یہ رقعہ لیکر گئی تو اماں جان مغرب کی نماز کے بعد اپنے صحن میں ٹہل رہی تھیں۔ آپ نے لڑکی کو اسطرح گھبراہٹ میں جاتے ہوئے دیکھ کر دریافت فرمایا کہ کہاں جارہی ہو۔ لڑکی نے عرض کیا کہ اماں جان میری اماں جی کی جس آنکھ کا آپریشن ہوا تھا۔ اس میں شدید درد اٹھا ہے اور نظر بھی کچھ نہیں آتا۔ آپ نے اسی وقت آسمان کیطرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ بچوں کی ماں ہے اسکی نظر کو کچھ تکلیف نہ ہو اور آنکھ کو بہت جلد اچھا کر دے۔ انکی خادمات سے مجھے معلوم ہوا کہ اماں جان رات کو بھی میرے لئے بہت دعائیں کرتی رہیں میری آنکھ کے اچھا ہونے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی لیکن حضرت ام المومنین کی دعاؤں کی برکت سے پندرہ دن کے اندر اندر بالکل صاف ہوگئی اور پانچ سال کا عرصہ ہو چکا ہے ابھی تک اچھی ہے۔

میرے لڑکے عزیزم محمد احمد کو ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سندھ بھیجا گیا تو گھر سے بہت دور ہونے کی وجہ سے اور ساتھ ہی کوئی احمدی دوست نہ ملنے کی وجہ سے اس کی طبیعت بہت ہی پریشان رہتی تھی۔ میں نے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں خط لکھا اور درخواست کی کہ اسے وہاں سے بلوا کر کہیں اور داخل کروا دیا جائے۔ حضور نے فرمایا نہیں اسکو سندھ میں ہی پڑھوانا ہے اسے وہیں رہنے دیا جائے۔ اسپر میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ محمد احمد کے لئے دعا فرمائیں کیونکہ اس کا دل وہاں پر نہیں لگتا اور سخت ہی پریشانی کے خط لکھتا ہے۔ اسپر آپ نے فرمایا انشاء اللہ دل لگ جائے گا تم گھبراؤ نہیں۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے اس کا دل بھی وہاں پر لگ گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی تعلیم کو مکمل کر کے کامیاب و کامران واپس لوٹا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت حاصل کرنے کی مشکل درپیش ہوئی۔ نہ سندھ میں ملتی تھی اور نہ ہی پنجاب میں۔ میں بار بار اماں جان کی خدمت میں عرض کرتی کہ دعا فرمائیں اس کی روزی کا کوئی بہترین انتظام فرمائے۔ فرمانے لگیں کہ اسے خدا تعالیٰ کو ابھی خاندان اور سلسلے کی خدمت کا موقعہ دینا ہے۔ اس وقت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ امۃ الحمید (حضرت میاں

بشیر احمد صاحب کی صاحبزادی) کو لیکر شملہ جارہی ہیں تم اسے ان کے ساتھ بھیج دو۔ میں نے اسی وقت آکر ڈاکٹر صاحب سے ذکر کیا۔ انھوں نے اُسے فوراً ہی تیار کر دیا اور یہ اسی دن بیگم صاحبہ کے ساتھ شملہ چلدیا۔ ابھی ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سندھ سے اسے ایک پوسٹ کا پیغام آگیا۔ یہ ڈیوٹی عارضی تھی اور صرف چار ماہ کی تھی۔ ہم نے اسے شملہ سے بلا کر وہاں بھیج دیا۔ دوسرے سال اسے پھر یہی ڈیوٹی مل گئی جب یہ واپس آیا تو میں نے اماں جان سے عرض کیا کہ اس کے مستقل روزگار کے لئے دعا کریں۔ اس وقت بھی آپ نے دعا کی کہ یا اللہ یہ بچہ اسطرح روزی کے لئے پھرتا ہے تو ہی اس کے لئے بہترین انتظام فرما دے۔ تیسرے سال پھر اسے اُسی ملازمت کا پیغام آیا تو یہ وہاں پر نہ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پریکٹس کا انتظام کر دیا۔ اور اب یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے عزت کے ساتھ اپنی روزی کما رہا ہے۔ اور سلسلہ اور خاندان کی خدمت کر رہا ہے۔

ہاتھ سے کام کرنا

حضرت ام المؤمنین کو میں نے بارہا اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ مہمانوں کا خاص طور پر خیال رکھتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے چیزیں تیار کر کے مہمانوں کو کھلاتی ہیں۔ جب ہم پٹیالہ سے قادیان آئے تو آپ نے ہم سب کی دعوت کی اور سات آدمیوں کا کھانا پکانے والیوں کے ساتھ خود مل کر پکایا۔ اور اپنے ہاتھوں سے نکال کر بھیجا۔ اور اب تک بھی بہ سبب ہمسایہ ہونے کے خاص خیال رکھتی ہیں۔ جب ڈاکٹر صاحب کے لئے کوئی چیز بھیجتی ہیں تو اکثر آپ کے اپنے ہاتھوں کی تیاری ہوئی ہوتی ہے۔ اگر باہر سے کوئی چیز تحفہ کے طور پر آئے تو ہمسایوں کا خاص خیال رکھتی ہیں۔

غریبوں سے سلوک

غریبوں اور یتیموں سے خاص ہمدردی رکھتی ہیں۔ غریبوں کی مدد کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتی ہیں۔ یتیموں کی پرورش میں خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔ کئی لڑکیاں ایسی ہیں۔ جن کی آپ نے اپنی بیٹیوں کیطرح پرورش کی اور پھر ان کی شادی کی اور بہت سا سامان شادی بھی ساتھ دیا۔

نوکروں سے سلوک نوکروں کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت اچھا ہے۔ ان کے کھانے پینے وغیرہ کا خاص خیال رکھتی ہیں۔ ان کے آرام کو مدنظر رکھتی ہیں۔ اور حتی الوسع کام ہلکا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بیماری وغیرہ کی حالت میں خاص خیال رکھتی ہیں۔ والسلام

والدہ ڈاکٹر محمد احمد

سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ کے تاثرات

کائنات عالم میں مسرت کی لہر آج کائنات عالم کا ہر ذرہ معمول سے زیادہ خوبصورت نظر آ رہا ہے۔ گلستاں کا ہر ایک پھول ایک نئی شان اور نئے رنگ میں چمک رہا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کا دل خوشی اور مسرت کے جذبات سے اس قدر لبریز ہے کہ زبان اس کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور تمام قلوب آرام اور تسکین کی راحت سے بہرہ اندوز ہیں۔ آج خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی خوشی سے خدائے قدوس کی حمد کے گیت گا رہے ہیں کہ اس کا ایک مقبول بندہ لاکھوں نفوس کو کلمۂ توحید پڑھا کر اپنی مبارک خلافت کا ابتدائی پچیس سالہ دور کامیابی و کامرانی کے ساتھ گزار چکا ہے۔ ہم اس نہایت ہی خوشی اور مسرت کے مواقع پر خدا کے مسیح کے برگزیدہ خلیفہ اور آپ کے خاندان کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی خدمت مبارک میں ہدیۂ تبریک پیش کرتی ہیں۔ کیونکہ آپ کے لخت جگر کا ڈنکا آج تمام دنیا میں بج رہا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس نہایت ہی خوشی اور مسرت کی تعریب پر حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے حالات زندگی بہنوں کے سامنے بیان کروں۔

پیدائش حضرت ام المومنین مدظلہا العالی ۱۸۶۵ء میں ایک شریف سادات خاندان میں پیدا ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیاہ متعلق پہلے ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سے الہام فرمائے ہوئے تھے۔ جیسے آپ کو الہام ہوا۔ الحمد للہ الذی جعل لکم

الصھر والنسب یعنی وہ خدا سچا ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید ہے کیا اور خود تمہاری نسب کو بھی اعلیٰ بنایا۔

اسی طرح آپ کو الہام ہوا۔ اشکر نعمتی رائیت خدیجتی یعنی میرا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ چنانچہ ان الہامات کے نتیجہ میں اس رشتہ کی تحریک ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مولوی نذیر حسین دہلوی نے آپ کا نکاح پڑھا۔ اور چند دن کے بعد آپ حضرت ام المومنین کو ساتھ لیکر قادیان تشریف لے آئے۔

حضرت ام المومنین اگرچہ خاص دہلی شہر کی رہنے والی تھیں مگر چونکہ آپ کے والد صاحب سرکاری ملازم تھے اور ان کی مختلف جگہ تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ اور وہ اپنے اہل و عیال کو بھی ہر جگہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو مختلف جگہوں میں رہنے کی وجہ سے مختلف بانوں سے واسطہ پڑا اور یہاں آکر پنجابی سمجھنے میں آپ کو زیادہ دقت نہ اٹھانی پڑی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلوک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خیرکم خیرکم لاھلہ کے پورے پورے مصداق تھے۔ آپ کا سلوک جو اپنے گھر والوں سے تھا اس کی نظیر سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہیں نہیں ملتی۔ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا۔ میرا یہ حال ہے کہ ایک دن میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے۔ اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا۔ اور بڑے خشوع و خضوع سے نفل پڑھے اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت کا نتیجہ ہے۔

حضرت ام المومنین کا ایمان

حضرت ام المومنین کی ایمانی حالت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ایمان کے مشابہ ہے۔ جیسا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

دعویٰ پر حضرت ام المومنین کامل ایمان رکھتی ہیں۔ آپ سخت سے سخت بیماریوں اور اضطراب کے وقتوں میں بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں چھوڑتیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمدی بیگم والی پیشگوئی شائع کی تو آپ ہمیشہ فرمایا کرتی تھیں کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں۔ ایک روز آپ یہی دعا مانگ رہی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا دعا مانگ رہی ہیں۔ آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ میری خواہش ہے کہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں۔ دیکھئے یہ کس قدر شاندار ایمان ہے۔ پھر جب مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ اور آپ کے جسد مبارک کو قادیان میں لایا گیا تو آپ وہاں گئیں اور جسد اطہر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تو نبیوں کا چاند تھا۔ تیرے ذریعے میرے گھر میں فرشتے اترتے تھے اور خدا کلام کرتا تھا۔ ان فقروں پر غور کیجئے۔ اور اندازہ لگایئے کہ حضرت ام المومنین کا ایمان کس اعلیٰ پایہ کا ہے۔

صبر

آپ ہمیشہ مصیبتوں پر خود بھی صبر کرتی ہیں اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتی ہیں۔ اور جسکو صبر کا کامل نمونہ کہتے ہیں۔ وہ آپ میں موجود ہے۔ آپ کے بعض بچے فوت بھی ہوئے۔ مگر آپ نے کبھی نوحہ وغیرہ نہیں کیا۔ صرف انا للہ پڑھ کر خاموش ہو جاتی تھیں۔

مہمان نوازی

ابتدائے ایام میں لنگر خانہ ابھی جاری نہیں ہوا تھا۔ اور جو مہمان آتے تھے ان سب کے کھانے اور ناشتے وغیرہ سب کا انتظام آپ ہی کے گھر میں ہوتا تھا۔ آپ خود کھانے کا انتظام کرتی تھیں۔ اور بعض دفعہ خود کھانا پکایا بھی کرتی تھیں بعض دفعہ بغیر اطلاع دیئے بہت سے مہمان اکٹھے آجاتے تھے۔ مگر آپ کبھی نہیں گھبراتی تھیں۔ اور ہمیشہ اپنی پوری استعداد کے ساتھ مہمانوں کی خدمت کرتی تھیں۔

ہاتھ سے کام کرنا

اگرچہ ہم میں سے ہر ایک آپ کی خدمت کرنیکو ایک بڑا فخر سمجھتا ہے لیکن آپ اکثر اپنے چھوٹے موٹے کام خود ہی کرتی ہیں اور کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ آپ باورچی خانے میں خود بیٹھ کر ہنڈیا پکاتی ہیں

ایک غیر احمدی رشتہ دار کے تاثرات

اب میں حضرت ام المومنین کے ایک بھائی (جو ماں کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں۔) مرزا سلیم بیگ صاحب کے بیان کو درج کرتا ہوں۔ مرزا سلیم بیگ صاحب سے میری ملاقات میرے قیام مصر میں ہوئی تھی جب کہ وہ ان کے بھائی مرزا رفیق بیگ اور مرزا حسین احمد بیگ صاحب کے ساتھ (جج ہائی کورٹ حیدر آباد) یورپ گئے تھے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت ام المومنین کے خاندان سے تعلق قرابت قریب رکھتے ہیں تو قدرتی طور پر مجھے بہت خوشی ہوئی اُس وقت سے میرے ان کے تعلقات بھائیوں کی طرح ہو گئے ہیں جب حیدر آباد جاتا ہوں ان کی شفقت اور محبت کا لطف اٹھاتا ہوں۔ حضرت والد صاحب باوجودیکہ مرزا سلیم بیگ صاحب کا اس رشتہ کیوجہ سے ادب کرتے ہیں مگر مرزا صاحب اپنے اخلاق اور شرافت کے اثر کے باعث آبا جی کا احترام کرنے میں خوش ہوتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین جب حیدر آباد تشریف لے گئے تو مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس بچھڑے ہوئے خاندان کو حضرت صاحب کے خاندان کے قریب کیا جاوے اور الحمد اللہ یہ سعادت میرے حصہ میں آئی۔ حضرت امیر المومنین کو اپنے ان عزیزوں سے ملکر بہت خوشی ہوئی۔ اور آپ نے مرزا سلیم بیگ صاحب کی خواہش پر اپنے حیدر آباد کے قیام میں ایک دن بڑھا دیا۔ مرزا سلیم بیگ صاحب کے دادا جناب مرزا عبد القادر بیگ صاحب اور حضرت ام المومنین کی نانی صاحبہ محترمہ قادری بیگم صاحبہ دونوں حقیقی بھائی بہن تھے۔ اس طرح حضرت ام المومنین ماں کی طرف سے اپنی نانی کے ذریعہ اور مرزا سلیم بیگ صاحب اپنے دادا کے سلسلہ میں بہن بھائی ہیں۔ ان تعلقات کی تجدید مرزا سلیم بیگ صاحب کو قادیان لے آئی اور انھوں نے حضرت ام المومنین کی مودۃ فی القربیٰ کا جو اثر لیا اس کو انھوں نے بیان کیا ہے اگرچہ ان کا بیان ایک مختصر سا سفر نامہ قادیان ہے مگر میں نے اسے بتمام و کمال اسلئے درج کیا ہے کہ اس سے جماعت کے عام حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ ایک غیر احمدی آنکھ کے

مشاہدات ہیں۔ (محمود احمد عرفانی)

حضرت اُم المومنین

۱۹۰۹ء کی بات ہے جبکہ میں دہلی میں میاں بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح) اور آپا نصرت جہاں بیگم (ام المومنین) سے ملا تھا عرصہ تک پھر ملنا نہیں ہوا۔ حالانکہ ڈاکٹر میرزا محمد اسمٰعیل صاحب سے بار ہا دہلی میں ملنا جلنا رہا۔ حیدرآباد کی ملازمت نے وطن سے دور کر دیا۔ بیگانے اپنے ہو گئے اور اپنے بیگانے۔ کنبہ کے بہت سے لوگ نئی پیداوار کے ہیں۔ یہ نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں اور ان باتوں کا موقع بھی نہیں ملتا۔ دہلی کا کنبہ ہندوستان کے چاروں کھونٹوں میں آباد ہو گیا ہے۔ ہر شخص نے اپنا نیا کنبہ بنا لیا ہے اور نئی جنت بنا ڈالی ہے۔ میں بھی اپنی دنیا میں بہر حال آباد ہوں۔ اسی طرح قادیان میں ایک کنبہ آباد ہے۔ جو لوگ جانتے ہیں وہ جانتے ہیں۔ زندگی میں دو چار دفعہ ملنا ہو گیا ہے۔ ہم ختم ہوئے اور نہ کنبہ داری کی زنجیر ٹوٹی۔ شجرے کی کسی ٹہنی میں ہمارا بھی نام لٹکا ہو گا۔ گرچہ پیغمبر گذشت کہ نوشیرواں نماند۔

اکثر دل چاہتا تھا کہ قادیان جاؤں اور ایک دفعہ تو مل آؤں۔ مگر دہلی تک جا کر اتنی دلچسپیاں بڑھ جاتی تھیں کہ رخصت کا مختصر زمانہ دہلی کی جنت میں ختم ہو جاتا۔ اور قادیان جانے کی نوبت نہ آتی۔ تمنا تو ہمیشہ رہی مگر کبھی شرمندہ تعمیل نہ ہوئی۔ بالکل اتفاق تھا کہ ۱۹۳۹ء میں حضرت میاں محمود احمد صاحب حیدرآباد تشریف لائے۔ اور عزیزوں سے ملنے کا انھوں نے خاص انتظام کیا۔ دید اور باز دید ملاقاتوں میں تجدید محبت ہوئی یا یوں کہئے کہ بچھڑے ہوئے اپنی زندگی میں پھر ملے۔ حیدرآباد کی یہ ملاقاتیں میرے قدیم خیال کو تقویت پہنچانے لگیں۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں کلکتہ گیا تو جنگ کیوجہ سے بازاروں میں سرد بازاری پائی۔ اور طبیعت نے قرار نہ لیا اور قادیان کے ارادہ سے کلکتہ سے دہلی پہنچا۔ اور دہلی سے قادیان۔ قادیان اور جماعت احمدیہ کی جو تصویر میں نے ذہن میں تیار کی تھی۔ وہ اس کے خدوخال تازہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ علی الصبح گاڑی بدلنے کے لئے امرتسر کے اسٹیشن پر اترنا پڑا۔ پلیٹ فارم پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ بہت مسافر

قادیان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نماز اور ضروریات سے فارغ ہوکر ایک دوسرے کا پرسان حال ہوا۔ چنانچہ میرا تعارف بھی بہت سے اشخاص سے ہوا اور کرایا گیا۔ امرتسر کے اسٹیشن پر گوشت کے بھنے کی خوشبو اس طرح پھیلتی ہے کہ بھوک لربھوک۔ آدمی مسلمان ہو جاتا ہے۔ ناشتہ کے لئے کئی اصحاب نے مجھے مجبور کیا۔ گوشت دال اور گرم گرم چپاتیاں معدہ کا منہ کھول دیئے۔ اسٹال والا دیتا جاتا تھا اور مسلمان بھائی اللہ کا نام لے کر بغیر کسی احترام۔ احرام یا نیت کے لبیک کہہ رہا تھا۔ ایک تو وقت۔ دوسرے کھانے کی لذت۔ تیسرے پنجاب کی آب و ہوا نے بعض احباب نے تو اتنا کھلایا کہ میں نے ان کے دستر خوان پر سے اٹھنے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ کھانا وہ لوگ کھا رہے تھے اور میں ہاضمہ کی دوا اور ہیضہ کے انسداد پر غور کر رہا تھا۔ گاڑی جب بٹالہ پہنچی تو چاء میں مجھے شریک ہونا پڑا۔ تواضع اور اخلاق کی مشین گن نے ایک پیالی چاء کی گنجایش نکال ہی لی۔ اور قہر درویش بر جان درویش شکریہ کے ساتھ چاء پی۔ بٹالہ سے گاڑی بدل کر قادیان جانے والی گاڑی میں سوار ہو گئے۔

لیجئے صاحب۔ میں قادیان پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب اور عرفانی صاحب نے اسٹیشن پر ہی گلے لگایا۔ گلے ملتے اور باتیں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہونچے۔ ہاتھ منہ دھویا۔ چاء اور تکلفات تو یہاں بھی بہت تھے۔ مگر مجھے اپنی سلامتی کی ضرورت تھی۔ محمود احمد صاحب عرفانی کو لیکر نکل گیا۔ یہ وہ شہر ہے جس کا نام برسوں سے سنتا آرہا تھا۔ ہر مکان کو دیکھتا ہر مکین پر نظریں جماتا۔ بازار کو دیکھتا اور دکانداروں کو گھورتا۔ اس شہر نما قصبہ میں گزر رہا۔ قادیان کی وضع تو پنجاب کے اور قصبوں کی سی ہے۔ مگر جماعت کے اتحاد۔ اتفاق اور تنظیم نے اس کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ بڑے بڑے بنگلے۔ خانہ باغ۔ سڑک۔ مدرسے۔ بورڈنگ ہاوس۔ اسپتال۔ بازار اور ساہوکارہ۔ برقی پریس۔ اطبا یونانی۔ ویدک دواخانہ۔ کارخانے جیسی چیزیں یہاں موجود ہیں۔ یہاں کی آبادی میں حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے افراد آباد ہیں۔ جماعت کے کارکن آباد ہیں۔ وہ بھی آباد ہیں جو اعتقاد و ایمان سے قربت چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو قربت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو ترک وطن کر کے آباد ہوئے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو جماعت کی خاطر

مقیم ہیں۔ ایسے طالب علم بھی ہیں جو شوق تبلیغ میں علم حاصل کر رہے ہیں۔ ایسے طالب علم بھی ہیں جو مدارس میں ابتدائی تعلیم کے لئے بورڈنگ میں ہیں۔ جماعت کا ہر شعبہ ایک افسر کی نگرانی میں ہے اور اس افسر کا عملہ اور دفتر علیحدہ ہے۔ تمام دنیا کے ڈاکخانوں سے یہاں ڈاک آتی ہے اور جاتی ہے۔ تار آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ اس لئے قادیان کو قصبہ کہنا تو غلطی ہے۔ اچھا خاصہ شہر ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز اس میں ترقی ہی ہوگی۔ کیونکہ جواں ہمت اور جواں عزم جماعت کام کر رہی ہے اور پابند ملت مسلمانوں کی بستی ہے جو بستے بستے بستی ہے۔

عرفانی صاحب کے ساتھ میں جماعت کے مقامات دیکھتا، یادگاروں پر نظر ڈالتا قدیم بستی میں آیا۔ نصرت جہاں بیگم کے پاس پہنچا۔ یہاں جماعت کی طرف سے مسلح پہرہ ہے۔ اطلاع کرائی گئی اور زنانہ میں بلا لیا گیا۔ آپا نے بڑھ کر مجھے اپنے کمرہ میں لیا اور نہایت کراری آواز سے سلام علیکم کہا۔ مزاج پوچھا۔ خیریت دریافت کی۔ حالات پوچھے۔ گزرے ہوؤں کا ذکر کیا۔ زندوں کو دعا دی عزیزوں کو نام بنام دریافت کیا۔ اور پھر حاضر ہونے کے وعدہ پر میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب سے ملنے باہر چلا آیا۔ میاں مجھ سے ایک سال چھوٹے ہیں۔ پنجاب کی آب و ہوا میں رہکر وہ کسب علم اور جماعت کی ضروریات کے انہماک میں رہکر مجھ سے بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ قویٰ مغلوں کے سے ہیں۔ آنکھوں میں چمک ویسی ہی ہے۔ چہرے کی دونوں ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں۔ کشادہ پیشانی۔ بلند قامت ہیں۔ گفتار اور رفتار میں مردانہ وضع ہے۔ میاں جس مکان میں رہتے ہیں یہ اور بھائیوں کے مکانات سے ملا ہوا ہے۔ حصے جدا جدا ہیں مگر آپس میں سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ ان مکانوں تک موٹر آجاتی ہے۔ یہاں سے قریب ہی مسجد اقصیٰ ہے اور اسی مسجد میں منارۃ المسیح ہے۔ یہیں نماز جمعہ ہوتی ہے۔ مسجد شاندار نہیں کیونکہ تھوڑی تھوڑی بنی ہے اور ہر حصہ اپنے پہلے حصہ سے جدا معلوم ہوتا ہے۔

قادیان کے قیام میں میرا ناشتہ تو ڈاکٹر صاحب کے ہاں ہوتا اور دو وقتوں کے

کھانے دعوتوں کی صورت میں ہوتے۔ دعوتوں سے وقت بچتا تو قادیان کے قرب وجوار کے مقامات دیکھنے میں صرف کرتا۔ محمود احمد صاحب عرفانی میرے ساتھ ہوتے۔ اور جدھر منہ اٹھتا اودھر نکل جاتے۔ پنجاب کی آب وہوا۔ دسمبر کا مہینہ۔ مرغن اور پرتکلف کھانے کھاتا بھی اور ہضم بھی کرجاتا۔ اگر حیدرآباد میں ایک ہفتہ بھی بدپرہیزی کرجاتا تو آپریشن نہیں تو کم از کم تنقیہ معدہ کی ضرورت لاحق ہوجاتی۔ عزیزوں نے محبت سے کھلایا اور ایک عزیز مسافر نے آنکھیں بند اور دل کھولکر مسافر نوازی کی داد دی۔ میرا قیام تو ڈاکٹر صاحب کے ہاں تھا۔ مگر مہمانی کا حق قادیان نے ادا کی۔ ڈاکٹر صاحب اکثر جگہ ساتھ ہوتے۔ مگر وہ نقرس کے مرض سے مجبور ہوگئے ہیں۔ آہستہ چلتے ہیں۔ آہستہ بات کرتے ہیں۔ نہایت متین۔ سنجیدہ اور حلیم ہیں۔ سب سے محبت سے پیش آتے ہیں۔ سب کی خاطر کرتے ہیں۔ سب سے خوش ہوکر ملتے ہیں دہلی کی قدیم وضع کا مکان ہے۔ جس میں پائیں باغ ہے۔ پنشن لےلی ہے اور قادیان میں اطمینان کی زندگی گزار رہے ہیں۔

جب تک میں قادیان میں رہا گویا دارالسلام میں رہا۔ نہ تو موسم کی تیزی نے کوئی برا اثر کیا اور نہ میری بدپرہیزی نے میرا کچھ بگاڑا۔ آپا صاحبہ (ام المومنین) کا یہ وطیرہ تھا کہ علی الصبح میرے پاس پہنچ جاتیں۔ اور دروازہ کو کھٹکھٹا کر اندر آجاتیں۔ سلام علیکم کرتیں اور باتیں شروع کردیتیں۔ میں لحاف اوڑھے پلنگ پر بیٹھا ہوتا اور وہ ٹہل ٹہل کر باتیں کرتی جاتیں۔ آواز میں کرارہ پن باقی ہے۔ ہاتھ پاؤں تندرست اور سیدھے ہیں۔ آنکھیں کام دیتی ہیں۔ قویٰ میں توانائی اور چستی معلوم ہوتی ہے۔ بات کو معقولیت سے سنتی ہیں اور معقولیت سے جواب دیتی ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ پر گفتگو کرتی ہیں اور بیدھڑک خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔ پان کا زیادہ شوق ہے۔ بات کرتی جاتی ہیں اور پان کھاتی جاتی ہیں۔ دلی والوں کا سا لباس ہے۔ اونی پائتابہ پہن کر گرم رنگین تنگ موری پاجامہ پہنتی ہیں۔ گرم اونی کرتہ پر سوئٹر پہنکر کشمیری شال سر سے اس طرح اوڑھتی ہیں کہ سر بھی ڈھک جاتا ہے اور مفلر بھی معلوم ہوتا ہے

اور کوٹ پہن کر ان سب کو ایک جگہ کر لیتی ہیں۔ ایک ہاتھ میں تسبیح اور ایک میں دستانہ ہوتا ہے۔ علی الصبح بعد نماز گھر سے نکلتی ہیں۔ پہلے عزیزوں کے ہاں۔ دوستوں کے ہاں۔ اخلاص مندوں اور معتقدوں کے ہاں جاتی ہیں۔ اس میں مزاج پرسی، دریافت حال، عیادت اور تیمارداری سب ہی کچھ ہوتا ہے۔ کہیں بچوں کا علاج کرتی ہیں۔ کہیں بڑوں کی مزاج پرسی۔ کسی جگہ دوا بتاتی ہیں اور کہیں دوا خود تیار کر کے دیتی ہیں۔ دلی کی بڑی بوڑھی بیگمات کا یہ طریقہ تھا کہ بچوں کے درد دکھ کا علاج گھر کی بڑی بوڑھی بیگمیں کیا کرتی تھیں۔ وہی آپا صاحبہ کا طریقہ کار ہے۔ اور اس علاج معالجہ میں ان کو اچھی دست گاہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے چٹکلے بچوں کے معمولی امراض میں بہت مفید ہوتے ہیں۔ دس گیارہ بجے تک وہ اپنی اس مصروفیت سے فارغ ہو کر گھر پہنچ جاتی ہیں۔ دوپہر کا کھانا کھا کر آرام کرتی ہیں۔ ظہر اور عصر کی نماز تک گھر میں بہو بیٹیوں سے ملتی رہتی ہیں۔ اور شام کو پھر چہل قدمی کو نکل جاتی ہیں۔ اس پروگرام کی وہ حتی المقدور پابندی کرتی ہیں۔ اس وقت ان کی عمر (   ) سال ہے۔ مگر ارادہ میں جوان ہیں۔ عمل میں جوان ہیں۔ اپنے عزم میں جوان ہیں۔ ایک بارعب کمانڈر کی طرح قادیان کی آبادی پر اثر ہے۔ جس طرح خلوص اور محبت سے ملتی ہیں۔ اسی طرح رعب اور اثر سے کام لیتی ہیں۔ ان امور میں ان کو دلچسپی ہے۔ اور اسی کو انھوں نے اپنا شغل بنا رکھا ہے۔ جس طرح کنبہ کو ان کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قادیان کی آبادی کو ان کی ضرورت ہے۔ یہ بلا لحاظ مذہب و ملت ہر ایک سے حسن سلوک کے ساتھ ملتی ہیں۔ جو کچھ ممکن ہوتا ہے اس کی خدمت کرتی ہیں۔ اطمینان اور دلاسہ دیتی ہیں۔

بہر حال برسوں کی آرزو پوری کر کے عزیزوں سے مل کے۔ قادیان کو دیکھ سکے۔ قادیان سے رخصت ہو گیا۔ جی تو چاہتا ہے کہ ایک دفعہ اور ہو آؤں مگر

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

اب تک تو یہی ہو رہا ہے۔ آئندہ کی خبر خدا جانے۔ والسلام سلیم بیگ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت اُم المومنین کی

روایات

تمہیدی نوٹ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان بہت بلند ہے۔ اور آپ کی سیرۃ مطہرہ میں بعض ایسی خصوصیات ہیں جو آپ کو دوسروں سے امتیاز بخشتی ہیں۔ منجملہ ان خصوصیات کے ایک یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ اندرون خانہ اور اہلی زندگی کا اسوۂ حسنہ آپ ہی کے ذریعہ معلوم ہوا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فقاہت اور فطنت کی ایک عدیم النظیر خاتون تھیں اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایام حج میں آپ کے آستانہ پر ایک بے پناہ ہجوم ہر ملک کے لوگوں کا موجود رہتا تھا تاکہ آپ سے بعض مسایل معلوم کریں۔ چنانچہ لوگ سوال کرتے اور آپ ان کے جوابات سے تربیت کے اہم فرض کو ادا فرماتی تھیں۔ اسی طرح حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کو یہ خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اندرون خانہ زندگی کا بہترین علم آپ کے ذریعہ ملا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے جیسے سب سے زیادہ موقعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو ازدواج مطہرات میں ملا۔ اسی طرح یہ نعمت حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ ہی کے حصہ میں آئی اور کیوں ایسا نہ ہوتا۔ مشیت ایزدی نے ازل ہی سے یہ مقرر کر رکھا تھا۔

خدا تعالیٰ کی وحی میں اذکر نعمتی جو آیا ہے تو حضرت ام المومنین کا وجود مختلف رنگوں میں ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ گو یا وہ مجسم نعمت ہیں۔ حضرت ام المومنین کے ذریعہ جو روایات حضرت مسیح موعود علیہ والصلوٰۃ والسلام کی پاک سیرت کے متعلق ہیں ذیل میں درج کر رہا ہوں۔ یہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کی سعی اور محنت کا نتیجہ ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے سوا کسی دوسرے سے یہ ممکن نہ تھا۔ آپ کو حضرت ام المومنین کے نور نظر ہونے کی حیثیت سے ہر وقت یہ موقعہ حاصل ہے کہ حضرت ام المومنین کے اوقات اور طبیعت کی درستی کو نگاہ رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا دریافت کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ بہت بڑا حصہ اس طرح جمع ہو گیا۔ اس وقت تک کے شایع شدہ حصہ کو سیرۃ المہدی ہی سے لیکر میں شایع کرنے کی عزت و سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اس قدر بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ میں نے عموماً نفس روایات کو درج کیا ہے۔ کہیں کہیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مختصر نوٹوں کو بغرض توضیح درج کر دیا ہے۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب قبلہ نے بھی خصوصیت سے لکھا تھا کہ روایات درج کرنی ضروری ہیں اگر ایسا اشارہ نہ بھی ہوتا تب بھی میں روایات کا اندراج ضروری سمجھتا تھا اس لئے کہ اس سے خود حضرت ام المومنین کی بصیرت اور سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔

(عرفانی کبیر)

روایات

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ ان سے فرمایا تھا حضرت مسیح موعودؑ نے کہ مجھے معلوم ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا فرمایا کہ بتایا گیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم بہت پڑھنا چاہیئے۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس وجہ سے آپ اُسے بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بستر پر کروٹ بدلتے ہوئے بھی یہی کلمہ آپ کی زبان پر ہوتا تھا۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عام طور پر ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ جب کبھی رفع حاجت سے فارغ ہو کر آتے تھے۔ وضو کر لیتے تھے۔ سوائے اس کے کہ بیماری یا کسی اور وجہ سے آپ رُک جاویں۔

(۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز پنجوقتہ کے سوا عام طور پر دو قسم کے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ایک نماز اشراق (دو یا چار رکعات) جو آپ کبھی کبھی پڑھتے تھے اور دوسرے نماز تہجد (آٹھ رکعات) جو آپ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ سوائے اس کے کہ آپ زیادہ بیمار ہوں۔ لیکن ایسی صورت میں بھی آپ تہجد کے وقت بستر پر لیٹے لیٹے ہی دعا مانگ لیتے تھے۔ اور آخری عمر میں بوجہ کمزوری کے عموماً بیٹھ کر نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

(۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر صبح کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے تھے۔ کیونکہ رات کا زیادہ حصہ آپ جاگ کر گزارتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اول تو آپ کو اکثر اوقات رات کے وقت بھی مضامین لکھنے پڑتے تھے جو آپ عموماً بہت دیر تک لکھتے رہتے تھے دوسرے

آپ کو پیشاب کے لئے بھی کئی دفعہ اٹھنا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ نماز تہجد کے لئے بھی اٹھتے تھے۔ نیز والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب مٹی کے تیل کی روشنی کے سامنے بیٹھ کر کام کرنا ناپسند کرتے تھے۔ اور اس کی جگہ موم بتیاں استعمال کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں کچھ عرصہ گیس کا لیمپ بھی استعمال کیا تھا۔

(۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فریضہ نماز کی ابتدائی سنتیں گھر میں ادا کرتے تھے۔ اور بعد کی سنتیں بھی عموماً گھر میں اور کبھی کبھی مسجد میں پڑھتے تھے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ حضرت صاحب نماز کو لمبا کرتے تھے یا خفیف؟۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ عموماً خفیف پڑھتے تھے۔

(۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ جب میں کسی سفر سے واپس قادیان آ رہا تھا تو میں نے بٹالہ پہنچکر قادیان کے لئے یکہ کرایہ پر کیا۔ اس یکہ میں ایک ہندو سواری بھی بیٹھنے والی تھی۔ جب ہم سوار ہونے لگے تو وہ ہندو جلدی کر کے اس طرف چڑھ گیا جو سورج کے رخ سے دوسری جانب تھی اور مجھے سورج کے سامنے بیٹھنا پڑا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب ہم شہر سے نکلے تو ناگاہ بادل کا ٹکڑا اٹھا اور میرے اور سورج کے درمیان آگیا۔ اور ساتھ ساتھ آیا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ کیا وہ ہندو پھر کچھ بولا۔ والدہ نے فرمایا یاد پڑتا ہے کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ پھر اس ہندو نے بہت معذرت کی اور شرمندہ ہوا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ گرمی کے دن تھے۔

(۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کسی مقدمہ کے واسطے میں ڈلہوزی پہاڑ پر جا رہا تھا۔ راستہ میں بارش آگئی۔ میں اور میرا ساتھی یکہ سے اتر آئے اور ایک پہاڑی آدمی کے مکان کی طرف گئے جو راستہ کے پاس تھا۔ میرے ساتھی نے آگے بڑھکر

مالک مکان سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ مگر اس نے روکا اس پر ان کی باہم تکرار ہوگئی اور مالک مکان تیز ہوگیا اور گالیاں دینے لگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں یہ تکرار سن کر آگے بڑھا۔ جونہی میری اور مالک مکان کی آنکھیں ملیں تو پیشتر اس کے کہ میں کچھ بولوں اس نے اپنا سر نیچے ڈال لیا اور کہا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ میری ایک جوان لڑکی ہے اسلئے میں اجنبی آدمی کو گھر میں نہیں گھسنے دیتا مگر آپ بیشک اندر آجائیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وہ ایک اجنبی آدمی تھا۔ نہ میں اُسے جانتا تھا۔ اور نہ وہ مجھے جانتا تھا۔

(۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ جب بڑے مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود کے والد صاحب) کشمیر میں ملازم تھے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہماری والدہ نے کہا کہ آج میرا دل کہتا ہے کہ کشمیر سے کچھ آئے گا تو اسی دن کشمیر سے آدمی آگیا اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ ادھر والدہ صاحبہ نے یہ کہا اور ادھر دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کشمیر سے آدمی آیا ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ تمہارے دادا کشمیر سے اپنے آدمی کو چند ماہ کے بعد خط اور روپیہ دے کر بھیجا کرتے تھے۔ نقدی وغیرہ چاندی سونے کی صورت میں ایک گدڑی کی تہ کے اندر سلی ہوئی ہوتی تھی۔ جو وہ آدمی راستہ میں پہنے رکھتا تھا۔ اور قادیان پہنچکر اتار کر اندر گھر میں بھیج دیتا۔ گھر والے کھول کر نقدی نکال لیتے تھے اور پھر گدڑی واپس کر دیتے تھے۔ نیز والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے دادا کشمیر میں صوبہ تھے۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بھی اوپر سے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ جس طرح انگریزوں میں آج کل ڈپٹی کمشنر وغیرہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح کشمیر میں صوبے گورنر علاقہ ہوتے تھے۔

(۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنوں میں سے منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ نیز بیان کیا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے کہ جب مبارکہ بیگم (ہماری ہمشیرہ) پیدا ہونے لگیں تو منگل کا دن تھا۔ اس لئے حضرت صاحب نے دعا کی۔ کہ منگل گزرنے کے بعد پیدا ہو چنانچہ وہ منگل گزرنے کے بعد بدھ کی رات کو پیدا ہوئیں۔

(۱۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ ہیں جنکو دنیوی شان و شوکت کا خیال ہے کہ کالجے ہوں، دفاتر ہوں، بڑی بڑی عمارتیں ہوں وغیرہ وغیرہ دوسرے وہ ہیں جو کسی بڑے آدمی مثلاً مولوی نورالدین صاحب کے اثر کے نیچے آکر جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور انہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن کو خاص میری ذات سے تعلق ہے اور وہ ہر بات میں میری رضا اور میری خوشی کو مقدم رکھتے ہیں۔

(۱۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ میں کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ عدالت میں اور اور مقدمے ہوتے رہے۔ اور میں باہر ایک درخت کے نیچے انتظار کرتا رہا۔ چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے وہیں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مگر نماز کے دوران میں ہی عدالت سے مجھے آوازیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ مگر میں نماز پڑھتا رہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس عدالت کا بہرا کھڑا ہے۔ سلام پھیرتے ہی اس نے مجھے کہا مرزا صاحب مبارک ہو آپ مقدمہ جیت گئے ہیں۔

(۱۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جوانی کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں مجھ کو معلوم ہوا یا فرمایا اشارہ ہوا کہ اس راہ میں ترقی کرنے کیلئے روزے رکھنے بھی ضروری ہیں۔ فرماتے تھے۔

پھر میں نے چھ ماہ لگاتار روزے رکھے اور گھر میں یا باہر کسی شخص کو معلوم نہ تھا کہ میں روزہ رکھتا ہوں۔ صبح کا کھانا جب گھر سے آتا تھا۔ تو میں کسی حاجت مند کو دیتا تھا اور شام کا خود کھا لیتا تھا۔ میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ آخر عمر میں بھی آپ نفلی روزے رکھتے تھے یا نہیں؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ آخر عمر میں بھی آپ روزہ رکھا کرتے تھے۔ خصوصاً شوال کے چھ روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے۔ اور جب کبھی آپ کو کسی خاص کام کے متعلق دعا کرنا ہوتی تھی تو آپ روزہ رکھتے تھے۔ ہاں مگر آخری دو تین سالوں میں بوجہ ضعف و کمزوری رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔

(۱۴۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلی بیعت لدھیانہ میں لی تھی۔ پہلے دن چالیس آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ پھر جب آپ گھر میں آئے تو بعض عورتوں نے بیعت کی۔ سب سے پہلے مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحب) نے بیعت کی تھی۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ نے کب بیعت کی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ میرے متعلق مشہور ہے کہ میں نے بیعت سے توقف کیا اور کئی سال بعد بیعت کی۔ یہ غلط ہے بلکہ میں کبھی بھی آپ سے الگ نہیں ہوئی۔ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی اور شروع سے ہی اپنے آپ کو بیعت میں سمجھا اور اپنے لئے باقاعدہ الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

(۱۴۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ مسیحیت شائع کرنے لگے تو اس وقت آپ قادیان میں تھے۔ آپ نے اس کے متعلق ابتدائی رسالے یہیں لکھے۔ پھر آپ لدھیانہ تشریف لے گئے اور وہاں سے دعویٰ شائع کیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ دعویٰ شائع کرنے سے پہلے آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں ایسی بات کا اعلان کرنے لگا ہوں جس سے ملک میں مخالفت کا بہت شور پیدا ہوگا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ اس اعلان پر بعض ابتدائی بیعت کرنے والوں کو بھی ٹھوکر لگ گئی۔

(۱۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر تھے۔ اور سو رہے تھے۔ میں نے آپ کی زبان پر ایک فقرہ جاری ہوتے سنا۔ میں نے سمجھا کہ الہام ہوا ہے پھر آپ بیدار ہو گئے۔ تو میں نے کہا کہ آپ کو یہ الہام ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تم کو کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا مجھے آواز سنائی دی تھی۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ الہام کے وقت آپ کی کیا حالت ہوئی تھی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور ماتھے پر پسینہ آجاتا تھا۔

(۱۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب تمہارے تایا (مرزا غلام قادر صاحب یعنی حضرت صاحب کے بڑے بھائی) لاولد فوت ہو گئے تو تمہاری تائی حضرت صاحب کے پاس روئیں اور کہا کہ اپنے بھائی کی جائداد سلطان احمد کے نام بطور متبنّٰی لگوا دو۔ وہ ویسے بھی اب تمہاری ہے۔ اور اس طرح بھی تمہاری رہے گی۔ چنانچہ حضرت صاحب نے تمہارے تایا صاحب کی تمام جائداد مرزا سلطان احمد کے نام کرا دی۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ حضرت صاحب نے متبنّٰی کی صورت کس طرح منظور فرمائی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ یہ تو یونہی ایک بات تھی۔ ورنہ وفات کے بعد متبنّٰی کیا مطلب تو یہ تھا۔ تمہاری تائی کی خوشی کے لئے حضرت نے تمہارے تایا کی جائداد مرزا سلطان احمد کے نام داخل خارج کرا دی۔ اور اپنے نام نہیں کرائی۔ کیونکہ اس وقت کے حالات کے تحت ویسے بھی مرزا سلطان احمد کو آپ کی جائداد سے نصف حصہ جانا تھا۔ اور باقی نصف مرزا فضل احمد کو۔ پس آپ نے سمجھ لیا کہ گویا آپ نے اپنی زندگی میں ہی مرزا سلطان احمد کا حصہ الگ کر دیا۔

(۱۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب مرزا فضل احمد فوت ہوا تو اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ تمہاری اولاد کی جائداد کا حصہ بٹانے والا ایک فضل احمد ہی تھا۔ سو وہ بیچارہ بھی گزر گیا۔

(۱۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ اوائل میں

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت دورہ پڑا کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو بھی اطلاع دیدی اور وہ دونوں آگئے۔ پھر ان کے سامنے بھی حضرت صاحب کو دورہ پڑا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مرزا سلطان احمد تو آپکی چارپائی کے پاس خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے مگر مرزا فضل احمد کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور وہ کبھی ادہر بھاگتا تھا اور کبھی ادہر۔ کبھی اپنی پگڑی اتار کر حضرت صاحب کی ٹانگوں کو باندہتا تھا اور کبھی پاؤں دبانے لگ جاتا تھا اور گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ کانپتے تھے۔

(۱۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل سے ہی مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر "پھجے دی ماں" کہا کرتے تھے بے تعلقی سی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی اور ان کا انکی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھیں۔ اسلئے حضرت مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کردی تھی۔ ہاں آپ اخراجات وغیرہ باقاعدہ دیا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا ہوتا رہا اب میں نے دوسری شادی کرلی ہے اس لئے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا تو میں گنہگار ہوں گا۔ اس لئے اب دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ میں تم کو خرچ دیئے جاؤں گا۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ اب میں بڑھاپے میں کیا طلاق لوں گی! بس مجھے خرچ ملتا رہے۔ میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ محمدی بیگم کا سوال اٹھا اور آپ کے رشتہ داروں نے مخالفت کرکے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کرا دیا اور فضل احمد کی والدہ نے ان سے قطع تعلق نہ کیا۔ بلکہ ان کے ساتھ رہیں۔ تب حضرت صاحب نے

ان کو طلاق دیدی۔

(۲۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ تمہارے دادا نے قادیان کی جائداد پر حقوق مالکانہ برقرار رکھوانے کے لئے شروع شروع میں بہت مقدمات کئے اور جتنا کشمیر کی ملازمت میں اور اس کے بعد روپیہ جمع کیا تھا اور وہ قریباً ایک لاکھ تھا سب ان مقدمات پر صرف کر دیا۔ والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں اتنے روپے سے سو گنی بڑی جائداد خرید ی جا سکتی تھی۔

(۲۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود پانچ بہن بھائی تھے۔ سب سے بڑی حضرت صاحب کی وہ ہمشیرہ تھیں جن کی شادی مرزا محمد بیگ ہوشیارپوری کے ساتھ ہوئی تھی حضرت صاحب کی یہ ہمشیرہ صاحب رویا و کشف تھیں۔ ان کا نام مراد بی بی تھا۔ ان سے چھوٹے مرزا غلام قادر صاحب تھے۔ ان سے چھوٹا ایک لڑکا تھا۔ جو بچپن میں فوت ہو گیا۔ اس سے چھوٹی حضرت صاحب کی وہ ہمشیرہ تھی۔ جو آپ کے ساتھ توام پیدا ہوئی اور جلد فوت ہو گئی۔ اس کا نام جنت تھا۔ سب سے چھوٹے حضرت مسیح موعود تھے۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی تھی کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہماری بڑی ہمشیرہ کو ایک دفعہ کسی بزرگ نے خواب میں ایک تعویذ دیا تھا۔ بیدار ہوئیں تو ہاتھ میں بھوج پتر پر لکھی ہوئی سورہ مریم تھی۔

(۲۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود صدقہ بہت دیا کرتے تھے اور عموماً ایسا خفیہ طور پر دیتے تھے کہ ہمیں بھی پتہ نہیں لگتا تھا۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ کتنا صدقہ دیا کرتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا بہت دیا کرتے تھے اور آخری ایام میں جتنا روپیہ آتا تھا اس کا دسواں حصہ صدقہ کے لئے الگ کر دیتے تھے اور اس میں سے دیتے رہتے تھے۔ والدہ صاحبہ نے بیان فرمایا کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ دسویں حصہ سے زیادہ نہیں دیتے تھے بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض

اوقات اخراجات کی زیادت ہوتی ہے تو آدمی صدقہ میں کوتاہی کرتا ہے۔ لیکن اگر صدقہ کا روپیہ پہلے سے الگ کر دیا جاوے تو پھر کوتاہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ روپیہ پھر دوسرے مصرف میں نہیں آسکتا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ اسی غرض سے آپ دسواں حصہ تمام آمد کا الگ کر دیتے تھے۔ ورنہ ویسے دینے کو تو اس سے زیادہ بھی دیتے تھے۔

(۲۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود جب کسی سے قرضہ لیتے تھے تو واپس کرتے ہوئے کچھ زیادہ دیدیتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کہ کیا آپ کو کوئی مثال یاد ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اسوقت مثال تو یاد نہیں۔ مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ اور والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صاحب کبھی کوئی نیکی کی بات بیان نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ خود اسپر عمل نہ ہو۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ کیا حضرت مسیح موعود نے کبھی کسی کو قرض بھی دیا ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ہاں کئی دفعہ دیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ مولوی صاحب (خلیفہ اول) اور حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے آپ سے قرض لیا۔ مولوی صاحب نے جب قرض کا روپیہ واپس بھیجا۔ تو آپ نے واپس فرما دیا اور کہلا بھیجا کہ کیا آپ ہمارے روپے کو اپنے روپیہ سے الگ سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب نے اسی وقت حکیم فضل الدین صاحب کو کہلا بھیجا کہ میں یہ غلطی کر کے جھاڑ کھا چکا ہوں۔ دیکھنا تم روپیہ واپس نہ بھیجنا۔

(۲۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ آخری ایام میں حضرت مسیح موعودؑ نے میرے سامنے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج کروا دیا۔

(۲۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھانوں میں سے پرندے کا گوشت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ شروع

شروع میں بھیڑ بھی کھاتے تھے۔ لیکن جب طاعون کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے اس کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اس میں طاعونی مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ مچھلی کا گوشت بھی حضرت صاحب کو پسند تھا۔ ناشتہ باقاعدہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں عموماً صبح کو دودھ پی لیتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کہ کیا آپ کو دودھ ہضم ہو جاتا تھا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہضم تو نہیں ہوتا تھا مگر پی لیتے تھے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ پکوڑے بھی حضرت کو پسند تھے۔ ایک زمانے میں شکنجبین کا شربت بہت استعمال فرمایا تھا۔ مگر پھر چھوڑ دی۔ ایک دفعہ آپ نے ایک لمبے عرصہ تک کوئی پکی ہوئی چیز نہیں کھائی صرف تھوڑے سے دہی کے ساتھ روٹی لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی مکی کی روٹی بھی پسند کرتے تھے۔ کھانا کھاتے ہوئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے جاتے تھے کچھ کھاتے تھے کچھ چھوڑتے تھے۔ کھانے کے بعد آپ کے سامنے سے بہت سے ریزے اٹھتے تھے۔ ایک زمانہ میں آپ نے چائے کا بہت استعمال فرمایا تھا۔ مگر پھر چھوڑ دی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ حضرت صاحب کھانا بہت تھوڑا کھاتے تھے اور کھانے کا وقت بھی کوئی خاص مقرر نہیں تھا۔ صبح کا کھانا بعض اوقات بارہ بارہ ایک ایک بجے بھی کھاتے تھے۔ شام کا کھانا عموماً مغرب کے بعد۔ مگر کبھی کبھی پہلے بھی کھا لیتے تھے۔ غرض کوئی وقت معین نہیں تھا۔ بعض اوقات خود کھانا مانگ لیتے تھے کہ لاؤ کھانا تیار ہے تو دے دو۔ پھر میں نے کام شروع کرنا ہے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ کس وقت کام کرتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ بس سارا دن کام میں ہی گزرتا تھا۔ ۱۰ بجے ڈاک آتی تھی تو ڈاک کا مطالعہ فرماتے تھے۔ اور اس سے پہلے بعض اوقات تصنیف کا کام شروع نہیں فرماتے تھے تاکہ ڈاک کی وجہ سے درمیان میں سلسلہ منقطع نہ ہو۔ مگر کبھی پہلے بھی شروع کر دیتے تھے۔

(۲۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ پہلے لنگر کا انتظام ہمارے گھر میں ہوتا تھا۔ اور گھر سے سارا کھانا پک کر جاتا تھا۔ مگر جب آخری سالوں

میں زیادہ کام ہو گیا تو میں نے کہہ کر باہر انتظام کروا دیا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کسی مہمان کے لئے خاص کھانا پکانے کیلئے بھی فرماتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ہاں بعض اوقات فرماتے تھے کہ فلاں مہمان آئے ہیں ان کے لئے یہ کھانا تیار کر دو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ شروع میں سب لوگ لنگر سے ہی کھانا کھاتے تھے۔ خواہ مہمان ہوں، یا یہاں مقیم ہو چکے ہوں۔ مقیم لوگ بعض اوقات اپنے پسند کی کوئی خاص چیز اپنے گھروں میں بھی پکا لیتے تھے۔ مگر حضرت صاحب کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اگر ہو سکے تو ایسی چیزیں بھی ان کے لئے آپ ہی کی طرف سے تیار ہو کر جاویں اور آپ کی خواہش رہتی تھی کہ جو شخص جس قسم کے کھانے کا عادی ہو اس کو اسی قسم کا کھانا دیا جا سکے۔

(۲۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ تمہارے تایا کے ہاں ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے تھے۔ مگر دونوں بچپن میں فوت ہو گئے۔ لڑکی کا نام عصمت اور لڑکے کا نام عبدالقادر تھا۔ حضرت صاحب کو اپنی بھائی کی اولاد سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی بڑی لڑکی کا نام انکا واسطے عصمت رکھا تھا۔

(۲۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب تم بچے تھے اور شائد دوسری جماعت میں ہو گئے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود رفع حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو تم اس وقت ایک چارپائی پر الٹی سیدھی چھلانگیں مار رہے اور قلابازیاں کھا رہے تھے۔ آپ نے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔ پھر فرمایا اسے ایم آے کرانا۔

(۲۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ رات کو سوتے ہوئے پاجامہ اتار کر تہہ بند باندھ لیتے تھے اور عموماً کرتا بھی اتار کر سوتے تھے۔

(۳۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ

تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت صاحب کو سل ہوگئی اور چھ ماہ تک بیمار رہے اور بڑی نازک حالت ہوگئی۔ حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہوگئی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے چچا آپ کے پاس آکر بیٹھے اور کہنے لگے کہ دنیا میں یہی حال ہے۔ سبھی کو مرنا ہے۔ کوئی آگے گزر جاتا ہے کوئی پیچھے جاتا ہے اس لئے اس پر پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ تمہارے دادا خود حضرت صاحب کا علاج کرتے تھے۔ اور برابر چھ ماہ تک انھوں نے آپ کو بکرے کے پائے کا شوربا کھلایا تھا۔

(۲۴۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب میں چھوٹی لڑکی تھی تو میر صاحب (یعنی خاکسار کے نانا جان) کی تبدیلی ایک دفعہ یہاں قادیان بھی ہوئی تھی۔ اور ہم یہاں چھ سات ماہ ٹھیرے تھے۔ پھر یہاں سے دوسری جگہ میر صاحب کی تبدیلی ہوئی تو وہ تمہارے تایا سے بات کرکے ہم کو تمہارے تایا کے مکان میں چھوڑ گئے تھے۔ اور پھر ایک مہینہ کے بعد آکر لے گئے۔ اس وقت تمہارے تایا قادیان سے باہر رہتے تھے اور آٹھ روز کے بعد یہاں آیا کرتے تھے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ خاکسار نے پوچھا کہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں آپ نے کبھی دیکھا تھا یا نہیں؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب رہتے تو اسی مکان میں تھے مگر میں نے آپ کو نہیں دیکھا اور والدہ صاحبہ نے مجھے وہ کمرہ دکھایا جس میں ان دنوں میں حضرت صاحب رہتے تھے۔ آج کل وہ کمرہ مرزا سلطان احمد صاحب کے قبضہ میں ہے۔

(۲۴۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ کی دوسری شادی دلی میں ہوگی چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا تو چونکہ اسوقت اس کے پاس تمام اہلحدیث لوگوں کی فہرست رہتی تھی اور میر صاحب بھی اہلحدیث تھے اور اس سے بہت میل ملاقات

رکھتے تھے اس لئے اس نے حضرت صاحب پاس میر صاحب کا نام لیا۔ آپ نے میر صاحب کو لکھا۔ شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بوجہ تفاوت عمر ناپسند کیا۔ مگر آخر رضا مند ہو گئے اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلی گئے۔ آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ ملاوامل بھی تھے۔ نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھا تھا۔ یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز پیر کی بات ہے اسوقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ روپے اور ایک مصلیٰ نذر دیا تھا۔

(۳۲۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کئے مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا اس لئے چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا اس کے بعد جتنے رمضان آئے آپ نے سب روزے رکھے مگر پھر وفات سے دو تین سال قبل کمزوری کیوجہ سے روزے نہیں رکھ سکے اور فدیہ ادا فرماتے رہے خاکسار نے دریافت کیا کہ جب آپ نے ابتدائً دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کیا تھا۔

(۳۲۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعودؑ اوائل میں غرارے استعمال فرمایا کرتے تھے پھر میں نے کہہ کر وہ ترک کروا دیئے اس کے بعد آپ معمولی پاجامے استعمال کرنے لگ گئے۔

(۳۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جمعہ کے دن خوشبو لگاتے اور کپڑے بدلتے تھے۔

(۳۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی مغرب کی نماز گھر میں پڑھاتے تھے تو اکثر سورہ یوسف کی وہ آیات پڑھتے تھے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

(۳۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ میں نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اعتکاف بیٹھتے نہیں دیکھا۔

(۳۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب میری شادی ہوئی اور میں ایک مہینہ قادیان ٹھہر کر پھر واپس دہلی گئی تو ان ایام میں حضرت مسیح موعود نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ مجھے دو یاد تھے۔ مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ نہیں میں نے تین دیکھے تھے اور تین ہی لکھے تھے۔

(۳۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی کیسا اخفا ہوتا ہے۔ پسر موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ مگر ہمارے موجودہ سارے لڑکے ہی کسی نہ کسی طرح تین کو چار کرنیوالے ہیں۔ چنانچہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ میاں (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) کو تو حضرت صاحب نے اس طرح تین کو چار کرنیوالا قرار دیا کہ مرزا سلطان احمد اور فضل احمد کو بھی شمار کر لیا اور بشیر اول متوفی کو بھی۔ تمہیں (یعنی خاکسار راقم الحروف کو) اس طرح پر کہ صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔ شریف احمد کو اس طرح پر قرار دیا کہ اپنی پہلی بیوی کے لڑکے مرزا سلطان احمد اور فضل احمد چھوڑ دیئے اور میرے سارے لڑکے زندہ اور متوفی شمار کر لئے۔ اور مبارک کو اس طرح پر کہ میرے صرف زندہ

لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔

(۲۴۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی وفات کے قریب بڑی کثرت سے اپنی وفات کے متعلق الہامات اور خواب شروع ہو گئی تھیں جب آپ لاہور تشریف لے گئے تو وہاں زیادہ کثرت سے ایسے الہام ہونے شروع ہوئے اس وجہ سے اور کچھ ویسے بھی۔ میں نے گھبرا کر ایک دن حضرت صاحب سے کہا کہ چلو اب قادیان واپس چلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اب تو جب ہمیں خدا لے جائے گا تب ہی جائیں گے۔

(۲۴۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہو گئی اس پر حضرت مسیح موعود کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اس کے نازک بدن پر آپ کی انگلیوں کا نشان اُٹھ آیا اور آپ نے اس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لیجاؤ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مبارک احمد مرحوم ہم سب بھائیوں میں سے عمر میں چھوٹا تھا اور حضرت صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ حضرت صاحب کو اس سے بہت محبت تھی چنانچہ اس کی وفات پر جو شعر آپ نے کتبہ پر لکھے جانے کے لئے کہے اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

مبارک احمد بہت نیک سیرت بچہ تھا اور وفات کے وقت اس کی عمر صرف کچھ اوپر آٹھ سال کی تھی۔ لیکن حضرت صاحب نے قرآن شریف کی بے حرمتی دیکھ کر اس کی تادیب ضروری سمجھی۔

(۲۴۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عصمت جو

تمھاری سب سے بڑی بہن تھی وہ جمعہ سے پہلی رات کو صبح کی نماز سے قبل پیدا ہوئی تھی اور بشیر اول اتوار سے قبل رات کو بعد از نصف شب پیدا ہوا تھا اور محمود (یعنی حضرت خلیفہ ثانی) ہفتہ سے پہلی رات کو دس گیارہ بجے کے قریب پیدا ہوئے تھے اور شوکت پیر کے دن چار بجے شام کے پیدا ہوئی تھی اور تم (یعنی یہ خاکسار) جمعرات کی صبح کو بعد طلوع آفتاب پیدا ہوئے تھے اور شریف بھی جمعرات کی صبح کو قبل طلوع آفتاب پیدا ہوئے تھے اور مبارکہ منگل سے پہلی رات کو نصف اول میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور مبارک بدھ کے دن سہ پہر کے وقت پیدا ہوا تھا اور امتہ النصیر کے متعلق یاد نہیں اور امتہ الحفیظ شاید پیر سے پہلی رات عشاء کے بعد پیدا ہوئی تھیں۔ نیز والدہ صاحبہ نے بیان فرمایا کہ جب مبارکہ پیدا ہونے لگیں تو حضرت صاحب نے دعا کی تھی کہ خدا اسے منگل کے (شدائد والے) اثر سے محفوظ رکھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دن اپنی تاثرات اور افاضۂ برکات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ میں مفصل بحث کی ہے یہ تاثرات قانون نیچر کے ماتحت ستاروں کے اثر کا نتیجہ ہیں۔

(۲۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مبارکہ احمد فوت ہو گیا اور مریم بیگم جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی بیوہ رہ گئی تو حضرت صاحب نے گھر میں ایک وقعہ یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی آجاوے تو اچھا ہے۔ یعنی ہمارے بچوں میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ شادی کر لے تو بہتر ہے۔ چنانچہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ زیادہ تر اسی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مریم بیگم سے شادی کی ہے۔ نیز والدہ صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ جب حضرت صاحب کے سامنے ہم لڑکوں کی شادی کی تجویز ہوتی تھی اور کبھی یہ خیال ظاہر کیا جاتا تھا کہ فلاں لڑکی کی عمر لڑکے کی عمر کے قریباً قریباً برابر ہے۔ جس سے بڑے ہو کر لڑکے کو تکلیف کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ عموماً عورت جلد بوڑھی ہو جاتی ہے اور مرد کے قویٰ دیر تک قائم رہتے ہیں تو حضرت صاحب فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر ضرورت

ہو گی تو بڑے ہو کر بچے اور شادی کر لیں گے۔ نیز والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ حضرت صاحب اسبات کو پسند فرماتے تھے کہ اسلامی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے احمدی زیادہ شادیاں کریں تا کہ نسل جلدی جلدی ترقی کرے اور قوم پھیلے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیشک نسل کی ترقی کا یہ ایک بہت عمدہ ذریعہ ہے اور نیز اس طرح یہ فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحبت یافتوں کو اپنے سامنے زیادہ بچوں کی تربیت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ جو قومی فلاح و بہبودی کے لئے بہت ضروری ہے۔ لیکن تعدد ازدواج کے متعلق عدل وانصاف کی جو کڑی شرطیں اسلام پیش کرتا ہے۔ ان کا پورا کرنا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ ہاں جن کو یہ توفیق حاصل ہو اور ان کو کوئی جائز ضرورت پیش آجائے وہ بے شک زیادہ بیویاں کریں تا کہ علاوہ ان فوائد کے جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ یہ فائدہ بھی حاصل ہو کہ ایسے لوگوں کے نیک نمونے سے وہ بدظنی اور بدگمانی دور ہو جو بعض لوگوں کے بدنمونے کے نتیجہ میں تعدد ازدواج کے متعلق اس زمانہ میں خصوصاً حلقہ نسوان میں پیدا ہو رہی ہے۔

(۴۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب شروع دعویٰ مسیحیت میں دہلی تشریف لے گئے تھے اور مولوی نذیر حسین کے ساتھ مباحثہ کی تجویز ہوئی تھی۔ اس وقت شہر میں مخالفت کا سخت شور تھا۔ چنانچہ حضرت صاحب نے افسران پولیس کے ساتھ انتظام کر کے ایک پولیس مین کو اپنے طرف سے تنخواہ دینی کر کے مکان کی ڈیوڑھی پر پہرہ کے لئے مقرر کرالیا تھا۔ پولیس مین پنجابی تھا۔ اس کے علاوہ ویسے بھی مردانہ میں کافی احمدی حضرت صاحب کے ساتھ ٹھیرے ہوئے تھے۔

(۴۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک ابتدائی زمانہ میں احباب کے جمع ہونے کی وجہ سے ایک جلسہ کی سی صورت ہو گئی اور لوگوں نے خواہش کی کہ حضرت صاحب کچھ تقریر فرمائیں جب آپ تقریر کے لئے باہر تشریف لے جانے لگے تو فرمانے لگے کہ مجھے تو تقریر کرنی نہیں آتی۔ میں جا کر کیا کہوں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ

حضرت موسیٰ نے جو یہ کہا تھا کہ لَا نطق لِسَانِی اس کا بھی یہی مطلب تھا کہ میں تقریر کرنا نہیں جانتا۔ مگر خدا جس کو کسی منصب پر کھڑا کرتا ہے اسکو اس کا اہل پاکر ایسا کرتا ہے اور اگر اس میں کوئی کمی بھی ہوتی ہے تو اسے خود پورا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں پہنچتے ہیں تو آپ کی زبان ایسی چلی کہ حضرت ہارون جن کو وہ اپنی جگہ منصب نبوت کے لئے پیش کر رہے تھے گویا بالکل ہی پس پشت ہو گئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے وہ تقریر کی طاقت دی کہ دنیا داروں نے آپ کی سحر بیانی کو دیکھ کر یہ کہنا شروع کیا کہ اس شخص کی زبان میں جادو ہے۔

(۴۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ یعنی ام المومنین اطال اللہ بقاءھا نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب کو سخت بخار ہوا۔ جس کا دماغ پر بھی اثر تھا۔ اس وقت کوئی اور طبیب یہاں نہیں تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ اور آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور مناسب علاج کیا۔ علاج یہ تھا کہ آپ نے مرغا ذبح کر کے سر پہ باندھا۔ جس سے فائدہ ہو گیا۔ اس وقت باہمی سخت مخالفت تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہو گی۔ ورنہ آخری زمانہ میں تو حضرت خلیفہ اول جو ایک ماہر طبیب تھے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ یا ممکن ہے کہ یہ کسی ایسے وقت کی بات ہو جب حضرت خلیفہ اول عارضی طور پر کسی سفر پر باہر گئے ہوں گے۔ مگر بہرحال حضرت صاحب کے اعلیٰ اخلاق کا یہ ایک بین ثبوت ہے کہ ایک دشمن کی تکلیف کا سنکر بھی آپ کی طبیعت پریشان ہو گئی۔ اور آپ اس کی امداد کے لئے پہونچ گئے۔

(۴۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو کبھی کبھی پاؤں کے انگوٹھے پر نقرس کا درد ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ شروع میں گھٹنے کے جوڑ میں بھی درد ہوا تھا نہ معلوم وہ کیا تھا۔ مگر دو تین دن زیادہ تکلیف رہی۔ پھر جونکیں لگانے سے

آرام آیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ نقرس کے درد میں آپ کا انگوٹھا سوج جاتا تھا اور سرخ ہوجاتا تھا۔ اور بہت تکلیف ہوتی تھی۔ خاکسار نے بھی درد نقرس حضرت صاحب سے ہی ورثہ میں پایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بھی کبھی کبھی اس کی شکایت ہوجاتی ہے۔

(۴۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے ٹخنے کے پاس پھوڑا ہوگیا تھا جس پر حضرت صاحب نے اس پر سکہ یعنی سیسہ کی ٹکیہ بندھوائی تھی جس سے آرام ہوگیا۔

(۴۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے بارہا دیکھا کہ گھر میں نماز پڑھاتے تو حضرت ام المومنین کو اپنے دائیں جانب بطور مقتدی کے کھڑا کرلیتے۔ حالانکہ مشہور فقہی مسئلہ یہ ہے کہ خواہ عورت اکیلی ہی مقتدی ہو تب بھی اسے مرد کے ساتھ نہیں بلکہ الگ پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے۔ ہاں اکیلا مرد مقتدی ہو تو اسے امام کے ساتھ دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیئے۔ میں نے حضرت ام المومنین سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضرت صاحب نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے بعض اوقات کھڑے ہوکر چکر آجاتا ہے اس لئے تم میرے پاس کھڑے ہوکر پڑھ لیا کرو۔

(۴۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری بیماری بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا۔ اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔" اس پر حضرت صاحب نے فرمایا۔" یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔

(۵۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب گورداسپور میں کرم الدین کے ساتھ حضرت صاحب کا مقدمہ تھا تو ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ حضرت صاحب کو امرتسر میں سولی پر لٹکایا جاوے گا تاکہ قادیان والوں کو آسانی ہو۔ میں نے یہ خواب حضرت صاحب سے بیان کیا تو حضرت صاحب خوش ہوئے اور کہا کہ

بشر خواب ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ حضرت صاحب سولی پر چڑھنے کی یہ تعبیر کیا کرتے تھے کہ عزت افزائی ہوگی۔

(۵۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہا کہ بعض بوڑھی عورتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا انھوں نے کوئی چیز شائد گڑ بتایا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا نہیں یہ میں نہیں لیتا۔ انھوں نے کوئی اور چیز بتائی۔ حضرت صاحب نے اس پر بھی وہی جواب دیا۔ وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔ سختی سے کہنے لگیں کہ جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھا لو۔ حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے اور گھر میں ایک لطیفہ ہوگیا۔ یہ حضرت صاحب کا بالکل بچپن کا واقعہ ہے۔

(۵۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں بچپن میں گاؤں سے باہر ایک کنوئیں پر بیٹھا ہوا لاسا بنا رہا تھا کہ اس وقت مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی جو گھر سے لانی تھی میرے پاس ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا میں نے اسے کہا کہ مجھے یہ چیز لادے اس نے کہا کہ میاں میری بکریاں کون دیکھے گا۔ میں نے کہا تم جاؤ میں ان کی حفاظت کروں گا اور چراؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اس کی بکریوں کی نگرانی کی اور اس طرح خدا نے نبیوں کی سنت ہم سے پوری کرادی۔

(۵۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں پھر رہے تھے۔ جب آپ سنگترہ کے ایک درخت کے پاس گزرے تو میں نے (یعنی والدہ صاحبہ نے) یا کسی اور نے کہا کہ اس وقت تو سنگترہ کو دل چاہتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کیا تم نے سنگترہ لینا ہے؟ والدہ صاحبہ نے یا اس شخص نے کہا کہ ہاں لینا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے اس درخت کی شاخوں پر ہاتھ مارا۔ اور جب آپ کا ہاتھ شاخوں سے الگ ہوا تو آپ کے ہاتھ میں ایک سنگترہ تھا۔ اور آپ نے فرمایا یہ لو۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ وہ سنگترہ کیسا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا زرد رنگ کا پکا ہوا سنگترہ تھا۔ میں نے

پوچھا۔ کیا پھر آپ نے اسے کھایا؟ والدہ صاحبہ نے کہا یہ مجھے یاد نہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت صاحب نے کس طرح ہاتھ مارا تھا؟ اس پر والدہ صاحبہ نے اس طرح ہاتھ مار کر دکھایا اور کہا کہ جس طرح پھل توڑنے والے کا ہاتھ درخت پر ٹھہرتا ہے۔ اس طرح آپ کا ہاتھ شاخوں پر نہیں ٹھیرا۔ بلکہ آپ نے ہاتھ مارا اور فوراً لوٹا لیا۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ کیا اسوقت سنگترہ کا موسم تھا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں اور وہ درخت بالکل پھل سے خالی تھا۔ خاکسار نے یہ روایت مولوی شیر علی صاحب کے پاس بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں نے یہ روایت حضرت خلیفہ ثانی سے بھی سنی ہے آپ بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے میرے کہنے پر ہاتھ مارا اور سنگترہ دیا تھا۔

(۵۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ جب میں کسی سفر میں تھا۔ رات کے وقت ہم کسی مکان میں دوسری منزل پر چوبارہ میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اسی کمرہ میں سات آٹھ اور آدمی بھی ٹھیرے ہوئے تھے۔ جب سب سو گئے۔ اور رات کا ایک حصہ گزر گیا تو مجھے کچھ ٹک ٹک کی آواز آئی اور میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اس کمرہ کی چھت گرنے والی ہے اس پر میں نے اپنے ساتھی مستیا بیگ کو آواز دی کہ مجھے خدشہ ہے کہ چھت گرنے والی ہے اس نے کہا میاں یہ تمہارا وہم ہے۔ نیا مکان بنا ہوا ہے اور بالکل نئی چھت ہے آرام سے سو جاؤ۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں پھر لیٹ گیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی ڈر میرے دل پر غالب ہوا۔ میں نے پھر اپنے ساتھی کو جگایا مگر اس نے پھر اسی قسم کا جواب دیا۔ میں پھر ناچار لیٹ گیا۔ مگر پھر میرے دل پر شدت کے ساتھ یہ خیال غالب ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا شہتیر ٹوٹنے والا ہے۔ میں پھر گھبرا کر اٹھا اور اس دفعہ سختی کے ساتھ اپنے ساتھی کو کہا کہ میں جو کہتا ہوں کہ چھت گرنے والا ہے اٹھو۔ تو تم اٹھتے کیوں نہیں۔ اس پر ناچار وہ اٹھا اور باقی لوگوں کو بھی ہم نے جگا دیا۔ پھر میں نے سب کو کہا کہ جلدی باہر نکل کر نیچے

اُتر چلو دروازے کے ساتھ ہی سیڑھی تھی۔ میں دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ اور وہ سب ایک ایک کر کے اترتے گئے۔ جب سب نکل گئے تو حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ پھر میں نے قدم اٹھایا۔ ابھی میرا قدم شائد آدھا باہر اور آدھا دہلیز پر تھا کہ یک لخت چھت گری۔ اور اس زور سے گری کہ نیچے کی چھت بھی ساتھ ہی گر گئی۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ جن چارپائیوں پر ہم لیٹے ہوئے تھے۔ وہ ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ خاکسار نے حضرت والدہ صاحبہ سے دریافت کیا۔ کہ ستیا بیگ کون تھا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ تمہارے دادا کا ایک دور نزدیک سے رشتہ دار تھا اور کارندہ بھی تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اس روایت کو ایک دفعہ اس طرح بیان کیا تھا کہ یہ واقعہ سیالکوٹ کا ہے جہاں آپ ملازم تھے اور یہ کہ حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کہ اس وقت میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ چھت بس میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہی ہے اور نیز حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے بیان کیا کہ اس کمرہ میں اسوقت چند ہندو بھی تھے جو اس واقعہ سے حضرت صاحب کے بہت معتقد ہو گئے۔

(۵۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحب نے کہ جن ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت لکھ رہے تھے ایک دفعہ جب آپ شریف (یعنی ہمارے چھوٹے بھائی عزیزم مرزا شریف احمد) کے مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ مولوی محمد علی سے ایک انگریز نے دریافت کیا تھا کہ جس طرح بڑے آدمی اپنا جانشین مقرر کیا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد آپ فرمانے لگے تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) کو کہہ دوں یا فرمایا مقرر کر دوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا کہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔

(۵۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیریا کا دورہ بشیر اول (ہمارا ایک بڑا بھائی ہوتا تھا جو ۱۸۸۸ء

میں فوت ہوگیا تھا) کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لئے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے مخلص خادم تھے۔ اب فوت ہو چکے ہیں) نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کردو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے۔ شیخ حامد علی نے کہا کہ کچھ خراب ہوگئی ہے۔ میں پردہ کر کے مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ میں جب پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ اس کے بعد سے آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ خاکسار نے پوچھا دورہ میں کیا ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھچ جاتے تھے۔ خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا۔ اور اس حالت میں آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہیں رہی۔ اور کچھ طبیعت عادی ہوگئی۔ خاکسار نے پوچھا اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہیں تھی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا پہلے معمولی سر درد کے دورے ہوا کرتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کیا پہلے حضرت صاحب خود نماز پڑھاتے تھے والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاں مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بیعت کے دعویٰ سے پہلے کی بات ہے۔

خدا تعالیٰ کی وحی میں حضرت ام المومنین کا ذکر

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی بشارت کے ساتھ ہی حضرت ام المومنین اور آپ کی موعود و مبشر اولاد کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو کلام وقتاً فوقتاً نازل ہوا اس میں سیدہ ممدوحہ کے متعلق جو ذکر آیا ہے میں اسے بھی یکجائی طور پر درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں اور اس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے بیان کو درج کر دیا گیا ہے۔ (محمود احمد عرفانی)

شادی سے قبل کی وحی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب مرحوم کی پیدائش کے بعد ایک لمبا زمانہ گویا تجرد کا زمانہ گزرا ہے آپ اپنے اوقات کو عبادت اور ذکر دین میں گزارتے تھے کہ ۱۸۸۱ء میں آپ پر دوسری شادی اور اس کے ثمرات کے متعلق وحی کا آغاز ہوا۔

"عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَسِیْنٍ ط

یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔

میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سنایا۔ جو اب تک زندہ ہے۔ اور بباعث میرے دعویٰ مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سنایا۔ اور دو ہندوؤں کو جو آمد و رفت رکھتے تھے۔ یعنی شرمپت اور ملاوامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا۔ اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا۔ کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے

اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی۔ اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ نور احمد صاحب نے کہا کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے قریباً تین برس کے بعد ...... دہلی میں میری شادی ہوئی۔ اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا۔ اور تین اور عطا کئے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۳۴)

اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَأَیْتَ خَدِیْجَتِیْ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

ترجمہ۔ میرا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔

یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس رشتہ کی طرف تھی۔ جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا ...... اور خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔ جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا۔ اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا کہ وہ بیوی سادات کی قوم میں سے ہوگی۔" (نزول المسیح صفحہ ۱۴۶ و ۱۴۷)

قریباً اٹھارہ برس ۱۸۸۶ء سے ایک یہ پیشگوئی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ۔ ترجمہ۔ وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہاری نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے۔ اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی جن میں سے ایک شیخ حامد علی اور میاں جان محمد اور بعض دوسرے دوست ہیں اور ایسا ہی ہندوؤں میں سے شرمپت اور ملا وامل کھتریاں ساکنان قادیان کو قبل از وقت یہ پیشگوئی تبلائی گئی تھی اور جیسا کہ لکھا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہو گئی اور یہ خاندان خواجہ میر درد کی لڑکی کی اولاد میں سے ہے جو مشاہیر اکابر سادات دہلی میں ہے جن کو سلطنت چغتائی کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر عطا ہوئے تھے اور اب تک

حاشیہ؎۔ ہمارے خاندان کی قومیت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قوم کے برلاس مغل ہیں اور ہمیشہ اس خاندان

اس جاگیر میں سے تقسیم ہو کر اس خاندان کے تمام لوگ جو خواجہ میر درد کے ورثاء ہیں اپنے اپنے حصے پاتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ خاندان دہلوی جس سے دامادی کا مجھے تعلق ہے صرف اسی وجہ سے فضیلت نہیں رکھتا کہ وہ اہل بیت اور سندی سادات ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی فضیلت رکھتا ہے کہ یہ لوگ دختر زادہ خواجہ میر درد ہیں اور دہلی میں یہ خاندان سلطنت چغتائیہ کے زمانہ میں اپنی صحت نسب اور شہرت خاندان سیادت اور نجابت اور شرافت میں ایسا مشہور رہا ہے کہ اسی عظمت اور شہرت اور بزرگی خاندان سیادت کی وجہ سے بعض نوابوں نے ان کو اپنی لڑکیاں دیں۔ جیساکہ ریاست لوہارو کا خاندان۔ غرض یہ خاندان اپنی ذاتی خوبیوں اور نجابتوں کی وجہ سے اور نیز خواجہ میر درد کی دختر زادگان ہونے کے باعث سے ایسی عظمت کی نگہ سے دہلی میں دیکھا جاتا تھا کہ گویا دہلی سے مراد انہی عزیزوں کا وجود تھا۔

بقیہ حاشیہ۔ اکابر امراء اور والیان ملک رہے ہیں وہ سمرقند سے کسی تفرقہ کی وجہ سے بابر بادشاہ کے وقت میں پنجاب میں آئے اور اس علاقہ کی ایک بڑی حکومت ان کو ملی اور کئی سو دیہات ان کی ملکیت کے تھے جو آخر کم ہوتے ہوتے (۸۴) رہ گئے اور سکھوں کے زمانہ میں وہ بھی ہاتھ سے جاتے رہے اور پانچ گاؤں باقی رہ گئے اور پھر ایک گاؤں ان میں سے جس کا نام بہادر حسین[ۂ] تھا جس کو حسین نامی ایک بزرگ نے آباد کیا تھا انگریزی سلطنت کے عہد میں ہاتھ سے جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے خود اپنی غفلت سے ایک مدت تک اس گاؤں سے کچھ وصول نہیں کیا تھا اور جیساکہ مشہور چلا آتا ہے ہماری قوم کو سادات سے یہ تعلق رہا ہے کہ بعض دادیاں ہماری شریف اور مشہور خاندان سادات سے ہیں۔ لیکن مغل قوم کے ہونے کے بارے میں خدا تعالیٰ کے الہام نے مخالفت کی ہے جیساکہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲ میں یہ الہام ہے۔ خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَا اَبْنَاءَ الْفَارِس یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اس الہام سے صریح طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے بزرگ دراصل

ۂ۔ یہ گاؤں بٹالہ سے شمالی طرف بہ فاصلہ تین کوس واقع ہے۔ منہ

سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے سو اس میں وہ پیشگوئی مخفی ہے جس کی تصریح براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ و صفحہ ۴۹۶ میں موجود ہے اور وہ یہ الہام ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی زَادَ مَجْدَکَ

بقیہ حاشیہ۔ بنی فارس ہیں اور قریب قیاس ہے کہ مرزا کا خطاب ان کو کسی بادشاہ کی طرف سے بطور لقب کے دیا گیا ہے۔ لیکن الہام نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ سلسلہ مادری کی طرف سے ہمارا خاندان سادات سے ملتا ہے بلکہ الہامات میں اس کی تصدیق ہے اور ایسا ہی بعض کشوف میں بھی اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اس جگہ یہ عجیب نکتہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ سادات کی اولاد کو کثرت سے دنیا میں بڑھا دے تو ایک شریف عورت فارسی الاصل کو یعنی شہر بانو کو ان کی دادی بنایا اور اس سے اہل بیت اور فارسی خاندان کے خون کو باہم ملا دیا اور ایسا ہی اس جگہ بھی جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس عاجز کو دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کرے اور بہت سی اولاد اور ذریت مجھ سے دنیا میں پھیلا دے جیسا کہ اس کے الہام میں ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ میں درج ہے۔ تو پھر دوبارہ اس نے فارسی خاندان اور سادات کے خون کو باہم ملایا اور پھر میری اولاد کے لئے تیسری مرتبہ ان دونوں خونوں کو ملایا۔ صرف فرق یہ رہا کہ حسینی خاندان کے قائم کرنے کے وقت مرد یعنی امام حسین اولاد فاطمہ میں سے تھا اور اس جگہ عورت یعنی میری بیوی اولاد فاطمہ میں سے یعنی سیدہ ہے جس کا نام بجائے شہر بانو کے نصرت جہاں بیگم ہے۔ منہ

ینقطع اٰباءک و یبدء منک نصرت بالرعب و احییت بالصدق ایھا الصدیق نصرت و قالوا لات حین مناص۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اس کو قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا" اور عربی الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ تمام پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو بڑی برکتوں والا اور عالی ذات ہے اس نے تیری خاندانی بزرگی کو تیرے وجود کے ساتھ زیادہ کیا۔ اب ایسا ہوگا کہ آئندہ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع کیا جائے گا اور ابتدا خاندان کا تجھ سے ہوگا۔ تجھے رعب کے ساتھ نصرت دی گئی ہے اور صدق کے ساتھ تو اے صدیق زندہ کیا گیا۔ نصرت تیرے شامل حال ہوئی اور دشمنوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ اور اردو الہام کا خلاصہ یہ ہے کہ میں اپنی قدرت کے نشان دکھلاؤں گا اور ایک چمک پیدا ہوگی جیسا کہ بجلی سے آسمان کے کناروں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس چمک سے میں لوگوں کو دکھلاؤں گا کہ تو سچا ہے۔ اگر دنیا نے قبول نہ کیا تو کیا حرج کہ میں اپنا قبول کرنا لوگوں پر ظاہر کر دوں گا اور جیسا کہ سخت حملوں کے ساتھ تکذیب ہوئی ایسا ہی سخت حملوں کے ساتھ میں تیری سچائی ظاہر کر دوں گا۔ غرض اس جگہ عربی الہام میں جیسا کہ نصرت کا لفظ واقع ہے اسی طرح میری خاتون کا نام نصرت جہاں بیگم رکھا گیا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جہان کو فائدہ پہونچانے کے لئے آسمان سے نصرت شامل حال ہوگی۔ اور اردو الہام جو ابھی لکھا گیا ہے۔ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مبنی ہے کیونکہ یہ الہام یہ خبر دیتا ہے کہ ایک وقت وہ آتا ہے جو سخت تکذیب ہوگی اور سخت اہانت اور تحقیر ہوگی۔ تب خدا کی غیرت جوش میں آئے گی اور جیسا کہ سختی کے ساتھ تکذیب ہوئی ایسا ہی اللہ تعالیٰ سخت حملوں کے ساتھ اور آسمانی نشانوں کے ساتھ سچائی کا ثبوت دیگا۔ اور اس کتاب کو پڑھ کر ہر ایک منصف معلوم کر لیگا کہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ اور الہام مذکورہ بالا یعنی یہ الہام کہ الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب۔ جس کے یہ معنی

ہیں کہ خدا نے تجھے ہر ایک پہلو اور ہر ایک طرف سے خاندانی نجابت کا شرف بخشا ہے۔ کیا تیرا آبائی خاندان اور کیا دامادی کے رشتہ کا خاندان دونوں برگزیدہ ہیں یعنی جس جگہ تعلق دامادی کا ہوا ہے وہ بھی شریف خاندانِ سادات ہے اور تمہارا آبائی خاندان بھی جو بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے مرکب ہے خدا کے نزدیک شرف اور مرتبت رکھتا ہے۔

(نوٹ از عرفانی کبیر) سیرۃ ام المومنین کی جلد اول میں حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے خاندان کی عظمت کے متعلق جو تاریخی تحقیقات کی گئی ہے اسکی اصل غرض اور مقصد خدا تعالیٰ کے اس کلام کی صداقت کو ثابت کرنا تھا چنانچہ عزیز مکرم محمود احمد عرفانی مرحوم و مغفور نے جلد اول کے صفحہ ۲۵۵ پر ایک خاص عنوان میں نے یہ سب کچھ کیوں لکھا قائم کر کے صراحت کی ہے اسے مکرر پڑھا جاوے (عرفانی کبیر)

"ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہوا کہ

"میں نے ارادہ کیا کہ تمہاری ایک اور شادی کروں یہ سب سامان میں خود ہی کرونگا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی"۔

اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی ہے۔

ہرچہ باید نوعروسے را ہماں ساماں کنم
وانچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

اور الہامات میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ قوم کے شریف اور عالی خاندان ہوں گے۔ چنانچہ ایک الہام میں تھا کہ خدا نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا اور پھر اچھے خاندان سے دامادی کا تعلق بخشا۔ سو قبل از ظہور یہ تمام الہام لالہ شرمپت کو سنا دیا گیا۔ پھر بخوبی اسے معلوم ہے کہ بغیر ظاہری تلاش اور محنت کے محض خدا تعالیٰ کی طرف سے تقریب نکل آئی ... یعنی نہایت نجیب اور شریف اور عالی نسب .... بزرگوار خاندان سادات سے

یہ تعلق قرابت اس عاجز کو پیدا ہوا۔ اور اس نکاح کے تمام ضروری مصارف تیاری مکان وغیرہ تک ایسی آسانی سے خدا تعالیٰ نے بہم پہنچائے کہ ایک ذرا بھی فکر کرنا نہ پڑا۔ اور اب تک اسی اپنے وعدہ کو پورے کئے چلا جاتا ہے۔" (شحنہ حق صفحہ ۵۷، ۵۸)

"تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آجکل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اسکو یہ الہام سنایا جسکو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ

بِکْرٌ وَّ ثَیِّبٌ

جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہوگیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔"

(نوٹ) اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجتہادی غلطی واقع ہوئی۔ اس لئے کہ پیشگوئیوں کی حقیقت تو وقوع میں آنے پر کھلتی ہے حضرت مسیح موعود اس الہام سے دو بیویوں کے متعلق پیشگوئی نزول الہام کے وقت سمجھے۔ حقیقت میں یہ ایک ہی پیشگوئی تھی جو حضرت ام المومنین ہی کے متعلق تھی اور اس میں خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کی پیشگوئی بھی تھی یہ شادی جس مبارک خاتون سے ہوگی وہ تیرے نکاح میں باکرہ آئے گی اور پھر تیری وفات پر بیوہ ہو جائے گی یعنی آپ اسکی زندگی میں وفات پا جائیں گے چنانچہ واقعات نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج تک جو حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ۳۶ سال سے زائد گزر گئے حضرت ام المومنین سلامت باکرامت ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک (عرفانی)

تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد مرحوم ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سید ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی اور یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گزر چکا تھا جبکہ مجھے دق کی بیماری ہو گئی تھی اور بباعث گوشہ گزینی اور ترک دنیا کے اہتمامات تاہل سے دل سخت کارہ تھا اور عیالداری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی تو اس حالت پر ملامت کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا تھا۔

"ہرچہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم"

یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا۔ سو قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد مرا ایک بار شادی سے مجھے سبکدوش رکھا اور مجھے بہت آرام پہونچایا۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اس نے میری کی اور کوئی والدہ پوری ہشیاری سے دن رات اپنے بچے کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اس نے میری رکھی اور جیسا کہ اس نے بہت عرصہ پہلے براہین احمدیہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ ایسا ہی وہ بجا لایا۔ معاش کا غم کرنے کیلئے کوئی گھڑی اس نے میرے لئے خالی نہ رکھی اور خانہ داری کے مہمات کے لئے کوئی اضطراب اس نے میرے نزدیک آنے نہ دیا۔ ایک ابتلاء مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے

شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جسکو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا ہے جیسے اخویم مولوی نوردین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین صاحب وغیرہ اور مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ باعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں۔ ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔ یہ ایک چھوٹے سے کاغذ پر رقعہ ہے جواب تک اتفاقاً میرے پاس محفوظ رہا ہے اور میری جماعت کے پچاس کے قریب دوستوں نے بچشم خود اسکو دیکھ لیا اور خط پہچان لیا ہے اور مجھے امید نہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب اس سے انکار کریں اور اگر کریں تو پھر حلف دینے حقیقت کھل جائے گی۔ غرض اس ابتلا کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کیلئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اسقدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ مجھے دی گئی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے گئے اگر دنیا اس بات کو مبالغہ نہ سمجھتی تو میں اسجگہ اس واقعہ حقہ کو جو اعجازی رنگ میں ہمیشہ کیلئے مجھے عطا کیا گیا بہ تفصیل بیان کرتا تا معلوم ہوتا کہ ہمارے قادر و قیوم کے نشان ہر رنگ میں ظہور میں آتے ہیں اور ہر رنگ میں اپنے خاص لوگوں کو وہ خصوصیت عطا کرتا ہے جسمیں دنیا کے لوگ شریک نہیں ہو سکتے میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے میں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام

دیکھا اسلیے میرا یقین ہے کہ ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

قریباً چودہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میری اس بیوی کو چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور تین پہلے موجود ہیں۔ اور یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ اس پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ یعنی پیر ہوا ہے۔ اور جس وقت یہ خواب دیکھی تھی اس وقت ایک بھی لڑکا نہ تھا۔ یعنی کوئی بھی نہیں تھا اور خواب میں دیکھا تھا کہ اس بیوی سے میرے چار لڑکے ہیں اور چاروں میری نظر کے سامنے موجود ہیں اور چھوٹے لڑکے کا عقیقہ پیر کو ہوا ہے۔

اب جبکہ یہ لڑکا یعنی مبارک احمد پیدا ہوا تو وہ خواب بھول گئے اور عقیقہ اتوار کے دن مقرر ہوا۔ لیکن خدا کی قدرت ہے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اتوار میں عقیقہ کا سامان نہ ہو سکا اور ہر طرف سے حارج پیش آئے۔ ناچار پیر کے دن عقیقہ قرار پایا۔ پھر ساتھ یاد آیا کہ قریباً چودہ برس گزر گئے کہ خواب میں دیکھا گیا کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔ تب وہ اضطراب ایک خوشی کے ساتھ مبدل ہو گیا کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنی بات کو پورا کیا۔ اور ہم سب زور لگا رہے تھے کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو۔ مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور عقیقہ پیر کو ہوا۔ یہ پیشگوئی بڑی بھاری تھی کہ اس چودہ برس کے عرصہ میں یہ پیشگوئی کہ چار لڑکے پیدا ہوں گے۔ اور پھر چہارم کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا۔ انسان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس مدت تک یہ چار لڑکے پیدا ہو سکیں، زندہ بھی رہیں۔ یہ خدا کے کام ہیں۔ مگر افسوس کہ ہماری قوم دیکھتی ہے پھر آنکھ بند کر لیتی ہے۔"

اِصْبِرْ مَلِيًّا سَاَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا

یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر کہ میں تجھے ایک پاک لڑکا عنقریب عطا کروں گا۔ اور یہ پنجشنبہ کا دن تھا۔ اور ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کی دوسری تاریخ تھی جب کہ یہ الہام ہوا اور اس الہام کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔

رَبِّ اَصِحَّ زَوْجَتِیْ ھٰذِہٖ

یعنی اے میرے خدا! میری اس بیوی کو بیمار ہونے سے بچا۔ اور بیماری سے تندرست کر۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بچے کے پیدا ہونے کے وقت کسی بیماری کا اندیشہ ہے۔ سو اس الہام کو میں نے اس تمام جماعت کو سنا دیا جو میرے پاس قادیان میں موجود تھے اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت سے خط لکھ کر اپنے تمام معزز دوستوں کو اس الہام سے خبر کر دی اور پھر جب ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کا دن چڑھا جس پر الہام مذکور کی تاریخ کو جو ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا۔ پورے دو مہینے ہوتے تھے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی لڑکے کی مجھ میں روح بولی۔ اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا میں نے سنا۔

اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ

یعنی اب میرا وقت آگیا اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گروں گا۔ اور پھر اسی کی طرف جاؤں گا اور پھر بعد اس کے ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا۔"

"میرے گھر میں جو ایام امید تھے۔ ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو اول دردِ زہ کے وقت ہولناک حالت پیدا ہو گئی۔ یعنی بدن تمام سرد ہو گیا۔ اور ضعف کمال کو پہنچا۔ اور غشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ شاید اب اس وقت یہ عاجزہ اس فانی دنیا کو الوداع کہتی ہے۔ بچوں کی سخت دردناک حالت تھی اور دوسرے گھر میں رہنے والی عورتیں اور انکی والدہ تمام مردہ کی طرح اور نیم جان تھے۔ کیونکہ ردّی علامتیں یکدفعہ پیدا ہو گئی تھیں۔ اس حالت میں ان کا آخری دم خیال کر کے اور پھر خدا کی قدرت کو مظہر العجائب یقین کر کے ان کی صحت کیلئے میں نے دعا کی۔ یکدفعہ حالت بدل گئی اور الہام ہوا۔

تَحَوَّلَ الْمَوْتُ

یعنی ہم نے موت کو ٹال دیا۔ اور دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ اور بدن گرم ہو گیا۔ اور حواس قائم ہو گئے۔ اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔"

"حضرت ام المؤمنین علیہا السلام کی طبیعت ۲ ؍جنوری ۱۹۰۱ء کو کسی قدر ناساز ہوگئی تھی۔ اس کے متعلق حضرت اقدس نے سیر کے وقت فرمایا کہ چند روز ہوئے میں نے گھر میں کہا کہ میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ کوئی عورت آئی ہے اور اس نے آکر کہا ہے کہ تمھیں کچھ ہوگیا ہے۔ اور پھر الہام ہوا۔

اَصْلِحْ زَوْجَتِیْ

چنانچہ کل ۲ ؍جنوری ۱۹۰۱ء کو یہ کشف اور الہام ہوگیا۔ یکایک بیہوشی ہوگئی اور جس طرح پر مجھے دکھایا گیا تھا اسی طرح ایک عورت نے آکر بتا دیا۔"

دیکھا کہ "میں کسی راستہ پر چلا جاتا ہوں۔ گھر کے لوگ بھی ساتھ ہیں اور مبارک احمد کو میں نے گود میں لیا ہوا ہے۔ بعض جگہ نشیب و فراز بھی آجاتا ہے۔ جیسے کہ دیوار کے برابر چڑھنا پڑتا ہے۔ مگر آسانی سے اتر چڑھ جاتا ہوں اور مبارک اسی طرح میری گود میں ہے۔ ارادہ ہے کہ ایک مسجد میں جانا ہے۔ جاتے جاتے ایک گھر میں جا داخل ہوئے ہیں۔ گویا وہ گھر ہی مسجد موعود ہے۔ جس کی طرف ہم جا رہے ہیں۔ اندر جا کر دیکھا ہے کہ ایک عورت بعمر ۸۰ سال سفید رنگ وہاں بیٹھی ہے۔ اس کے کپڑے بھگوے رنگ کے ہیں۔ مگر بہت صاف ہیں۔ جب اندر گئے ہیں تو گھر والوں نے کہا ہے کہ یہ احسن کی ہمشیرہ ہے۔"

"رَبِّ اشْفِ زَوْجَتِیْ ھٰذِہٖ وَاجْعَلْ لَھَا بَرَکَاتٍ فِی السَّمَاءِ وَبَرَکَاتٍ فِی الْاَرْضِ۔"[1]

"خواب میں دیکھا کہ میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں۔ جو پھل دار ہے۔ اور جب مجھ کو دیا تو وہ ایک بڑا درخت ہوگیا جو بیدانہ توت کے درخت کے مشابہ تھا۔ اور نہایت سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور پھل اس کے

---

[1] (ترجمہ از مرتب) اے میرے رب میری بیوی کو شفا بخش۔ اور اس کیلئے آسمانی برکتیں اور زمینی برکتیں عطا فرما۔

نہایت شیریں تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے۔ مگر معمولی درختوں میں سے نہیں تھا۔ ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔ میں اس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

میری دانست میں میر ناصر سے مراد خدائے ناصر ہے کہ وہ ایک ایسے عجیب طور سے مدد کرے گا جو فوق العادت ہوگی ۔"

(نوٹ) یہ رؤیا بھی حضرت ام المؤمنین اور آپ کی بابرکت اولاد کے متعلق ہے گو جو تعبیر حضرت اقدس نے فرمائی وہ بھی اپنے رنگ میں پوری ہو رہی ہے (عرفانی کبیر)

خواب میں میں نے دیکھا کہ میری بیوی مجھے کہتی ہے کہ میں نے خدا کی مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے۔ اس پر میں نے ان کو جواب میں یہ کہا کہ:-

اسی سے تو تم پر حسن چڑھا ہے۔

یہ فقرہ اس فقرہ سے مشابہ ہے جو زبور میں ہے کہ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ (الہام نمبر ۱۷ صفحہ ۶۹۹) فرمایا کہ آج ڈیڑھ بجے دن کے مجھے خیال آیا کہ ہمارے گھر کے آدمی اب شاید امرتسر پہنچ گئے ہوں گے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ امن وامان سے لاہور میں پہنچ جائیں۔ تب اس خیال کے ساتھ ہی کچھ غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نخودکی دال (جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہے)

(نوٹ از ایڈیٹر) غرض اس الہام اور خواب کی جب کہ اچھی طرح سے اشاعت ہو گئی تو قریب شام کے اپنا ایک آدمی جو سب قافلہ کو ریل پر سوار کرکے واپس آیا تھا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ عین دوپہر کی گرمی میں ریل کے اندر مسافروں کی کشاکش سے بچنے کے واسطے جو انتظام ریزرو کا کیا گیا تھا وہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ لاہور سے کوئی الگ گاڑی اس مطلب کے واسطے نہ پہنچ سکی تھی۔ اور اس سبب سے تشویش ہوئی۔ اس طرح خواب کا حصہ پورا ہوا۔ مگر پھر بھی بموجب بشارت الہام کے خیریت رہی اور معمولی گاڑی میں آرام سے بیٹھ کر چلے گئے۔

میرے سامنے پڑی ہے۔ اور اس میں کشمش کے دانے قریباً اسی قدر ہیں۔ اور میں اس میں سے کشمش کے دانے کھا رہا ہوں۔ اور میرے دل میں خیال گزر رہا ہے کہ یہ ان کی حالت کا نمونہ ہے اور دال سے مراد کچھ رنج اور ناخوشی ہے کہ سفر میں ان کو پیش آئی ہے۔ یا آنے والی ہے۔ پھر اسی حالت میں میری طبیعت الہام الٰہی کی طرف منتقل ہوگئی اور اس بارے میں الہام ہوا۔

خَیْرٌ لَّھُمْ خَیْرٌ لَّھُمْ

یعنی ان کے لئے بہتر ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے۔ بعد اس کے اسی نظارہ خواب میں چند پیسے دیکھے کہ وہ اور تشویش پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ چنے کی دال بھی ایک ناگوار اور رنج کے امر پر دلالت کرتی ہے۔" فقط

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواب اور الہام تو ایک طرح پورا ہوگیا ہے۔ مگر ایک خیال مجھے باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ چیزیں جو رنج اور خوشی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ دوبارہ دکھلائی گئی ہیں۔ یعنی اول چنے کی دال دکھلائی گئی۔ اور پھر چند پیسے دکھلائے گئے۔ ایسا ہی الہام بھی دو دفعہ ہوا۔ کہ

خَیْرٌ لَّھُمْ خَیْرٌ لَّھُمْ

اس لئے دل میں ایک یہ خیال ہے کہ خدانخواستہ کوئی اور امر مکروہ پیش نہ آیا ہو جس کے لئے دو دفعہ ایسی چیزیں دکھلائی گئیں کہ علم تعبیر کی رو سے رنج اور تشویش پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ایسا ہی ان سے محفوظ رکھنے کے لئے دو دفعہ یہ الہام ہوا کہ خَیْرٌ لَّھُمْ خَیْرٌ لَّھُمْ۔

یہ میرا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک رنج سے محفوظ رکھے۔ آمین۔"

(الہام نمبر ۱۵ صفحہ ۷۰۴)

"آید آں روزے کہ مستخلص شود"[1]

(بدر جلد ۶ ۲۴۰ و الحکم جلد ۱۱ ۲ مئی)

---

[1] (ترجمہ از مرتب) وہ دن آرہا ہے کہ وہ تکلیف سے رہائی پائے۔

(الہام نمبر ۱۹ صفحہ ۲۰۹) (۱) اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ[۳۵] لَکُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲) اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۴ و الحکم جلد ۱۱ صفحہ ۳۴)

فرمایا۔ ذراسی مجھے غنودگی ہوئی۔ تو الہام ہوا جس کا اتنا حصہ یاد رہا۔

اِنِّیْ مُبَارَکٌ

اس کے معنی بہت ہیں جیسے انا شانئک ھو الابتر ہے ایسے ہی یہ ہے۔"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ صفحہ ۳)

(الہام نمبر ۲۰ صفحہ ۲۱۳) (۳) رُدَّ اِلَیْھَا رَوْحُھَا وَرَیْحَانُھَا۔

یعنی تمہاری بیوی کی طرف تازگی اور تازہ زندگی واپس کی گئی۔

(الہام نمبر ۲۱ صفحہ ۲۱۴) (۴) اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ۔ اِنَّکَ مَعِیْ وَاَھْلُکَ۔ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ فَانْتَظِرْ قُلْ یَاْخُذُکَ اللّٰہُ۔

(ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں اور ایسا ہی تیرے اہل کے ساتھ۔ تو میرے ساتھ ہے اور ایسا ہی تیرے اہل۔ میں رحمٰن ہوں۔ میری مدد کا منتظر رہ۔ اور اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھے مواخذہ لے گا۔

(الہام نمبر ۲۲ صفحہ ۲۲۰) (۱) اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ۔ اَحْمَدُ اَوْزَارَکَ۔

(ترجمہ) میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔

(الہام نمبر ۲۳ صفحہ ۲۲۲) اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ[۳۶]۔

---

[۳۵] (ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ تمہاری اس دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے (۲) میں ان سب کی حفاظت کروں گا۔ جو کہ اس دار میں ہیں۔

[۳۶] (ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔

(الہام نمبر ۲۴ صفحہ ۲۲۳) اِنّی مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ ھٰذِہٖ۔[1]

(نوٹ) اس تمام وحی کو (جو مختلف اوقات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی) یکجائی طور پر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کو کیا شرف اور مقام عطا فرمایا ہے۔ اور کس طرح پر ان کے وجود کو ایک نعمت اور آیۃ اللہ قرار دیا ہے۔ بلکہ اس وجود باجود کے ساتھ بہت سی آیات اور نشانات وابستہ ہیں اور بڑے وعدہ اور بشارتیں ان کی ذات میں پوری ہوئی ہیں۔ جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آئندہ خاندان کا آدم اور جد امجد قرار دیا ہے۔

اس طرح آنے والی نسل کی ماں ہونے کا شرف آپ کو دیا گیا ہے، اور خدا تعالیٰ کی وحی نے جہاں آپ کے شرف خاندان کو ظاہر کیا آپ کی طہارت نفسی اور تطہیر باطنی کی بھی شہادت دی۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم

---

[1] (ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ جو یہ ہے۔

DONATED BY MALIKRAM ★ 1906-1993

حضرت ام المومنین کی سلسلہ کیلئے مالی قربانیاں

(تمہیدی نوٹ)

حضرت ام المومنین کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ہر قسم کی قربانیاں اور ایثار کی نظیر بہت کم ملے گی۔ کوئی وقت اور موقع ایسا نہیں آیا کہ اسلام کے لئے کسی مالی ضرورت کا سامنا ہوا اور حضرت ام المومنین نے اپنی ذات سے اس میں حصہ نہ لیا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عصر سعادت میں ہر تحریک میں آپ شریک ہوتی رہیں اور آپکے رفع الی اللہ کے بعد سلسلہ خلافت کے قیام سے لیکر آج تک بدستور آپ ہر تحریک میں شریک ہوتی ہیں اور آپ کی ذریت طیبہ کی قربانیوں اور خدمات دین میں بھی آپ کا حصہ ہے اور چنانچہ تحریک جدید کے دفتر اول کے نو سال کے اندر خاندان نبوت نے ۲، ہزار چھ سو ستاون روپے دئیے اور دسویں سال کے چندہ کو شریک کرکے تو ایک لاکھ کے قریب پہونچتا ہے۔ یہ تو صرف ایک تحریک جدید کا ذکر ہے وہ کونسی تحریک ہے جس میں خود حضرت ام المومنین اور آپ کی ذریت طیبہ شریک نہیں ہوتی اس باب میں میں صرف حضرت ام المومنین کی ان قربانیوں کا ذکر کروں گا جو میرے علم میں آچکی ہیں۔ اکثر وہ ان کاموں میں اخفا سے بھی کام لیتی ہیں۔ بہرحال اس خصوص میں جو کچھ میں ذکر کر رہا ہوں وہ بطور نمونہ کے ہے۔ (محمود احمد عرفانی)

حضرت ام المومنین اور منارۃ المسیح

منارۃ المسیح کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شایع فرمایا تھا۔ جس میں منارۃ المسیح کے برکات اور ثمرات کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور آپ نے یہ بھی اشارہ

فرمایا تھا کہ میرا زمانہ زمان البرکات ہے اس لئے کہ تمام قوموں پر اسلام کی برکات ثابت کیجائیں گی اور دکھلایا جائے گا کہ

ایک اسلام ہی بابرکت مذہب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان برکات و ثمرات کا ذکر اپنی تحریروں میں فرمایا ہے۔ مجھ کو اس کتاب کے موضوع کے لحاظ سے صرف اس حد تک ذکر زیر نظر ہے جس کا تعلق حضرت ام المومنین کی مالی قربانی سے ہے ابتداءً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اعلان فرمایا جماعت کی ابتدائی حالت تھی اور تعمیر کے لئے دس ہزار روپیہ کا اندازہ کیا گیا تھا۔ آپ نے اس رقم کے پورا کرنے کے لئے پھر ایک اشتہار

اپنی جماعت کے خاص گروہ کیلئے

شائع فرمایا اور ایک سو ایک خدام کو مخاطب فرمایا کہ وہ ایک ایک سو روپیہ اس مقصد کے لئے ادا کردیں۔ سلسلہ کی تاریخ میں یہ پہلی خاص تحریک تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ان خدام کو توفیق دی کہ

اپنے امام کی آواز پر لبیک کہیں

چنانچہ آپ نے اسی اشتہار میں جو خاص گروہ کے نام شائع کیا، تحریر فرمایا:۔

"میں آج خاص طور پر اپنے ان مخلصوں کو اس کام کیلئے توجہ دلاتا ہوں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ اگر وہ سچے دل سے کوشش کریں تو ممکن ہے یہ کام

ہو جائے اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آجائے تاہم وہ کار خیر کی توفیق پا لیتا ہے۔"

اس خاص گروہ میں ایک سو ایک آدمیوں کے نام تھے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل کی توفیق پائی۔ اور عجیب بات ہے کہ جن مخلصین کو اس سعادت سے حصہ ملا انہوں نے اس دنیا میں بھی ثمرات و برکات کا لطف اٹھایا۔ میں اس سلسلہ میں حضرت ام المومنین کی شاندار قربانی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں حضرت اقدس نے دس ہزار روپے کا تخمینہ اسوقت فرمایا تھا۔ حضرت ام المومنین نے ۱/۱۰ اس چندہ کا دیدیا۔ اور یہ رقم اپنی ایک جائداد واقعہ دہلی کو فروخت کر کے دی وہ جائداد اگر اسوقت تک باقی رکھی جاتی تو آج اس کی قیمت کئی ہزار کی ہوتی لیکن حضرت ام المومنین نے اسکی پرواہ نہ کی اور

فوراً اسکے فروخت کر دینے کا حکم دیدیا

اس کے متعلق میں ایک تحریری شہادت پیش کرنی ضروری سمجھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا احسان بے پایاں ہے کہ اس شہادت کی حفاظت حضرت والد صاحب عرفانی کبیر کے ذریعہ ہوئی۔ جس کا ذکر انہیں ایام میں حضرت مخدوم الملت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں کیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت ام المومنین کی بلند ہمتی اور خدا تعالیٰ کی آیات کے لئے قربانی کا بے نظیر ہے اور سلسلہ عالیہ کی مستورات کے لئے خدمت دین کے لئے اسوہ حسنہ ہے اور نیز یہ ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا۔ آپ کی ہر تحریک اور کاموں کو حضرت ام المومنین کسی طرح پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتی ہیں اور اس کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرنے میں ذرا دریغ نہیں فرماتی ہیں۔ یہ مکتوب حضرت مخدوم الملت نے حضرت

میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کو ۲۰ جون ۱۹۰۰ء کو لکھا تھا۔ اس مکتوب کا صرف اسی قدر حصہ درج ذیل ہے جو مندرجہ بالا عنوان کے متعلق ہے

(اور وہ یہ ہے)

منارہ کے لئے زمین بفضل خدا ان کو مل گئی۔ حضرت کی توجہ از بس اس طرف مبذول ہے۔ قوم کی طرف سے چندہ آرہا ہے مگر از بس قلیل ہے حضرت نے کل ایک تجویز کی ایک سَو آدمی جماعت سے ایسے منتخب کئے جاویں کہ ان کے نام حکماً اشتہار دیا جاوے کہ سو سو روپیہ ارسال کریں خواہ عورتوں کا زیور بیچکر۔ درحقیقت یہ تجویز نہایت عمدہ ہے اور ایسی دینی ضرورتوں میں قوم کا روپیہ کام نہ آئے تو پھر کب ہو۔ بیوی صاحبہ نے (اس زمانہ میں بیوی صاحبہ کہا جاتا تھا عرفانی) ایک ہزار روپیہ چندہ منارہ میں لکھایا۔ دہلی میں ان کا ایک مکان ہے اسکی فروخت کا حکم دیا ہے وہ اس چندہ میں دیا جاوے گا (ماخوذ از مکتوب مورخہ ۲۰ جون ۱۹۰۰ء)

(نوٹ از عرفانی کبیر) اس مکان کی فروخت کے لئے حضرت ام المومنین نے کمال شفقت سے حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی کو مقرر فرمایا تھا اور انھوں نے اس کے لئے بڑی محنت کی جزاک اللہ احسن الجزاء۔ خاکسار عرفانی کبیر ان سطور کو لکھتے وقت اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس سراسر گنہگار اور حقیر خادم کو بھی اس گروہ خاص میں شریک فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق عملی نہ صرف ایک بار دی بلکہ جب حضرت امیر المومنین نے مکرر دوسروں کو بھی شریک ہونے کا موقعہ دیا تو خاکسار نے پھر اپنی اور اپنی اہلیہ اور ایک بیٹی محمودہ خاتون اور مرحوم بھائی مولوی

غلام غوث مولوی عالم کیطرف سے اس سعادت کا حصہ پایا والحمد للہ علیٰ ذالک
آج منارۃ المسیح کی برکات نمایاں ہیں اور جیسا کہ حضرت امیر المومنین
نے فرمایا تھا کہ بعض برکات اور سلسلہ کی تائیدات اسکی تکمیل سے
وابستہ ہیں۔ وہ پورا ہو کر رہا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

دینی ضروریات کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرضہ

حضرت ام المومنین سلسلہ کی ضروریات کے لئے اپنے اموال میں سے ہمیشہ خرچ کرتی ہی رہی ہیں اور اب تک کرتی ہیں مگر آپ کی زندگی میں ایک واقعہ عجیب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۹۸ء کی پہلی ششماہی کے آخر میں بعض اہم دینی ضروریات کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ آپ نے قرضہ لینے کی تجویز کا ذکر گھر میں فرمایا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ باہر کسی سے قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے پاس ایک ہزار روپیہ نقد ہے اور کچھ زیورات ہیں آپ اس کو لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں بطور قرض لے لیتا ہوں اور اس کے عوض باغ رہن کر دیتا ہوں گو حضرت ام المومنین اس رقم کو پیش کر رہی تھیں مگر آپ نے جماعت کو تعلیم دینے کے لئے کہ بیویوں کا مال ان کا اپنا مال ہوتا ہے۔ قرض ہی لیا اور قرآن کریم کی ہدایت کے ماتحت اسے معرض تحریر میں لے آنا اور فرہان مقبوضہ پر عمل کرنے کیلئے دستاویز کو رجسٹری کروا لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ یہ سعادت خاکسار عرفانی (جوان ایام میں تراب احمدی کہلاتا تھا) کے حصہ میں آئی۔ میں رجسٹرار کو قادیان لانے اور دستاویز کو مکمل کرانے کا انتظام کیا اور دستاویز رہن نامہ کا مسودہ منشی حسین بخش اپیل نویس بٹالہ نے مرتب کیا تھا اور ہمارے مخلص بھائی خطیب بٹالوی نے (جو عرائض نویس تھے) بھی اس کام میں حصہ لیا۔

یہ دستاویز ۲۵ جون ۱۸۹۸ء کو رجسٹری ہوئی اس میں اقرار یہ تھا کہ تیس سال

کے بعد باغ ایک سال کے اندر فک کرالیا جاوے گا اور اکتیواں سال بھی گزر جاوے تو اسی پانچ ہزار میں بیع بالوفا ہو جائے گا۔

بالطبع عورتوں کو زیور پسند ہوتا ہے مگر حضرت ام المومنین نے دینی ضروریات کے لئے اس کو پیش کر دینا ہی ضروری سمجھا اور یہ پہلا موقع نہ تھا۔ حضرت ام المومنین نے ہمیشہ سلسلہ کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم سمجھا اور کبھی اپنی متاع کو خرچ کرنے میں پس و پیش نہیں فرمایا۔ اس معاملہ میں خواتین سلسلہ اور جماعت کے مردوں کے لئے ایک عملی سبق ہے مستورات سلسلہ کی ضروریات کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں اور شوہر کی جائز ضرورتوں کے لئے بھی وہ اپنے اموال کو قربان کرنے میں مضائقہ نہ سمجھیں ایسا ہی مردوں کے فرائض میں ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے اموال کو ان کی ملکیت خالص سمجھیں ان پر ناجائز تصرف نہ کریں اور اگر کسی ضرورت سے ان کا مال لیں تو اسے بطور قرض لے کر واپس کریں۔

اس موقعہ پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ایک واقعہ یاد آگیا اور میں اس کو لکھے بغیر آگے نہیں چل سکتا۔

ہماری جماعت میں حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ بڑے مخلص اور سابق بالخیرات تھے۔ انھوں نے ایک روز دربار شام میں بعد نماز مغرب عرض کیا کہ حضور میری بیوی اپنا مہر مجھکو معاف کر دینا چاہتی ہے اور کئی بار کہہ چکی ہے۔ حضور نے ہنستے ہوئے فرمایا میں تو اس قسم کی معافی کا قائل نہیں ہوں۔ ہاں اگر آپ ان کے مہر کی پوری رقم ان کی جھولی میں ڈال دو۔ اور اس رقم کے مل جانے کے بعد دو چار دن اپنے پاس رکھ کر پھر آپ کو واپس دیکر کہے کہ میں نے مہر آپ کو معاف کر دیا ہے اور یہ آپ واپس لے لیں تب تو کوئی بات بھی ہے ورنہ عورتیں بعض وقت یہ سمجھ کر کہ ملنا تو ہے ہی نہیں معاف کر دو یا شوہر بعض اوقات اپنی مشکلات کو کسی نہ کسی رنگ میں پیش کر کے معافی کی تحریک کرتے رہتے

ہیں آخر وہ بیچاریاں مجبور ہو کر کہدیتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا۔ یہ کوئی معافی نہیں ہوتی ایک قسم کی کرہا معافی ہوتی ہے۔ میرا مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ جیسے حضرت اقدس نے اپنے طرزِ عمل سے بتایا۔ بیویوں کے اموال ان کے اپنے ہیں اور شوہر کو اس میں اپنی مرضی سے محض شوہر ہونے کی حیثیت سے تصرف کرنے کا حق نہیں بلکہ یہ حق کلیتہً عورت کا ہے۔ اس طرح عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دی اور حضرت ام المومنین نے اپنے عمل سے یہ سبق دیا ہے کہ

دین کی ضرورت سب سے مقدم ہے اور اس کیلئے پیاری سے پیاری چیز کے قربان کرنیکی ضرورت ہو تو تامل نہیں چاہیئے۔

ازالہ وہم یہاں اس وہم کا ازالہ بھی میں ضروری سمجھتا ہوں جو بعض کوتاہ فہم لوگوں کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت ام المومنین نے قرضہ دینے کی بجائے سلسلہ کی ضروریات کے لئے دے ہی کیوں نہ دیا؟ اگرچہ اس کا جواب اوپر آگیا ہے خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل اپنی عملی زندگی سے ایک نمونہ پیدا کرنا چاہتے ہیں باوجودیکہ میاں بی بی کا معاملہ تھا مگر قرآن کریم نے جو اصول اور قواعد قرضہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔ ان پر عمل ہر شخص کیلئے لازم ہے خواہ وہ کسی درجہ اور مقام کا ہو۔ یعنی نبی کے لئے بھی وہی احکام ہیں۔ پس حضرت اقدس نے فرہان مقبوضہ پر عمل کر کے بتایا کہ قرضہ کا معاملہ معرضِ تحریر میں آنا چاہیئے اور اس کے شرائط ادائیگی وغیرہ خود مقروض لکھوائے اور اگر معاملہ رہن کا ہے تو چاہیئے کہ شئے مرہونہ قبضہ میں دیدی جائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر عمل کر کے ایک صحیح تعلیم دیدی کہ معاملات لین دین کا طریق یہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشوں کو پورا کرنیکا شوق

حضرت ام المومنین کی ہمیشہ یہ تڑپ رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر اس خواہش کو پورا کیا جاوے جو کسی نہ کسی رنگ میں خدمت اسلام یا شعائر اسلام کی عملی عظمت کو ظاہر کرتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابتدائی زمانہ توگوشۂ تنہائی کا تھا۔ پھر جب خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپ کو خلوت سے باہر نکالا تب آپ کے دعاوی کیوجہ سے اسقدر مخالفت کا بازار گرم ہوا کہ آپ کے خلاف کفر کے فتوےٰ ہی نہیں قتل کے فتوےٰ دیئے گئے۔ اگرچہ اسوقت بھی آپ کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ آپ پر حج فرض ہوتا تاہم آپ کی یہ خواہش تھی کہ کسی وقت حج بھی کریں مگر وہ موقع نہ آسکا اور آپ کو پیغام الرحیل آگیا۔ حضرت ام المومنین کو چونکہ حضور کے اس ارادہ کا علم تھا آپ نے حضور کی وفات کے بعد پہلے آپ کے ذمّی ایک قرضہ کے ادا کرنے کا انتظام کیا اور پھر حافظ احمد اللہ خاں صاحب کو جو پہلے بھی حج کر چکے تھے۔ کافی زاد راہ دیکر حج کے لئے روانہ کیا اور حافظ صاحب رضی اللہ عنہ کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ انھوں نے حضرت ام المومنین کے ارشاد کے ماتحت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے حج بدل کیا

حضرت ام المومنین نے حضرت کی اس خواہش کو پورا کرکے یہ ثابت کیا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دینی خواہشوں کو پورا کرنے کا شوق اس ایمان کیوجہ سے تھا جو آپ کو حضرت اقدس پر تھا اور آپ یقین رکھتی ہیں کہ حضور کی خواہشوں کو پورا کرنا خدا کی رضا کا موجب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع کے بعد جب حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح ہوئے تو آپ ان کو

سلسلہ کا امام یقین کر کے خود ان کی ذات اور سلسلہ کی ہدایات میں چندہ دیتی رہتی تھیں۔ اور یہ چیز مخفی رنگ میں تھی۔ دنیا کو شاید کبھی علم ہوتا اگر خود حضرت حکیم الامت نے اس کا اظہار نہ فرمایا ہوتا چنانچہ ۱۹۰۹ء کے سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا کہ:۔

"لنگر کی آمدنی میں میرا یقین تھا کہ حضرت صاحب کے کنبہ اور متعلقین کو اس میں سے کافی امداد دی جاوے۔ لیکن آج تک جو ۲۶ فروری ۱۹۲۶ء کوئی راہ ایسی نہیں نکلی کہ سوا معمولی کھانے پینے کے کوئی مالی صورت نقد یا کپڑوں یا ضروری مکان بنا دینے کی امداد میں یا صدر انجمن احمدیہ قادیان کر سکی ہو۔

حضرت صاحب کے وقت میں میں عمدہ سے عمدہ کھانا لنگر سے آیا ہوا اپنے سامنے دیکھتا تھا اور وہ سب کچھ حضرت صاحب کے صبح و شام کی تاکیدات کا نتیجہ تھا۔

حضرت بیوی صاحبہ نے جو میرے ایسے حالات سے زیادہ تر واقف ہیں ایک بار کچھ نقد روپیہ بہت ہی الحاح سے دیا اور یہ کہا کہ یہ صرف تیرے کھانے کے لئے ہے اور ساتھ ہی کچھ روپیہ دیا کہ اس کو لنگر میں داخل کردیں مگر دوسرے حصہ سے نہ دیں۔" (الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۰۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین اولاً نظام خلافت کی کس قدر عظمت اپنے دل میں رکھتی ہیں اور وہ اس شخص کے لئے جو نسل اور خون کے لحاظ سے آپ کا رشتہ دار نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ ہونے کی وجہ سے وہ آپ کے سامنے بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اس کا اس منصب کے لحاظ سے احترام فرماتی ہیں اور سلسلہ کی اہم ضرورت لنگر خانہ میں ایک رقم

الگ بھیجتی ہیں اور خود اس کی ذات کے لئے جداگانہ یہ جوش عمل اخلاص اور جذبہ خدمت دین کا ایک قابل تقلید مظاہرہ ہے۔

یہ ایک واقعہ اور مثال اس امر کی نہیں کہ حضرت ام المومنین مقام خلافت کی عزت اور احترام کی حد تک کرتی ہیں بلکہ آپ کی زندگی اس عملی روح کا ایک نمونہ ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں اس عملی روح کے بڑے موثر نظارے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ منصب خلافت کا احترام فرمایا اور خلفاء راشدین کے لئے ہر قسم کی قربانی اور ایثار کو اپنا شیوہ قرار دیا چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ وہ حجرہ نبوی صلعم میں دفن ہونے کی اجازت حاصل کریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

> یہ جگہ میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی لیکن عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دونگی جب عبداللہؓ واپس آئے آپ نے پوچھا کیا جواب لائے عرض کی جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ایثار حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے کارناموں کیوجہ سے تھا اور وہ یقین رکھتی تھیں کہ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں۔ اسیطرح حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا طرز عمل ہمیشہ خلافت کے احترام کا پایا جاتا ہے۔
چنانچہ میں اسی سلسلہ میں اس واقعہ کے بیان کرنے سے نہیں رک سکتا جو مولوی سید محمود عالم صاحب صحابی اور مہاجر نے بیان کیا۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ام المومنین نے مجھے کہا کہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ کا کوئی کام کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے ایک طالب علم کی بھیجی پرانی رضائی مرمت کے لئے بھجدی۔ حضرت ام المومنین نے نہایت خوش دلی سے اس رضائی کی مرمت اپنے ہاتھ سے کی اور اسے درست کرکے واپس بھجدیا۔ جب رضائی مرمت ہوکر آگئی اس وقت حضرت خلیفہ اول رضؓ نے اس طالب علم کو جس کی رضائی تھی فرمایا کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ رضائی میں چیلڑ بہت تھیں۔ اس موسم میں چیلڑ قابلِ تعجب ہے اپنے کپڑوں کو صاف رکھا کرو۔

یہ ہدایت اور نصیحت تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے کی۔ طالب علم اس قسم کی غفلت کیا کرتے ہیں۔ مگر اس واقعہ میں حضرت ام المومنین کی سیرۃ پر نظر کرو۔ کہ ایک نہایت گندی اور دریدہ رضائی کی مرمت آپ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے جانشین کے حکم کی تعمیل میں کر رہی ہیں۔ رضائے مولیٰ کے لئے یہ طلب اور تڑپ جس دل میں ہو اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

یہی تو وہ دل ہیں جو خدا تعالیٰ کا عرش ہوتے ہیں

حضرت ام المومنین کے اس فعل سے منصب خلافت کی عظمت کا بھی اندازہ باآسانی ہو جاتا ہے اور خلیفہ کی اطاعت کیسی ضروری ہے اس عمل کی روشنی میں سیکھو۔ خلافت کے منکرین غور کریں جو نہایت بد دیانتی سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت ام المومنین حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت سے نعوذ باللہ ناراض تھیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے تو ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میری جو اطاعت میاں محمود احمد صاحب اور حضرت بیوی صاحبہ نے کی ہے تم میں سے کسی نے بھی نہیں کی (مفہوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ)

غرض آپ کو یہ تڑپ رہتی ہے کہ میں کوئی ایسا کام کروں جو حضرت رب العزت کی

بارگاہ میں پسندیدہ ہو۔ اور اسی مقصد کے لئے آپ کے تمام اعمال ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی میں آپ کو بشارت دیدی کہ

خدا خوش ہو گیا

واللہ الحمد۔

اسی سلسلہ میں میں ایک اور واقعہ پیش کرنے سے رک نہیں سکتا اور اپنے قلب میں ایک غیر معمولی جوش پاتا ہوں۔ حضرت ام المومنین یوں تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بہت خیال رکھتی تھیں اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا کہ آپ سے محبت رکھتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت خلیفہ اول کے مقام خلافت کا ادب زیر نظر رہتا۔ خود حضرت خلیفہ اول حضرت ام المومنین کا ادب اسی طرح کرتے جیسے حضرت اقدس کی زندگی میں مگر حضرت ام المومنین اسی مقام کے لحاظ سے جو خلافت کیوجہ سے حاصل تھا حضرت خلیفہ اول رضؓ کے احکام کے تعمیل اپنا فرض سمجھتی رہیں اور اب باوجودیکہ حضرت امیر المومنین آپکے بیٹے ہیں اور آپ کا مقام اس حیثیت سے بہت ہی ادب کا مقام ہے لیکن مقام خلافت کا احترام حضرت ام المومنین کے ہمیشہ زیر نظر رہتا ہے اور اس حیثیت سے حضرت امیر المومنین کے احکام جو سلسلہ کی تعلیم و تربیت اور نظام کے استحکام کے متعلق ہوتے ہیں ان پر عمل کرنا آپ ضروری سمجھتی ہیں۔ غرض حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے خود ایک واقعہ کا انکشاف فرمایا اور حضرت عرفانی کبیر نے اسے شایع کردیا تھا جس کی میں اب تجدید کر رہا ہوں۔

قیام خلافت کے متعلق حضرت ام المومنین کا ارشاد

منکرین خلافت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کے خلاف مسئلہ خلافت کے متعلق نہایت ناسزا پروپگنڈا کیا ہے اگرچہ اس

خصوص میں ان کو کامل ناکامی ہو چکی ہے مگر اب بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ خلافت ثانیہ کے لئے سازش کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت ثانیہ کے متعلق کسی انسان کا منصوبہ اور سازش تو نہ تھی البتہ

خدائے قدیر کا یہی فیصلہ کیا ہوا تھا

مگر میں خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے حضرت عرفانی کبیر (قبلہ والد صاحب) سے بہ حلف دریافت کیا کہ کیا اس کی کچھ حقیقت ہے؟ انھوں نے حلفاً بیان کیا کہ یہ افترا اور اتہام ہے جو ہم پر کیا گیا حضرت اقدس کے خاندان میں قطعاً کسی کو یہ وہم نہ تھا اور اگر اس قسم کی خواہش ہوتی تو خلافت اولیٰ کے وقت یہ مقصد بآسانی پورا ہو سکتا تھا اس لئے کہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ تو سیدہ امۃ الحفیظ سلمہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار تھے اگر خاندان نبوت کا ذرا بھی اشارہ ہوتا تو حضرت حکیم الامت سب سے پہلے تائید کرتے مگر یہ

اتہام ہے اہل بیت پر اور خدامِ مسیح موعودؑ پر

اور الحمد للہ اس اتہام میں مجھے بھی اہل بیت کی معیت کا شرف حاصل ہے اور یہ کہہ کر ان پر رقت طاری ہو گئی۔ انھوں نے خلافت اولیٰ کے متعلق مشورہ کا بھی ذکر کیا کہ جب یہ مشورہ ہوا تو میں شریک تھا اور خواجہ صاحب اور دوسرے معتمدین نے حضرت حکیم الامۃ کا نام تجویز کر کے حضرت سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ پہلے دعا کرو۔ اور پھر میر صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب اور حضرت ام المومنین اور نواب[1] محمد علیخاں صاحب سے جا کر مشورہ کرو۔ چنانچہ

---

[1] اس کتاب کے اس حصہ کی طباعت کے وقت حضرت نواب محمد علیخاں صاحب رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ان کی ڈائری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

بالاتفاق حضرت خلیفہ اول منتخب ہو گئے۔

خلافت کا مسئلہ ضمناً آگیا۔ میں بتا یہ رہا تھا کہ حضرت ام المومنین نے سلسلہ کے لئے کیا قربانیاں کی ہیں اور مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت ام المومنین کا طریق عمل بھی

بقیہ حاشیہ۔ انتقال کے متعلق شایع ہوئی ہے چونکہ اس میں مسئلہ خلافت کا ذکر اسی وقت کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اور یہ حصہ سیرت عرفانی کبیر کے حصہ میں آیا کہ عزیز مکرم محمود احمد عرفانی کے مسودہ پر یہ حاشیہ اضافہ کرے۔ اسی ڈائری سے حضرت ام المومنین کی سیرۃ اور بے نفسی اور للہیت کا پتہ لگتا ہے اس لئے میں اسے تمام وکمال درج کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا ذکر

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے

نقل مطابق اصل ڈائری خود نوشتہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب بر موقعہ وفات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء منگل آج حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کا انتقال ہو گیا۔ حضور علیہ السلام جس روز سے لاہور آئے تھے۔ کم و بیش مرض اسہال میں مبتلا ہو گئے۔ مگر کل کھانے کے بعد باوجود اسہالوں کے پیغام صلح کا مضمون لکھتے رہے۔ اور معمولی اسہال کچھ گئے۔ شام کو سیر کو گئے۔ رات کو کھانا کھایا۔ مگر چند نوالے بھی کھائے تھے کہ اسہال کی حاجت ہوئی۔ آپ نے کھانا چھوڑ دیا۔ اور رفع حاجت ضرور گئے۔ وہاں اسہال آیا۔ اس کے بعد پھر ایک دو اسہال ہوئے۔ پھر بارہ بجے کے قریب اسہال ہوا۔ اور ایک قے بھی ہوئی جس سے طبیعت بہت گھٹ گئی۔ اور برد اطراف ہو گیا۔ نبض ساقط ہو گئی بالکل مایوسی ہو گئی۔ مگر ادویات کے استعمال اور مالش سے پھر طبیعت گرم ہو گئی۔ نبض عود کر آئی۔ تین بجے میرے بلانے کو نور محمد بھیجا گیا۔ اتفاق سے راستہ میں گھوڑا گر گیا۔ اس لئے ٹم ٹم دیر میں پہنچی۔ اس وقت نماز کا

ان کے نفس اور جذبات کی قربانی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے ظاہر کر رہا ہے۔ یہ بات یہاں تک ہی نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ حضرت ام المومنین سے

بقیہ حاشیہ۔ وقت ہو گیا تھا۔ پہرہ والے کے آواز دینے پر میں اٹھا۔ نماز پڑھ کر روانہ ہوا۔ کوئی پانچ بجے میں حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت حضرت ام المومنین برقعہ پہنے چارپائی کی باہنی پر سر رکھے زمین پر بیٹھی تھیں اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ موجود تھے۔ خواجہ کمال الدین۔ حضرت مولانا مولوی نور الدین۔ میاں محمود۔ میاں بشیر اور شیخ عبدالرحمٰن قادیانی وغیرہ وغیرہ موجود تھے۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے مجھے کہا کہ شکر ہے نہایت نازک حالت سے طبیعت ٹھیک ہوئی ہے۔ حضرت اقدس کی حالت یہ تھی کہ بدن گرم تھا اور کرب تھا مگر حواس ٹھیک تھے۔ آہستہ آہستہ بولتے تھے۔ ایک دو دفعہ کروٹ بدلنے پر آنکھ کھولی۔ میری طرف دیکھا۔ میں نے سلام علیک کہا۔ آپ نے کہا وعلیکم السلام۔ چھ بجے کے قریب ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو کہا کہ میری آواز نہیں نکلتی۔ یہ ہم نے بخوبی سمجھا۔ پھر کوئی ½ ۶ بجے اٹھ کر بیٹھے اور قلم دوات منگوائی اور ایک پرچے پر لکھا جو باہر جاکر پڑھا تو یہ لکھا تھا کہ "تکلیف یہ ہے کہ آواز نہیں نکلتی"۔ اتنا حصہ صاف پڑھا گیا چونکہ کچھ اتفاق سے سیاہی خراب اس پر قلم بھی خراب۔ نیچے رکھنے کے لیئے چیز بھی جلدی میں نہ دی گئی آخری نصف سطر نہ پڑھی گئی۔ آٹھ بجے کے بعد پھر جو ریلیپس (   ) ہوا ہے۔ پھر طبیعت نہیں سنبھلی۔ آخر ½ ۱۰ بجے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ام المومنین نے وہ صبر دکھلایا کہ باید و شاید جب حضرت کا دم واپسیں تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ خدایا یہ تو ہمیں چھوڑتا ہے تو ہمیں نہ چھوڑیو۔" اور جب حضرت اقدس نے انتقال فرمایا تو فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور بس خاموش ہو گئے۔ اور کسی کو رونے نہیں دیا۔ بعد انتقال حضرت تمام جماعت نے نہایت صبر دکھلایا۔ اور تھوڑے وقفہ بعد تمام موجودہ جماعت کے آدمی یکے بعد دیگرے آئے۔ اور حضرت اقدس کی پیشانی پر بوسہ دیتے گئے۔ ڈاکٹروں نے مرض تشخیص کی کہ اسہالوں کی وجہ سے امعاء میں سوزش ہوئی۔ اور حضرت اقدس کو دل گھٹنے اور برداطراف کا جو دورہ ہمیشہ ہوتا تھا وہ سخت پڑا۔ اس لیئے انتقال ہوا۔ حضور علیہ السلام کا مسودہ مضمون* دیکھا گیا۔ تو اصل بات

---

*مسودہ مضمون یعنی لکچر پیغام صلح کا مسودہ۔

فرمایا کہ بعض انگریز مولوی محمد علی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) اپنا جانشین کسی کو بنایا ہے کیا میں محمود کا نام لکھدوں حضرت

بقیہ حاشیہ۔ حضرت ختم کر چکے تھے۔ بعد انتقال حضرت اقدس ہم لوگ ذرا باہر بیٹھے۔ اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب سیول سرجن مسٹر کننگھم کے پاس سرٹیفکٹ کے لئے گئے۔ سرٹیفکٹ ملنے پر جس میں سول سرجن صاحب نے صاف لکھا تھا کہ حضرت اقدس نے اسہال کی خراش سے انتقال کیا ہے۔ پھر جنازہ کے لئے جانے اور ریل کی گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ مجھ کو بھی چونکہ جنازہ کے ساتھ جانا تھا۔ میں اپنی کوٹھی پر آیا۔ اور سامان سفر کرتے آیا اس وقت کوئی دو بجے تھے۔ اس کے بعد کوئی تین بجے پھر خواجہ صاحب کے مکان پر پہنچا۔ وہاں جنازہ پڑا گیا تھا۔ حضرت اقدس کی شکل نہایت منور تھی اور کسی قدر سرخی بھی رخساروں پر تھی۔ مستورات ہم سے پہلے روانہ ہو گئیں۔ پھر جنازہ اس کے بعد اٹھایا گیا۔ اسٹیشن پر پہنچکر صندوق گاڑی میں رکھ کر اس میں پانچ من برف ڈال گئی۔ اور پھر حضرت اقدس کو صندوق میں رکھا گیا۔ کیونکہ اسٹیشن تک چارپائی پر حسب معمول جنازہ لایا گیا تھا۔ صندوق میں بند کیا گیا تھا۔ یہ کام ہو چکا اسٹیشن ماسٹر آیا کہ جنازہ نہیں جا سکتا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مع اسٹیشن ماسٹر ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کے پاس گئے اور سرٹیفکٹ دکھلایا۔ جس کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ کیونکہ یہ سیول سرجن کا سرٹیفکٹ تھا۔ کیونکہ کسی مخالف نے ٹریفک سپرنٹنڈنٹ سے کہہ دیا۔ کہ ان کے گھر کے ڈاکٹر ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ سرٹیفکٹ لکھ دیا ہے۔ ورنہ حضرت اقدس نے ہیضہ سے انتقال کیا ہے۔ اس لئے جنازہ نہ جانا چاہیئے۔ اب جب سول سرجن کا سرٹیفکٹ دیکھا تو ٹریفک سپرنٹنڈنٹ نے اجازت دیدی۔ اس طرح شیطانوں کے تمام منصوبے باطل ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ ریل ۶ بجے روانہ ہوئی۔ اور ہم سب ۱۱ بجے بخیر و خوبی امرتسر میں نماز پڑھی اور کھانا کھایا۔ اور پھر وہاں سے چلکر دس بجے بٹالہ پہنچے۔ رات بٹالہ بسر کی۔ حضرت اقدس کا جسم مبارک صبح دو بجے صندوق سے نکالکر چارپائی پر رکھا۔ اور کثیر جماعت احمدیوں کی ہاتھوں ہاتھ جنازہ قادیان کو لیکر چلی۔

ام المومنین نے فرمایا

آپ جو چاہیں

یہ روایت بامعنی ہے اگر آپ کے دل کے کسی گوشہ میں بھی یہ بات ہوتی تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صاف کہہ دیتیں کہ ہاں ضرور ایسا ہی کہہ دو مگر نہیں آپ کے

بقیہ حاشیہ۔ صندوق اور برف گدلے پر بیچھے آتا رہا۔

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء بدھ اس کے بعد کوئی چار بجے مستورات روانہ ہوئیں۔ اور ہم بھی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ کوئی آٹھ بجے جنازہ اور ہم سب قادیان میں پہنچے۔ جنازہ باغ میں لاکر بڑے مکان میں رکھا گیا۔ پل سے جماعت قادیان بھی آشامل ہوئی۔ کوئی نو بجے مستورات بھی آگئیں۔ ہم ان کو پہنچا کر واپس آئے۔

اکابر سلسلہ احمدیہ مثل خواجہ کمال الدین۔ شیخ رحمت اللہ۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر یعقوب بیگ۔ مولوی محمد علی میرے مکان پر اکٹھے ہوئے۔ میں بھی حاضر تھا۔ اور میاں محمود کو بھی تکلیف دی گئی خلیفہ کے متعلق مشورہ ہوا۔ سب نے بالاتفاق حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ تجویز کیا اور میاں محمود صاحب نے بھی کشادہ پیشانی سے اس پر رضامندی ظاہر کی۔ بلکہ کہا کہ حضرت مولانا سے بڑھ کر کوئی نہیں اور خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے اور حضرت مولانا خلیفہ ہونے چاہیں۔ ورنہ اختلاف کا اندیشہ ہے۔ اور حضرت کا ایک الہام ہے کہ اسی جماعت کے دو گروہ ہوں گے۔ ایک کی طرف خدا ہوگا۔ اور یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے۔ اس کے بعد ہم سب باغ گئے۔ اور وہاں میر ناصر نواب صاحب سے دریافت کیا۔ انھوں نے بھی حضرت مولانا کا خلیفہ ہونا پسند کیا۔ پھر خواجہ کمال الدین صاحب جماعت کی طرف سے حضرت ام المومنین کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے کہا۔ میں کسی کی محتاج لہ

لہ۔ میں کسی کی محتاج نہیں یعنی چونکہ میں کسی کی بفضلہ محتاج نہیں ہوں۔ اس لئے میں اپنی ذاتی کسی فائدہ کی غرض سے رائے نہیں دوں گی۔ بلکہ میرے نزدیک جسے جماعت منتخب کرے وہی خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اور حضرت مولوی صاحب اس کے اہل بھی ہیں۔

قلب میں تو خدا کی رضا کا قبضہ تھا وہ اس سلسلہ کو خدا کا سلسلہ یقین کرتی تھیں اور جو بھی جانشین ہو اس کو تسلیم کرنے کو تیار تھیں اور اپنے عمل سے ثابت کیا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بارہا اس اخلاص اور عقیدت و احترام کا ذکر فرمایا جو حضرت ام المومنین کو خلافت کے منصب کا ہے۔

بقیہ حاشیہ: ہنہیں۔ اور نہ محتاج رہنا چاہتی ہوں۔ جس پر قوم کا اطمینان ہے اس کو خلیفہ کیا جائے اور حضرت مولانا کی سب کے دل میں عزت ہے وہی خلیفہ ہونے چاہئیں۔ اسکے بعد حضرت مولانا کو بھی تکلیف دی گئی۔ حضرت مولانا کے ہاتھ پر ہم سب نے معہ فرزندان و میر صاحب قریباً بارہ سو آدمی نے باغ کے درختوں کے نیچے بیعت کی۔ اس کے بعد ہم سب واپس آئے۔ اور کھانا کھایا۔ پھر نماز ظہر پڑھ کر تمام لوگ باغ میں جمع ہوئے۔ اور نماز عصر پڑھ کر جنازہ پڑھا گیا۔ اور پھر حضرت مولانا نے ایک خطبہ پڑھا۔ بیعت کے وقت اور خطبہ کے وقت عجب نظارہ تھا۔ کوئی آنکھ نہ تھی۔ جو پرنم نہ تھی۔ بعد خطبہ سب حضرت اقدس کا چہرہ دیکھنے کے لئے گئے۔ پھر اس کے بعد حضرت اقدس کا جنازہ قبر پر لے جایا گیا۔ اور حضرت اقدس کے جسم نورانی کو سپرد خاک کیا۔ یہ ۵½ بجے کا وقت تھا۔ گرمی کا یہ عالم مگر جسم میں کسی قسم کا فتور نہ تھا۔ چہرہ مبارک بالکل صاف تھا۔ کسی قسم کی بے رونقی نہ تھی۔ اسکے بعد ہم سب واپس آئے اور رات کو سو رہے۔

۲۸ مئی ۱۹۰۸ء جمعرات آج میں قادیان میں رہا اور ہم کو میر ناصر نواب صاحب نے بلایا۔ اور وہاں بھی عجیب عالم تھا۔ سب رو رہے تھے۔ اور میر صاحب نے کہا بھائی میری سختی طبع آج تک تھی۔ میرے باپ تھے تو مرزا صاحب تھے۔ اور بیٹے تھے تو مرزا صاحب تھے اب مجھ سے تمہارا کام؎۱ نہیں ہو سکتا۔ ہم سب نے کہا کہ ہم آپ کو ویسا ہی قابل عزت سمجھتے ہیں۔ جیسا پہلے۔ اور

؎۱۔ تمہارا کام یعنی انجمن کی تعمیرات وغیرہ کا کام جس کے منصرم حضرت میر صاحب حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔

یہ تمام ڈائری خود حضرت نواب صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر سے نقل کی گئی ہے اور حضور علیہ السلام کی وفات کے متعلق ایک مستند بیان ہے جو قابل اندراج تاریخ سلسلہ ہے اور کوئی فقرہ اس میں سے محذوف نہیں کیا گیا (خاکسار محمد اسمٰعیل)

مزید ازالہ وہم

اگرچہ میں صراحت کے ساتھ واقعات کی روشنی میں بیان کر آیا ہوں کہ حضرت ام المومنین ہمیشہ نظام خلافت کی اہمیت اور احترام کا سبق جماعت کو اپنے عمل سے دیتی رہی ہیں مگر باوجود اس کے چشم بد بیں اعتراض کرنے پر آمادہ رہتی ہے وہ لوگ جو اپنی بدقسمتی سے جماعت سے کٹ چکے ہیں اس قسم کے اعتراض کرتے رہتے ہیں اور مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صادق یقین کرتے ہیں اور اس وحی پر جو آپ پر نازل ہوئی ایمان لاتے ہیں اور اسی وحی میں یہ پڑھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی نعمت اور اپنی خدیجہ قرار دیا اور ایک مبارک نسل کی ماں بتایا۔ اور اہل بیت کی تطہیر کی بشارت بار ہا دی اور شر سے محفوظ رکھنے کی الہامی دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کی اور دوسری طرف نہایت سختی کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں حضرت ام المومنین کے متعلق وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت سے خوش نہ تھیں چنانچہ پیغام صلح کی ۳ دسمبر ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مخاطب کر کے لکھا۔

> "جناب میاں صاحب یاد رکھیں یا نہ رکھیں لیکن تاریخ سلسلہ کبھی واقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جب حضرت مولانا نورالدین صاحب کا انتخاب ہوا تو آپ جناب

بقیہ حاشیہ:- آپ ہم کو اپنا پورا خادم پائینگے۔ اور پھر ہم یعنی خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور دونوں ڈاکٹر صاحبان اور میں اور مولوی محمد علی حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا اظہار عقیدت کی اور ہر ایک نے کچھ کچھ رقم نذر پیش کی

میاں صاحب کی والدہ صاحبہ محترمہ نے انتہائی اظہار ناراضگی و اضطراب فرمایا تھا اور اسی زمانہ سے میاں صاحب کو خلیفہ بنانے کی مہم کا آغاز کر کے پروپیگنڈہ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔"

اس کا پہلا جواب تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے لعنت اللہ علی الکاذبین۔ میں نے اسی کتاب میں حضرت خلیفۃ المسیح اول کا ایک بیان درج کیا ہے جو آپ نے حضرت ام المومنین کی اس شفقت کے متعلق ہے کہ آپ کے کھانے کے لئے سیدہ محترمہ نے کچھ فتوٰی روانہ کی اور پھر اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی درج کیا ہے کہ حضرت ام المومنین نے حضرت خلیفہ اول کے حکم کی تعمیل میں اپنے ہاتھ سے ایک طالب علم کی نہایت غلیظ رضائی کی مرمت کی اور حضرت خلیفہ ثانی کے متعلق تو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا اور

میری جتنی اطاعت انھوں نے کی ہے تم میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کی یا (مفہوم) پھر بھی خدا کی نعمت اور خدیجہ اور پاک نسل کی

ماں پر اس قسم کا ناپاک افترا العجب ثم العجب!

سلسلہ کی تاریخ اس افترا اور جھوٹ کو ضرور محفوظ رکھے گی۔ اور سیرۃ ام المومنین آنے والی نسلوں میں اعلان کرتی رہے گی کہ اس قسم کے ناخلف بھی تھے جو اپنی روحانی ماں پر یہ نازیبا طعن کرتے تھے۔ اور ہر آنے والی نسل ان پر ملامت کرے گی۔

اس اعتراض کے جواب میں وہ واقعات جن کا اوپر ذکر کیا ہے کافی ہیں۔ لیکن میں ایک اور دستاویز پیش کرنا بھی ضرور سمجھتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر جو اعلان صدر انجمن احمدیہ کے معتمدین نے (جس کے سکرٹری مولوی محمد علی صاحب بھی تھے) شایع کیا اس میں یہ اقرار موجود ہے اور وہ یہ ہے۔

" آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین

صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان واقربا حضرت مسیح موعود و بہ اجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اسوقت بارہ سو تھی حضرت حاجی الحرمین و شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی"

یہ اعلان خواجہ کمال الدین مرحوم، مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر محمد حسین صاحب مرحوم، ڈاکٹر یعقوب بیگ مرحوم اور شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم وغیرہ معتمدین کے دستخط سے شایع ہوا۔

فماذا بعد الحق الا الضلال

(نوٹ) اس حصہ کی طباعت کے وقت حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علیخاں صاحب رضی اللہ عنہٗ کی وفات کے بعد ان کی ڈائری کے اوراق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے واقعات پر شایع ہوئے ہیں اس ڈائری سے حضرت ام المومنین کا وہ بیان ظاہر ہے جو خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو حضرت سیدہ محترمہ نے دیا تھا اور جس کا خلاصہ خواجہ صاحب نے اعلان متذکرہ بالا میں بہ اجازت حضرت ام المومنین کے الفاظ میں کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ جیسا کہ اس نے اہل بیت کی تطہیر کا وعدہ فرمایا تھا۔ پیغامی اعتراض کا جواب ان کے ہاتھوں ہی سے تحریر کرا دیا تھا اور اب جدید انکشاف حضرت نواب صاحب کی ڈائری نے کر دیا۔ والله الحمد

(عرفانی کبیر)

بعض اعتراضوں کا جواب

عزیز مکرم محمود احمد عرفانی نے دوسری جلد کے لئے ایک باب اس غرض کے لئے بھی مخصوص کیا تھا کہ منکرین خلافت نے حضرت ام المومنین اور آپ کی ذریت طیبہ کے متعلق جو اعتراضات کئے ہیں ان کا جواب بھی دیدیا جاوے۔ ذریت طیبہ اور مصلح موعود کے متعلق جو شکوک اور شبہات ناشکر گزار لوگوں نے پیش کئے ہیں۔ وہ اپنی جگہ ہر چند کوئی اہمیت نہیں رکھتے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت نے اپنے وعدہ کے موافق آیات بنیات کے ساتھ ان کا جواب دیدیا ہے اور آئے دن اخبارات میں ہر نئے اعتراض کا جواب شایع ہوتا ہے۔ تاہم مستقل طور پر ہر ایک قسم کے اعتراضات کا جواب رسالہ مصلح موعود میں جو زیر تالیف ہے دیا جاوے گا۔ کہ وہی مقام اس کے لئے موزوں ہے۔ اور دوسری جگہ اس کتاب میں بھی کچھ صراحت کردی گئی ہے۔ با ایں مرحوم کی خواہش یا تجویز کے موافق اس جگہ بھی کچھ اور صراحت کردی جاتی ہے۔

منکرین خلافت کا سارا زور حضرت امیر المومنین مصلح موعود کی مخالفت میں صرف ہو رہا ہے اور وہ آپ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مفید اور موثر کام کو بھی قابل اعتراض قرار دینا چاہتے ہیں۔ بمصداق

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

اور عجیب بات یہ ہے کہ پھر اسی تحریک۔ تجویز اور پروگرام کو لیکر خود عمل کرتے ہیں اور شکر گزار ہونے کی بجائے اپنے عمل سے انتہائی ناشکری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہرحال ان کے سارے تیروں کا ہدف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موعود لخت جگر ہے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس وجود کو ایک زمانہ پیشتر جبکہ وہ عنفوان شباب میں تھا۔

جبکہ انسان مختلف قسم کی امنگوں اور جذبات کے سیلاب میں جا رہا ہوتا ہے وہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک نشان قرار دیتے تھے اور آج جبکہ خود اس کے ہاتھ پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ تقویٰ اور دیانت کے تمام اصولوں کو ترک کر کے اس پر حملے کرتے ہیں آہ! صد آہ! اس لئے قبل اس کے کہ میں منکرین خلافت کے اس مایہ ناز اعتراض کا جواب دوں اور وہ سیدنا امیر المومنین کو پسر نوح کہہ کر کرتے ہیں میں ان کے اکابر کے اس عقیدہ کو پیش کر دینا چاہتا ہوں جو اس سے پہلے ان کا تھا۔

(۱) مولوی محمد علی صاحب کا اعتراف

جناب مولوی محمد علی صاحب نے سنہ ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان پر ریویو کرتے ہوئے ایک مضمون کا کچھ حصہ نقل کرنے کے بعد لکھا کہ:-

"اس وقت صاحبزادہ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے اور وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیے تھا کہ گندہ ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔"

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز مارچ سنہ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۸)

مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سالہ میں جو وصیت آپ (حضرت خلیفہ اول) نے لکھوائی تھی۔ اور جو بند کر کے ایک خاص معتبر کے سپرد کی تھی۔ اس کے متعلق مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کے لئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا"

جناب پیر منظور محمد صاحب نے حضرت خلیفہ اولؓ سے عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ مل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ تو حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا۔

(رسالہ حقیقتِ اختلاف صہ ۶۹)

منکرین خلافت کا اعتراف عمومی

پیارے ناظرین! ہم آپ کو یقین کلی دلاتے ہیں کہ ہم صاحبزادہ صاحب کو اپنا ایک بزرگ اور امیر اور ملجاؤ ماوی سمجھتے ہیں۔ اور ان کی پاکیزگی۔ روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت جبلی کو مانتے ہیں۔ اور دل سے ان سے محبت کرتے ہیں۔ واللہ علی مانقول شہید صرف اعتقاد میں فرق ہونے کی وجہ سے ہم ان سے بیعت نہیں کر سکتے۔"

(مقالہ افتتاحیہ پیغام صلح ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء)

حضرت نوح اور حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد

غیر مبایعین کی طرف سے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق طنزاً کہا جاتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ حضرت نوح علیہ السلام اس بیٹے کی مانند ہیں۔ جس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی

تھی۔ چونکہ یہ الزام منکرین خلافت کی طرف سے عام طور پر لگایا جاتا رہا ہے۔ اس لئے میں اس کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں!

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نام خدا تعالیٰ نے نوح بھی رکھا ہے۔ مگر اس لئے کہ دونوں میں بہت سی باتوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ذیل میں صرف ان مشابہتوں کا ذکر کروں گا جو دونوں کے درمیان بلحاظ ان کی اولاد کے پائی جاتی ہیں۔

پہلی مشابہت۔ حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام بھی آدم رکھا۔

دوسری مشابہت۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے خاندان کی عادت کے برخلاف خدا کے حکم کے ماتحت بڑی عمر میں شادی کی تھی۔ شادی کے وقت سودی روایات کے لحاظ سے آپ کی عمر پانچسو سال کے قریب تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب الٰہی ارشاد کے ماتحت شادی کی۔ اسوقت آپ کی عمر ۵۰ سال کے قریب تھی۔

تیسری مشابہت۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شادی میں تاخیر کی دو وجہ لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ انھیں علم دیا گیا تھا کہ طوفان آنیوالا ہے اس لئے انھوں نے کہا کہ اگر میں شادی کروں تو جو اولاد ہو گی وہ بھی ہلاک ہو جائے گی۔ اسلئے کیا فائدہ۔ لیکن بعد میں خدا نے شادی کا حکم دیا۔ دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ درحقیقت خدا نے ان کی حالت ایسی کر دی تھی کہ ان میں گویا مردمی کی قوت ہی نہ تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب شادی کی تو آپ کی یہ قوت بھی جیسا کہ حضور تحریر فرماتے ہیں کالعدم تھی۔ مگر جب آپ نے دعا کی۔ تو الہام کے ذریعہ آپ کو ایک دوائی بتائی گئی۔ جس سے وہ حالت رفع ہو گئی اور کامل صحت و طاقت حاصل ہوئی۔

(تریاق القلوب)

چوتھی مشابہت۔ تالمود میں لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام چونکہ اپنے زمانہ میں نیک اور صالح تھے۔ اور خدا نے چاہا کہ حضرت نوح کی اولاد تمام زمین پر پھیلے۔ اس لئے خدا نے

حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ تم ایک شادی کرو تا اس سے اولاد ہو۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اس سے وہ پیدا کرے جو ان نوروں کی جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔"

(تذکرہ صفحہ ۳۷)

نیز فرماتے ہیں۔ "خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا۔ اور وہ قوم کے سیّد ہوں گے۔ اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا۔ اور اس سے اولاد ہوگی۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۳۵)

پانچویں مشابہت۔ تب حضرت نوح علیہ السلام نے خدا کے حکم کے ماتحت اخنوخ (Emoneh) کی لڑکی سے شادی کی جس کا نام نعمت تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق دہلی میں سادات کے ایک مشہور خاندان میں ہوئی یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم و مغفور کی دختر نیک اختر سے جسے خدا تعالیٰ نے الہام اذکر نعمتی رأیت خدیجتی میں قرار دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت نوح کی بیوی کا صحیح نام نعمت ہی تھا۔

چھٹی مشابہت۔ نعمت سے حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے ہوئے۔ جن سے اولاد چلی۔ یافث۔ حام۔ سام اور تینوں بڑے ہوئے اور حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق نیکوکار اور اللہ تعالیٰ کے راستہ پر قائم ہوئے۔

(دی تالمود سلیکشنز۔ ترجمہ ایچ پولینو صفحہ ۲۳-۲۴)

تورات اور دوسری کتب یہود کی روایات کے مطابق پہلے سام پھر حام پھر یافث پیدا ہوئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی خواب میں تین جوان لڑکوں کو خوشخبری دی گئی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۵۹)

چنانچہ وہ تین ۳ لڑکے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ اور صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ جو حضور کی تعلیم کے مطابق تقویٰ اور نیکو کاری میں بڑھتے گئے اور صراط المستقیم پر قائم ہوئے۔

ساتویں مشابہت جیوئش انسائیکلوپیڈیا میں زیر لفظ نوح عربی لٹریچر کے ماتحت لکھا ہے۔

جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

یعنی حضرت نوح کی ایک اور بیوی بھی تھی۔ جس کا نام واُلیہ تھا۔ جو اپنے بیٹے کی طرح کافرہ تھی۔ اور جو اپنے لڑکے کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیوی جو حضرت اقدس کے ان رشتہ داروں کے رنگ میں رنگین تھی۔ جو دین سے سخت لاپروا تھے۔ اسے "پھجے دی ماں" یعنی مرزا فضل احمد کی ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۳۴)

اور جسے آخر کار ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدس نے طلاق دے دی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۵)

اس نے بھی غیر احمدی ہونے کی حالت میں وفات پائی۔ جیسے اس کے بیٹے مرزا فضل احمد صاحب نے۔ پس ماں اور بیٹا دونوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر بغیر ایمان لاتے وفات پائی۔ جیسا کہ

حضرت نوح کی پہلی بیوی اور بیٹے نے

یبنی ارکب معنا

مولوی محمد علی صاحب نے انگریزی ترجمۃ القرآن میں اسی امر کو ترجیح دی ہے کہ وہ لڑکا جو غرق ہوا ۔ وہ حضرت نوح کا صلبی لڑکا نہ تھا۔ بلکہ ان کی بیوی کا پہلے خاوند سے تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو طوفان اور کشتی بنانے کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ السلام سے مشابہت ہے وہ روحانی رنگ میں بھی ہے۔ چنانچہ حضور اپنی وحی واصنع الفلک باعیننا ووحینا کو لکھ کر جو حضرت نوح کو بھی ہوئی تھی فرماتے ہیں "اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لیئے اس کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھیرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے جس کے کان ہوں سنے۔" (اربعین نمبر ۴ حاشیہ صفحہ ۷)

اس لحاظ سے آپ کے روحانی اہل وہی تھے جنہوں نے آپ کو اسی رنگ میں مانا اور منکرین خلافت بھی حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اسی کے مطابق لکھتے رہے "کہ ہم اسی وقت ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہم ان آسمانی نشانوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کی وساطت سے اس زمانہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو پھر ہمارا ایمان ہمارے منہ کی ایک بات ہے۔ جو محض لاف ہی لاف ہے۔ اور جس کی اصلیت کچھ نہیں۔"

(ریویو جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۲۰۹)

لیکن وہی بعد میں لکھنے والے امیر منکرین خلافت اس حد تک دور نکل گئے کہ آپ کی وحی کو بھی حدیث سے ادنیٰ مرتبہ کا بتایا۔ نیز کہا کہ آپ کے دعویٰ کو نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص مسلمان ہی کہلائے گا اور نجات پا سکتا ہے۔ اس طرح وہ اس وحی اور تعلیم اور بیعت والی کشتی نوح سے جو اس زمانہ میں خدا نے تیار کی تھی۔ علیحدہ ہو کر گویا ایک

پہاڑ پر جا کر کھڑے ہوئے اور خیال کیا کہ اب وہ اس طرح ترقی پائیں گے اور نہ صرف خود نجات پائیں گے۔ بلکہ دوسروں کی نجات کا بھی موجب ہوں گے۔ لیکن ان کی یہ حالت بالکل نوح کے بیٹے کی حالت کے مشابہ تھی۔ جیسے حضرت نوح نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے ارکب معنا ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ کیونکہ آج اس طوفان سے سوائے اس کے کہ جس پر خدا کا رحم ہو کوئی بچانے والا نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے روحانی بچوں کی یہ دوری کی حالت ان کے ابیر کی صورت میں دکھائی گئی کہ وہ اتنی دور نکل گئے ہیں کہ وہ میری وحی تعلیم اور بیعت کو مدار نجات نہیں سمجھتے۔ اس لئے حضرت نوح کی طرح حضور نے بھی اسے مخاطب کر کے عالم رویا میں ندا دی۔ "آپ بھی صلح اور نیک ارادے رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔" کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ صرف احمدیہ جماعت ہی ایسی ہے کہ جن کا دین دشمنوں کی دست برد سے بچے گا۔ ہر ایک بنیاد جو سست ہے۔ اس کو شرک اور دہریت کھاتی جائے گی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی۔ اور شیطان اس پر غالب نہیں آئے گا۔ گویا آپ نے فرمایا کہ دوسروں کے ساتھ ملنے سے تم اپنے آپ کو غرق ہونے سے نہیں بچا سکو گے اور آہستہ آہستہ تم اور تمہاری اولادیں شرک اور دہریت کا شکار ہوتی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ معاملہ رہا ہے کہ باوجود یوسف نام ہونے اور رب السجن احب الی کی دعا کے الہام ہونے اور مقدمات کے ہونے کے آپ کو اللہ تعالیٰ نے قید سے بچا لیا۔ باوجود مسیح نام پانے کے صلیب سے بچایا۔ بلکہ کاسر صلیب کا لقب عطا فرمایا باوجود ابراہیم اور محمد نام پانے کے یہ نوبت نہ پہنچی کہ آپ کو ہجرت کرنی پڑی۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ولا تکلمنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون وعدا علینا حق۔ جن کے متعلق حضور نے فرمایا ہے کہ میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے جو دنیا کے ہموم و غموم میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ ضرور تھا کہ بعض کو صحیح راستہ کی طرف لوٹنے کی توفیق نہ ملتی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ندا کہ "آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ" کے نتیجہ میں

جو آپ نے منکرین خلافت کو عالم خواب میں دی۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں پھر اس کشتی نوح میں بیٹھنے کی توفیق بخشے۔ اور وہ غرق ہونے سے بچا لئے جائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خاکسار جلال الدین شمس از لندن

لفظ امّ المومنین پر اعتراض اور اسکا جواب

ام المومنین کے لفظ کے متعلق بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ یہ لفظ صرف نبی کی بیویوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ کے نام کے ساتھ کیوں لگایا جاتا ہے یہ اعتراض بھی ان کا خلافت کے بعد دہرایا گیا اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے مسئلہ کی اسی سے تائید ہوتی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بھی بعض کو پیدا ہوا۔ اور حضرت کے حضور پیش ہوا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا جو جواب دیا وہ ایک قطعی حجت ہے اور وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام حکم عدل تسلیم کرتا ہے اس کے لئے اس کے بعد یارائے دم زدن نہیں۔

پس میں حضرت اقدس کا دیا ہوا جواب الحکم ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ سے پیش کرتا ہوں۔

" فرمایا۔ اعتراض کرنے والے بہت ہی کم غور کرتے ہیں۔ اور اس قسم کے اعتراض صاف بتاتے ہیں کہ وہ محض کینہ اور حسد

کی بنا پر کیے جاتے ہیں۔ ورنہ نبیوں یا ان کے اظلال کی بیویاں اگر امہات المومنین نہیں ہوتی ہیں تو کیا ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سنت اور قانون قدرت کا اس تعامل سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی کسی نبی کی بیوی سے کسی نے شادی نہیں کی۔ ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے جو اعتراض کرتے ہیں۔ (کہ ام المومنین کیوں کہتے ہو) پوچھنا چاہیے کہ تم بتاؤ۔ جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے ذہن میں ہے اور جسے تم سمجھتے ہو کہ وہ آکر نکاح بھی کرے گا۔ کیا اس بیوی کو تم ام المومنین کہو گے یا نہیں۔

مسلم میں تو مسیح موعود کو نبی ہی کہا گیا۔ اور قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے۔"

(الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

حضرت ام المومنین کی ایک امتیازی شان

گزشتہ صفحات میں میں نے حضرت ام المومنین کے متعلق اس وحی کا ذکر کیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔ اور یہ بھی آپ کی امتیازی شان کا اظہار ہے لیکن ایک اور خصوصیت کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں آپ منفرد ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ شرف عطا فرمایا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجیت کی عزت دی

اور آپ کے وجود سے بہت سے نشانات اور آیات و برکات کو مخصوص فرمایا ان میں سے ایک بڑی برکت اور سعادت آپ کے حصہ میں یہ آئی کہ

وہ حضرت مسیح موعود کے مبشر مصلح موعود کی ماں ہیں

اور آپ کے بطن شریف سے وہ اولوالعزم اور عظیم الشان انسان پیدا ہوا جس کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی تھی اور حضرت مسیح موعود نے بڑی تحدی اور شوکت کے ساتھ پیشگوئی فرمائی تھی گویا حضرت ام المومنین ایک نبی کی زوجہ اور اس نبی کے خلیفہ اور مصلح موعود کی والدہ محترمہ ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص انعام اور فضل ہے۔ حضرت ام المومنین نے خدا تعالیٰ کی اس نعمت پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار تشکر کیا ہے۔

حضرت ام المومنین کا اظہار تشکر اور جماعت کو دردمندانہ نصیحت

میں اپنے خدا کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھ ناچیز کو اپنے پاک و بزرگ مسیح

کی زوجیت کے لئے چنا اور میرے سر کو اپنے انتہائی انعام کے تاج سے مزین فرمایا۔ اور پھر میں اپنے خدا کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اس نے میرے بیٹے محمود کو مصلح موعود کے مقام پر فائز کر کے میری عمر کے آخری حصہ میں مجھے ایک دوسرا تاج عطا کیا۔ پس مجھے میرے اوپر کی طرف سے بھی تاج ملا۔ اور میرے نیچے کی طرف سے بھی۔ اور یہ میرے خدا کا سراسر فضل و احسان ہے۔ جس میں میری کسی خواہش اور کسی عمل اور کسی استحقاق کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں۔ اور یہ دو تاج صرف میرا ہی حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ میری پیاری جماعت بھی ان میں میرے ساتھ برابر کی حصہ دار ہے مگر خدا کا ہر خاص انعام اپنے ساتھ خاص ذمہ داریوں کو بھی لاتا ہے اور میری یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی اور جماعت کو بھی ان اہم ذمہ داریوں کے پورا کرنے کی توفیق دے جو اس کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہیں۔ اے ہمارے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین والسلام (ام محمود)

(فرقان جلد ۳ نمبر ۳ ۵ر اپریل ۱۹۴۴ء)

آپ کے وجود کو میں تو مجموعہ برکات و آیات یقین کرتا ہوں ان آیات میں سے آپ کی درازی عمر بھی ہے جو حضرت مصلح موعود کے ظہور اور دعویٰ کے لئے ایک حجت نیرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی پیشگوئی بالاتفاق ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کی گو اب منکرین مختلف قسم کے شبہات پیدا کرنے کی سعی ناکام کرتے ہیں۔ مجھے یہاں مصلح موعود کی صداقت کے دلائل بیان نہیں کرنا ہے بلکہ حضرت ام المومنین کی سیرت کے ساتھ اس کا جو تعلق ہے اسے ظاہر کرتا ہے اس لئے کہ مصلح موعود کی صداقت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جائے گا اور خاکسار کے زیر نظر بھی ایک تالیف ہے۔

حضرت مصلح موعود کے متعلق جو اعلان ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو شائع ہوا تھا اس کے متعلق یہ امر تو ثابت شدہ ہے کہ وہ دو لڑکوں کی پیدائش کے متعلق تھا جن میں سے ایک اپنی صغیر سنی میں فوت ہو کر ایک نشان بننے والا تھا اور دوسرا اولوالعزم مصلح موعود جس کا ظہور اپنے وقت پر ہونے والا تھا۔ اس مصلح موعود کے متعدد نام خدا کی وحی میں آئے ہیں اور

جوں جوں اس کے ظہور کا زمانہ قریب آتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کے ناموں اور اس کے ذاتی کاموں کی صراحت مختلف اوقات میں فرمائی مگر اسی رنگ میں اور اسی اصل پر جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئیوں کے متعلق مقرر کر رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع سے اس امر کے منتظر رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلق الصبح کی طرح بشارت ملے تو آپ مصلح موعود کا اعلان فرمادیں گو آپ مختلف رنگوں میں آنیوالے مصلح موعود کو نامزد کرتے رہے جیسا کہ رسالہ مصلح موعود میں اس کی صراحت آئے گی۔ بالآخر ۲۰ جون ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصلح موعود کے صفاتی اسماء کے متعلق وحی ہوئی اور وہ حسب ذیل ہے۔

"بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمدؐ صاحب کے گھر میں۔ یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے دو نام ہوں گے۔

(۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب

(ا) "یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے۔ اور ان کی تعبیر اور تفہیم یہ ہے:۔

(۱) بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لئے بشارت دینے والا ہوگا۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد یا اس کی ہوش سنبھالنے کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی۔ اور گروہ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا۔ اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔

(۲) عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے۔ دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا۔ غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ بشیر الدولہ کہلائے گا اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لئے قیامت کا نمونہ ہوگا۔ عالم کباب کے نام سے موسوم ہوگا۔

خدا تعالیٰ کے اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے سرکش لوگوں کے لیے کچھ اور مہلت منظور ہے۔ تب بالفعل میاں منظور محمد[1] صاحب کے گھر لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہو گی۔ اور لڑکا بعد میں ہوگا۔ مگر ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کا نشان ہے۔ اور اگر دنیا پر جلد عذاب کا وقت آپہنچا ہے۔ یعنی عذاب عظیم کا وقت تب ابھی لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام **بشیر الدولہ اور شادی خاں اور کلمۃ اللہ خاں اور عالم کباب** ہو گا۔ اور دنیا کے لئے نیکوں کے لئے اور نیز بدوں کے لئے خدا کا نشان ہو گا۔ یہ اسی قسم کا نشان ہے۔ جیسا کہ عزریا نبی نے حزقیاہ بادشاہ کے لئے فرمایا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عنقریب دو نشان ظاہر ہونگے۔ پس اگر دو نشان ظاہر ہونے والے جو عنقریب ہیں وہ اور ہیں تو اس صورت میں بھی اب کی مرتبہ ان کے گھر میں لڑکی پیدا ہو گی۔ نہیں تو اب کی دفعہ ہی لڑکا پیدا ہو گا اور وہ خدا کا نشان ہو گا۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرا نشان ظاہر ہو گا۔ اور وہ لڑکا نیکوں کے لئے اور اس سلسلہ کے لئے ایک سعد ستارہ کی طرح مگر بدوں کے لئے اس کے برخلاف ہو گا۔"

(ب) "وہ خدا کا کلمہ ہو گا۔ جو ابتدا سے مقرر تھا۔ اس زمانہ میں پورا ہو جائے گا۔ اور **ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے۔ جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو**۔ اور گزشتہ الہام **لے ورڈ اینڈ ٹو گرلز**۔ اسی پیشگوئی کو بیان کرتا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔ کیونکہ میاں منظور محمد کی دو لڑکیاں ہیں۔ اور جب کلمۃ اللہ پیدا ہو گا۔ تب یہ بات پوری ہو جائے گی۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔"

(بدر جلد ۲ ۲۴ صد ۲ حاشیہ)

---

[1] فرمایا۔ کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ بشیر الدولہ کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایسا لڑکا میاں منظور محمد کے پیدا ہو گا جس کا پیدا ہونا موجب خوشحالی اور دولت مندی ہو جائے۔" (بدر جلد ۲ مش ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء)

اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیسا کہ حاشیہ بالا سے ظاہر ہے یہ صاف کر دیا تھا کہ منظور محمدؐ سے کس کی طرف اشارہ ہے معلوم نہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ حضرت کا رجحان یہ ضرور تھا کہ اس سے صاحبزادہ منظور محمد ہی شائد مراد ہوں۔ مگر یہ حقیقت ہے اور میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اسی دن جب یہ الہامات میں نے سنے ظہر کی نماز کے بعد خاکسار شیخ غلام احمد مرحوم کی دوکان میں آکر بیٹھا ہوا تھا اور میں نے ان سے کہا کہ حضرت اقدس کو اجتہادی غلطی لگ رہی ہے۔ یہاں پیر منظور محمدؐ مراد نہیں خود حضرت ہی مراد ہیں اور آپ کا ہی نام منظور محمدؐ ہے اور محمدی بیگم آپ کی ہی زوجہ محترمہ ہیں۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت نانا جان میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ آئے اور آکر فرمایا او شیخا! کیا بحث کرتے ہو۔ شیخ صاحب مرحوم نے فرمایا کہ شیخ صاحب کا یہ خیال ہے کہ حضرت اقدس کو اجتہادی غلطی لگ رہی ہے۔ حضرت میر صاحب نے مجھے مناسب ہدایت کی مگر میں سنتا رہا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب پیر منظور محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تب میں نے ایک روز اس سلسلہ میں اسی مقام پر کہا کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے اس اجتہادی غلطی واضح کر دی اب پیر منظور محمدؐ صاحب کے اولاد کا موقعہ نہ رہا۔ حضرت میر صاحب نے اس مرتبہ فرمایا کہ یہ پیشگوئی میر محمدؐ اسحاق صاحب کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے سے پوری ہو گی میں نے کہا یہ ہرگز نہ ہو گا اس پر حضرت میر صاحب کو طیش آیا اور مجھے فرمایا کہ

تو نہیں چاہتا کہ میرے لڑکے کے گھر میں موعود پیدا ہو

میں نے جواب دیا یہ موعود آپ کی اولادی میں ہو گا۔ فرق اتنا ہے کہ آپ کہتے ہیں میرے لڑکے کے گھر میں ہو گا اور میں کہتا ہوں آپ کی لڑکی کے گھر میں۔ میں تو نہیں چاہتا کہ آپ کے لڑکے گھر میں نہ ہو مگر کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی لڑکی کے گھر میں نہ ہو۔ اس پر حضرت مرحوم خاموش ہو گئے۔ اور میں اور کثیر التعداد لوگ یہی سمجھتے تھے کہ وہ آپ ہی کی اولاد میں سے ہو گا اور وہ

وہی اولوالعزم بشیر الدین محمود احمد ہے

اسی اجتہادی غلطی کی بنا پر حضرت صاحب نے اس وقت ایسا لکھا۔ بہرحال مصلح موعود کے ظہور کے علامات میں اس امر کو واضح کیا کہ ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود کے ظہور کے وقت حضور کا وصال ہو چکا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجودیکہ جماعت کے علماء و صلحا عوام و خواص ان آثار اور کاموں سے جو مصلح موعود کے تھے یہ یقین کرتے تھے کہ حضور مصلح موعود ہیں مگر آپ نے اسوقت تک اس کا اعلان نہ فرمایا جب تک خدا تعالیٰ نے آپ پر ایک رویا صالحہ کے ذریعہ کامل انکشاف نہ کر دیا اور تب آپ نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اس کا اعلان ہوشیارپور لودہانہ لاہور دہلی میں کیا۔ ہوشیارپور کو اس لئے اہمیت اور خصوصیت تھی کہ یہ پیشگوئی ہوشیارپور ہی سے کی گئی تھی اس موقعہ پر (۲۰ فروری ۱۹۴۴ء) کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح مصلح موعود نے فرمایا:-

حضور نے فرمایا آج سے پورے اٹھاون سال پہلے جس کو آج انسٹھواں سال شروع ہو رہا ہے۔ ۲۰ فروری کے دن ۱۸۸۶ء میں اس شہر ہوشیارپور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے ایک ایسے مکان میں جو کہ اس وقت شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کا طویلہ کہلاتا تھا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں رہایش کا اصلی مقام نہیں تھا۔ بلکہ ایک رئیس کے زائد مکانوں میں وہ ایک مکان تھا۔ جس میں شائد اتفاقی طور پر کوئی ٹھہر جاتا ہو یا اسٹور بنا رکھا ہو یا حسب ضرورت جانور باندھے جاتے ہوں۔ قادیان کا ایک گمنام شخص جسکو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے۔ لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو اسلام اور بانیٔ اسلام سے وہ رکھتے تھے اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اسکی نصرت اور مدد طلب کرنے کے لئے آیا اور چالیس دن علیحدگی میں اس نے خدا تعالیٰ سے تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ

نشان یہ تھا کہ میں تم کو نہ صرف یہ کہ جو تمھارے ساتھ میرے وعدے ہیں ان کو پورا کروں گا۔ بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کے لیئے میں تمھیں ایک خاص بیٹا دوں گا وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہوگا اور دینی و دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لیئے ضروری ہیں اسے عطا کیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے لمبی عمر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی۔

یہ اعلان بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہوشیارپور سے شایع فرمایا اور اسوقت شایع فرمایا جب کہ ابھی تک سلسلہ احمدیہ کا وجود نہیں تھا۔ قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں تک دنیوی وجاہت کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے ذاتی طور پر کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا خاندان ایک معزز زمیندار خاندان تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے عہد میں اس خاندان کو بڑی عزت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں بھی اس خاندان کے افراد کو بعض معزز عہدے حاصل رہے۔ لیکن وہ خاندان قدیم عزت کھو چکا تھا۔ اور بعض وجوہ سے انگریزی زمانہ میں اس کی جائداد کا اکثر حصہ ضبط ہو چکا تھا اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیوی حیثیت ایک معمولی زمیندار کی سی تھی اور پھر آپ کو اپنی عزت بڑھانے کا بھی شوق نہ تھا۔ باپ نے انھیں بار بار توجہ دلائی کہ وہ ملازمت اختیار کریں۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ ایسا شخص اس زمانہ میں اعلان کرتا ہے کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسلام کو پھیلائے گا۔ اور پھر میرے کام کو لمبا کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ مجھے ایک خاص بیٹا دے گا جو ۹ سال کے اندر پیدا ہوگا۔ اور ان خاص صفات سے متصف کرے گا۔ اور میرا جانشین ہوگا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ خبر ایسی زبردست خبر ہے کہ جو شخص بھی غور کرے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسی خبر خدا کی طرف سے ہی

ہو سکتی ہے۔ کوئی انسان ایسی خبر دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آخر یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور بڑی شان کیساتھ پوری ہوئی۔

حضور نے فرمایا جس لڑکے کا میں نے ذکر کیا ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔ میرے ذریعہ اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں۔ اس لئے جماعت کا اصرار تھا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کروں مگر میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ گزشتہ جنوری کے مہینہ میں لاہور میں مجھے ایک رویا دکھایا گیا جس میں مجھے بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں۔ حضور نے اس موقعہ پر رویا کا تفصیل سے ذکر کیا اور فرمایا میں اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے جو رویا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح ہوئی ہے۔ الا ماشاء اللہ کچھ خفیف سا فرق نظارہ کے بیان کرنے میں ہو گیا ہو تو علیحدہ بات ہے۔ پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے۔ جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچایا ہے۔

اس تقریر کے بعد مبلغین سلسلہ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو پیشگوئی شائع فرمائی تھی کہ مصلح موعود کے ذریعہ احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک روشن ہو گا۔ وہ کس شان اور عظمت سے پوری ہوئی ہے۔

آخر میں حضور نے فرمایا۔ میں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں۔ زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں۔ ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ حکومتیں اگر اس کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی۔ بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ لوگوں کے دل سخت ہوں گے۔ تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھوں سے ملیں گے۔ یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہیگا۔ اس کے بعد حضور نے احباب کو جانے کی رخصت عطا فرمائی اور دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے تاثرات

میں کسی دوسری جگہ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب مرحوم کے "تاثرات حضرت ام المومنین کی سیرت کے متعلق لکھ آیا ہوں اب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے "تاثرات بھی درج کرتا ہوں اگرچہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (مولوی محمد علی صاحب رئیس المنکرین خلافت کے خسر) اپنی تحریروں میں اختلاف کے بعد نیش زنی کرتے رہے ان کا معاملہ اب خدا تعالیٰ سے ہے خود ان پر حقیقت کھل چکی ہوگی۔ مجھے ضرورت نہیں کہ ان کے اس طرز عمل پر اس جگہ کوئی بحث کروں مجھے یہ دکھانا ہے کہ باوجود معاند ہونے کے انھوں نے جب مجدد اعظم لکھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے واقعات کے ذکر میں حضرت ام المومنین کے صبر جمیل اور رضا بالقضا کا بھی ذکر کیا۔ مصیبت اور ابتلا کے وقت ہی دراصل انسان کے حقیقی ایمان باللہ کا پتہ چلتا ہے اور عزیزوں کی موت سب سے بڑا امتحان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

یعنی اس خدا نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ کون تم میں سے اچھے اعمال بجالاتا ہے۔

حیات پر بھی انسان بعض وقت نازاں ہو کر نخوت و غرور کی لہروں میں بہہ جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے انعامات کا شکر کرنے کی بجائے اس سے دور چلا جاتا ہے اور موت کے وقت بجائے صبر اور رضا بالقضا کے جزع فزع کرتا اور ایسے ناگفتنی الفاظ کہہ اٹھتا اور ایسے حرکات بے صبری میں ظاہر کر دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے غضب کا موجب ہو جاتے ہیں۔ پس موت بجائے خود انسان کے امتحان اور آزمائش کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اب غور کرو کہ

حضرت ام المومنین پر وہ حادثہ گزرا جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت بڑا تھا اور خود اللہ تعالےٰ کی اس وحی میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اُتری اسے بھی تو بھاری فرمایا گیا ہے۔ ایسے حادثہ کے وقت کمزور انسان اس وقت تک خدا کی مشیت سے صلح نہیں کر سکتا جب تک خود اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم نے اس کے قلب کو پاک نہ کر دیا ہو اور اس کی محبت اس کا بغض محض اللہی کے لئے نہ ہو گیا ہو۔ اب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے الفاظ میں اس ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے الفاظ میں جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت طیبہ اور اہل بیت کے خلاف لکھنے کے لئے اپنے زور قلم کو ختم کر دیا ہو سنو چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"حضرت اقدس کی زوجہ محترمہ نے اس وقت صبر جمیل کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ جس سے حضرت اقدس کی قوت قدسی کا پتہ لگتا ہے حضرت کی بیماری کے دوروں میں آپ برابر چارپائی کے پاس برقع اوڑھے بیٹھی رہیں اور دعا کرتی رہیں اور کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتی تھیں کہ اے حی وقیوم خدا، اے میرے پیارے خدا، اے قادر مطلق خدا، اے مردوں کو زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔ اے وحدہٗ لاشریک خدا میرے گناہوں کو بخش میں گنہگار ہوں۔ اے میرے مولیٰ میری زندگی بھی ان کو دیدے۔ میری زندگی کس کام کی ہے یہ تو دین کی خدمت کرتے ہیں۔

بارہا آپ کی زبان پر یہی کلمات تھے اور آخر جب حالت بالکل نازک ہوگئی تو فرمایا۔

اے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں مگر تو نہ ہمیں چھوڑیو

اور حضرت اقدس کی وفات پر آپ نے کسی قسم کا جزع فزع نہیں فرمایا اور جب دیگر مستورات نے رونا شروع کیا تو آپ نے جھڑک دیا کہ میرے تو وہ خاوند تھے جب میں نہیں روتی تو تم رونے والی کون ہو۔"

غرضیکہ صبر و استقلال کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا

(مجدد اعظم صفحہ ۱۲۱۰)

اگرچہ الفاظ اور اسلوب بیان میں کچھ فرق ہو مگر اس سارے واقعہ میں جو حقیقت نمایاں ہے وہ حضرت ام المومنین کی سیرۃ طیبہ کے بلند مقام کی راہ نمائی کرتی ہے۔

حضرت ام المومنین کی سیرۃ مطہرہ کچھ شبہ نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی کا ایک ثبوت ہے۔ مگر قرآن مجید کی نص صریح حضرت ام المومنین کی ذاتی طہارت اور طیب زندگی کو بھی ثابت کر رہی ہے۔ جیسا کہ اللہ کریم نے فرمایا الطیبات للطیبین۔ پھر اس المیہ کے وقت حضرت ام المومنین کی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی ہی طرف تھی وہ اللہ تعالیٰ کی قوتوں اور صفات پر ایمان رکھتی تھیں اور آخری اور پہلا علاج ہر مصیبت کا یہی سمجھتی تھیں اور سمجھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے دعا کیجاوے چنانچہ اس سارے وقت کو آپ نے دعاؤں میں گزارا۔ اور بالآخر جب آپ نے دیکھا کہ قضائے الٰہی نافذ ہو چکی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے وہ دعا کی جو اپنے اندر مردہ دلوں میں زندگی پیدا کرنے کا اثر رکھتی ہے اور ہموم و غموم کی شب تار میں روشنی کا مینار بن جاتی ہے

پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں مگر تو نہ چھوڑیو

میں ہر صاحب دل اور قرآن کریم کے اس اصول پر (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) (وہ مضطر کی دعا سننے والا کون ہے) یعنی اضطرار میں خشوع و خضوع سے جو دعا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے واقعہ نے ایک خاص کیفیت حضرت سیدہ پر طاری کر دی تھی اور اس حالت کرب و اضطراب میں اپنے پیارے خدا کو پکارا۔

کہ تو ہم کو نہ چھوڑیو

کیا یہ دعا رد ہو سکتی ہے؟ اس دعا کے الفاظ کو خدا کے فرشتے قبولیت کے لیے بارگاہ رب العزت میں عزت و احترام سے لیجا رہے تھے اور آسمان زمین کے قریب ہو گیا تھا اور خدا تعالیٰ کا وہ مبشر وعدہ جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا

انی معک و مع اھلک

میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں

ان الفاظ میں جھلک رہا تھا۔ اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ

خدا کی محبت کا ثبوت ہر آن ہوتا رہتا ہے

افسوس اس نادان پر جو اس کے بعد بھی کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اور ذریات طیبہ جو خدا تعالیٰ کی بشارتوں اور وعدوں کے مصداق اور مبشر و موعود اور شعار اللہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو بھول گئے۔

اف لکم ایھا المفترون

مصلح موعود کے متعلق کچھ اور

اس کتاب کا یہ موضوع نہیں بلکہ اسپر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور کرم سے ایک مفصل کتاب زیر تالیف ہے یہاں اس سلسلہ میں کہ حضرت ام المومنین (اطال اللہ عمرہا) کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ رسول جو موعود اقوام عالم ہے اور جسکی آمد و بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمد فرمایا اور امت کی حفاظت و صیانت کا اسے آخری حصار قرار دیا) کی

وعدہ کی زوجہ ہیں

اسیطرح خدا تعالیٰ کے وعدہ کی اولاد کی ماں ہے وہ اولاد جو مبشر ہے اور اسی اولاد میں وہ عظیم الشان اولو العزم موعود بھی ہے جو خدا تعالیٰ کی الہامی بشارتوں میں مصلح موعود ہے۔ چونکہ بعض وہ لوگ جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے خلافت راشدہ کو بھی قبول کر کے خلافت ثانیہ کے زمانہ میں انکار کر دیا اور مصلح موعود ہونے پر بھی اعتراض کیا ہے اسلئے میں یہاں ان میں سے بعض کے ان بیانات کو دیدینا چاہتا ہوں جو اختلاف سے پہلے وہ دے چکے ہیں عقلمند آدمی کے لئے ان سے نتیجہ نکالنا آسان ہے۔

(۱) مرزا خدا بخش صاحب کی شہادت

مرزا خدا بخش صاحب جھنگ کے رہنے والے تھے اور سلسلہ کے ابتدائی ایام میں انھیں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کی ملازمت کے سلسلہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ اور خدمات کا موقعہ ملا۔ حضرت کی زندگی میں انکو بعض تقویٰ سے گرے ہوئے شبہات پیدا ہوئے تھے مگر وہ جماعت سے وابستہ رہے خلافت ثانیہ کے وقت وہ اپنے لاہوری دوستوں کیساتھ شریک ہو گئے۔ اور اب کچھ عرصہ ہوا وہ اس دنیا سے گزر گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ستاری فرمائے۔

انھوں نے حضرت اقدس کی زندگی میں ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام عسل مصفیٰ تھا اس میں انھوں نے

مصلح موعود کے متعلق یہ اقرار شایع کیا تھا کہ وہ موجودہ اولاد میں سے ایک ہے۔ بعد میں منکرین خلافت نے اسے تین سو برس کے بعد آنیوالے پر پیشگوئی کو لمبا کرنا چاہا مگر خدا تعالیٰ نے

مصلح موعود کو ظاہر کر دیا

مرزا خدابخش صاحب لکھتے ہیں:۔

ایک دفعہ ایسے وقت میں جبکہ ابھی تک مسیح موعود کی کوئی اولاد نئی زوجہ سے جو ایک بڑے مشہور خاندانِ سادات سے تھیں نہیں ہوئی تھی پیشگوئی کی کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام کو پھیلائے گا۔ اس کا نام بشیر اور عمانوایل ہوگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دیکھو ضمیمہ ریاض ہند مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سو یہ پیشگوئی بھی بکمال صفائی پوری ہوگئی اسوقت تک چار ہی لڑکے موجود ہیں جن میں سے ایک وہ موعود بھی ہے جو اپنے وقت پر اپنے کمالات ظاہر کریگا اور جو حضرت اقدس کا جانشین ہوگا۔" (عسل مصفی جلد ۲ صفحہ ۸۲ ۱۹۰۱ء)

(۲) جناب مولوی محمد احسن صاحب مرحوم و مغفور کا بیان

جناب مولوی سید محمد احسن صاحب حضرت اقدس کے دعوئ مسیحیت کے آغاز میں بڑے قلمی معاونین اور مخلصین میں تھے خلافت ثانیہ کے انتخاب تک وہ خلافت ثانیہ سے وابستہ رہے بعد میں بعض حالات ذاتی کیوجہ سے انھیں لغزش ہوئی لیکن بالآخر خدا تعالیٰ نے انکا خاتمہ بالخیر کر دیا اور انھوں نے توبہ کر کے خلافت سے وابستگی اختیار کرلی۔ انھوں نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۶ جنوری ۱۹۱۰ء کو ایک خطبہ جمعہ دیا جو الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۱۰ء میں ظہور القلم کے عنوان سے شایع ہوا۔ اس خطبہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض نشانات کے پورا ہونے کو بطور شواہد پیش کر کے فرمایا

پس جبکہ صدہا یہ الہام اس زور و شور سے پورے ہوئے تو جو الہام ذریت طیبہ کیلئے ہیں کیا وہ پورے نہ ہونگے کلّا و حاشا ضرور پورے ہونگے۔ ان الہامات پر بھی کامل طور پر ایمان ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ نؤمن ببعض

ونکفر ببعض کی وعید میں کوئی آجاوے. نعوذ باللہ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آثار ان الہامات کے پورے ہونے شروع ہو گئے ہیں. حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے ہماری کل جماعت کے وہ امام ہیں اور انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی غیر معمولی ترقی کی ہے کہ الہام میں بھی اور ہیں نے تو ارہاص کے طور پر یہ سب آثار مشاہدہ کئے ہیں اسلئے میں مان چکا ہوں کہ یہی وہ فرزند ارجمند ہیں جنکا نام محمود احمد سبز اشتہار میں موجود ہے الحمد للہ الذی ھدانا لھذا۔ (الحکم ۱۴ر جنوری ۱۹۱۰ء)

کیا اسمیں کسی قسم کا شک و شبہ ہے. تھوڑے عرصہ میں غیر معمولی ترقی کو انھوں نے الہام میں بیان شدہ ترقی کہا ہے اور وہ وہی ہے جو جلد جلد بڑھے گا کے الفاظ میں ہیں. اور سبز اشتہار والے موعود پر ایمان کا اظہار کر کے اس وعید سے منکروں کو ڈرایا ہے جو نؤمن ببعض ونکفر ببعض سے وارد ہوتی ہے. پھر ایک تقریر میں فرمایا:۔

"ایک یہ بھی الہام تھا کہ انا نبشرك بغلام مظہر الحق والعلا الخ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا جو مسیح موعود کے بارے میں ہے کہ یتزوج ویولد له یعنی آپکے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا. چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں. منجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ الفرقان نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا. اور سنا ہے اور جس قدر معارف اور حقائق بیان کئے ہیں وہ بے نظیر ہیں. اب کوئی انھیں معمولی سمجھے اور کہے. یہ تو کل کے بچے ہیں. ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں. اور کھیلتے کودتے پھرتے ہیں تو یاد رہے یہ فرعونی خیالات ہیں.

اس میں فرعونی خیالات کا اشارہ جن احباب کی طرف ہے سب جانتے ہیں میں تو ان کے لئے دعائے ہدایت کرتا ہوں.

(۳) جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا فیصلہ

مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے رسالہ اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب میں مصلح موعود کے متعلق ایک فیصلہ کن بات لکھی ہے:۔

"کم از کم میں اپنے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس حلف کے بعد مجھ پر حرام ہوگا کہ میں حضرت میاں صاحب کے عقائد کے خلاف کچھ لکھوں۔ یا میں قبول کر لوں گا۔ یا میں دعاؤں میں الگ جاؤں گا۔ بہرحالی میں خاموش ہو جاؤں گا۔ اگر وہ مصلح موعود ہیں تو پھر وہ حلفاً یہ بیان کریں کہ۔ آیا الہاماً ان کو اطلاع ملی کہ وہ وہی فرزند ہیں جس کا اشارہ سبز اشتہار میں ہے۔" (صفحہ ۳۷)

خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جب حضرت مصلح موعود نے اپنے دعویٰ کا اعلان کیا تو خواجہ صاحب مرحوم اس دنیا سے گذر چکے تھے۔ انھوں نے اپنے جس فیصلہ کا اظہار کیا ہے وہ ان کے رفقا پر اتمام حجت ہے۔ کم از کم ان کو اس دعویٰ کی مخالفت اور انکار تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ طریق تقویٰ یہ تھا کہ وہ خاموش ہو جاتے اور دعاؤں میں الگ جاتے۔ اور اب تو خدا تعالیٰ نے ان کی تائید اور نصرت سے اس پر مہر صداقت ثبت کر دی۔ حضرت مسیح موعود نے حلف موکد بالعذاب کے ساتھ ہوشیارپور، لودھانہ، لاہور، دہلی میں اعلان کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک سال کے اندر ہی لانظیر تائیدات آپ کی کی ہیں۔ اور ہر نیا دن نئی نصرتوں کا جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے یہ ذکر ضمناً آگیا اور یہ حضرت ام المومنین کی ایک امتیازی شان کا مظہر ہے اور اس دعویٰ کے اعلان کے وقت حضرت ام المومنین کی زندگی بھی ایک

اعجازی نشان ہے

وللہ الحمد

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کی ڈائری کا ایک ورق

اگرچہ حضرت ام المومنین متعنا اللہ بطول حیاتھا کی سیرۃ طیبہ کے متعلق بہت سی روایات اور تاثرات میں درج کر چکا ہوں لیکن کچھ اور باقی بھی ہیں ان میں سے حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالیٰ کی ڈائری کا ایک ورق جو نہایت اہم ہے سب سے اول درج کرتا ہوں۔ اس ورق کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ صدر انجمن احمدیہ کے اکابر عموماً اور جناب مولوی محمد علی صاحب کا طریق عمل کیا تھا اور جماعت کے مخلص بزرگ ان کے متعلق کس قسم کے جذبات رکھتے تھے اور ان کا عام اخلاق کس رنگ کا تھا اور حضرت ام المومنین کے ساتھ ان کو قدرتی بغض تھا۔ حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب کو محض اس وجہ سے رضا کارانہ جلسہ کے موقعہ پر خدمت کا موقع نہ دیا گیا کہ وہ حضرت ام المومنین کے حکم سے حضرت سیدہ کے کام کے لئے گئے ہوئے تھے اور حضرت ام المومنین کی خدمت کی عزت و شرف کے مقابلہ میں بھائی جی اور ان کے ہم مشرب لوگ دنیا کی ہر عزت اور دولت کو قربان کر دینے کو عزیز رکھتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالرحمن نے جس نجی کام کا ذکر کیا ہے اور جس کے برکات و ثمرات کا شکر گزاری کے لہجہ میں ذکر کیا ہے وہ الحکم کے صیغہ ادارت میں شمولیت تھی۔ بھائی جی کے ساتھ میرے تعلقات اللہ کے لئے ہمیشہ مخلصانہ رہے اور کبھی ہم میں کسی امر کے متعلق اختلاف بھی ہوا تو اس نے اس محبت کے جذبہ کو کم نہیں کیا۔ مرحوم عرفانی صغیر کی علالت کے دوران میں انہوں نے خود اور ان کی اہلیہ محترمہ نے جس محبت و اخلاص کا عملی اظہار فرمایا وہ مومنانہ اخوت کی ایک شان ہے اور خاکسار کے ساتھ اکثر برتاؤ ہمیشہ ایسا رہتا ہے جیسے دو ماں جائے بھائیوں میں ہو۔ یہ داستان دوسرے وقت پر بیان ہوگی۔ سردست میں ان کی ڈائری کے ایک ورق کو تبرکاً درج کر رہا ہوں۔

محمود مرحوم نے اور میں بھی سیرۃ کے لئے کچھ لکھنے کو کہا تھا مگر ان کی ناسازیٔ مزاج اور بعض افکار نے موقعہ نہ دیا اور میرا دل چاہتا تھا کہ ان کا حصہ اس میں رہے اس لئے اس ورق کو درج کرتا ہوں۔

(عرفانی کبیر)

(۱)

۴ر دسمبر ۱۹۰۷ء کو جب میں احسن گنج کا مشن گنج کوٹہ (راجپوتانہ) سے ایک چیتے کے شکار میں زخمی ہو کر واپس آیا جہاں مجھ ناکارہ غلام کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک عزیز مرزا محمد احسن بیگ صاحب کی اراضیات کی آبادی و انتظام کی غرض سے بھیجا ہوا تھا تو میں نے وجہ معاش کے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے مشورہ چاہا۔ حضور نے فرمایا۔

چھوٹا موٹا جو بھی کام مل سکے کرلو فارغ اور بیکار ہر گز نہ رہنا۔

میں نے ایک کام کا حوالہ دیکر عرض کیا وہ ملتا ہے۔ مگر وہ چونکہ بالکل ایک پرائیوٹ اور ذاتی حیثیت کا ہے۔ اس خیال سے اس کے لئے مجھے انشراح نہیں بلکہ تامل ہے لہٰذا صدر انجمن احمدیہ قادیان میں اگر کوئی کام مل جائے تو اچھا ہو۔ میری خواہش اور عندیہ معلوم کر کے فرمایا۔

بھولے میاں! انجمن کے کام کو تم کیا سمجھتے ہو۔ وہ تم کیا جانتے نہیں کہ وہ کتنا زود رنج اور فیصلہ واقع ہوا ہے اور خلاف مرضی وہ کبھی برداشت ہی نہیں کر سکتا۔

صاحب ممدوح کا مشورہ میں نے سر آنکھوں پر رکھا۔ اور پہلے شخصی کام کو ترجیح دیتے ہوئے اسی کو قبول و اختیار کر لیا۔ اور خدا کا فضل ہوا۔ کہ وہ کام میرے لئے کئی قسم کی برکات و رحمتوں کا موجب ہو گیا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت و معیت میسر آئی۔ اور آخری ایام میں حضور پُر نور کی خدمات بجالانے کی عزت د

توفیق ہوئی تو اسی کام کی بدولت جس کے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخلاص و محبت سے مشورہ دیا تھا۔

(۲)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد جہاں اور کئی قسم کے تغیرات ہوئے۔ نئے نظام قائم ہوئے۔ وہاں ایک تغیر میری ذات سے بھی متعلق ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز کا واقعہ ہے شام کی نماز کے بعد میں مسجد مبارک کے گوشہ نشین پر بیٹھا۔ یاد حبیب اور صحبت محبوب کے زمانہ کی مبارک ساعات کو یاد کر کے لطف اٹھا رہا تھا۔ اچانک ایک آواز آئی۔ نرم اور محبت بھری۔ "میاں عبدالرحمٰن۔ بھائی ذرا ادھر آنا۔" میں نے کہا "خواجہ صاحب بہت اچھا میں حاضر ہوا" مسجد کے ایک طرف محترم خواجہ کمال الدین صاحب مکرم جناب شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ٹھیک یاد نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب بھی تھے یا نہیں۔ آپس میں دیر سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ مجھے مخاطب کر کے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بہت دیر سے سوچ رہے تھے۔ مگر موزوں آدمی کوئی نہ ملا۔ آخر نظر تم پر آن کر ٹھیری۔ اور ہمیں یقین ہے کہ تم اس کام کے اہل ہو۔ کام یہ ہے کہ حضرت کی زندگی میں تو لنگرخانہ کا نظام اور کام کلیتہً حضور کے ہاتھوں میں تھا۔ حضور کی خوشی اور مرضی پر منحصر تھا۔ مگر اب یہ بوجھ بھی انجمن کو ہی اٹھانا پڑ گیا ہے۔ ہم نے بہت سوچ بچار اور غور و پرداخت کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے کہ تم ہی اس کام کیلئے موزوں و مناسب ہو۔ لہذا یہ کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے۔ کل سے اس کام کو ہاتھ میں لے لو۔ خدمت کا موقعہ ہے ہم خرما و ہم ثواب۔

میں سیدنا حضرت اقدس مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حین حیات میں بہت کچھ سن چکا تھا بلکہ حضور کے سفر لاہور کے بالکل آخری ایام میں حضور کی زبان مبارک سے ان بزرگوں کے خیالات اور حضور پر نور کی ناراضگی کے واقعہ کا چشم دید اور گوش شنید گواہ

تھا۔ میں نے عذر کیا۔ اور معافی چاہتے ہوئے کہا۔ واجب الاحترام بزرگو! آپ کے حسن ظن کے لئے شکر گزار ہوں۔ اور خواہش ہے کہ آپ کی یہ حسن ظنی قائم و دائم رہے۔ مگر اس کی یہی صورت ہے کہ آپ بزرگ مجھے اس کام سے معاف رکھیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آج جس کام کا آپ مجھے اہل سمجھ کر موزوں و مناسب خیال فرماتے ہیں کل بالکل نالائق اور نااہل کہنے لگیں گے۔ کیونکہ میں آپ کی مرضی اور خوشی کے مطابق کام نہ کر سکوں گا وغیرہ"۔

میرا جواب سن کر سبھی اصحاب دنگ و ششدر رہ گئے۔ دو ایک مرتبہ سمجھایا اور بات کو دہرایا بھی۔ مگر میری طرف سے انکار پر اصرار ہا کر میرا ہاتھ پکڑا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیش جا کیا جو کہ وہیں مسجد کے شرقی حصہ اور سیڑھی کے جنگلہ کے جنوبی جانب ایک چارپائی پر لیٹے ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ صاحب ممدوح نے مجھ سے ان اصحاب سے عدم تعاون کے لئے جواب طلبی فرمائی۔ مگر میری معروضداشت اور تفصیلی گزارش سن کر مجھے معذور سمجھا اور انہیں کوئی اور انتظام کر لینے کی ہدایت فرما دی۔ چنانچہ اس ڈیوٹی سے سبکدوش ہوا مگر کارکنان انجمن کی بعض مصلحتوں کے ماتحت بہرحال مجھے صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت میں لیا جانا ضروری سمجھ کسی اور کام میں لگا دیا گیا۔

(۳)

۱۹۰۸ء کا جلسہ آیا ڈیوٹیاں لگائی گئیں مجھ ناکارہ کو بھی کسی لائق سمجھ کر سیدنا امام ہمام خیر الانام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت بجالانے کا موقعہ دیا گیا۔ چنانچہ اپنے آقائے نامدار کی قائم کردہ اس یادگار کی تقریب پر اخلاص۔ شوق اور محبت سے اس طرح خدمات بجالانے کی توفیق ملی کہ صدر انجمن احمدیہ نے بھی ایک ریزولیوشن کے ذریعہ اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور حافظ عبدالرحیم صاحب مالیر کوٹلوی مرحوم اور مجھ کو دس دس روپے کا نقد انعام بھی عطا فرمایا۔ میں اور حافظ عبدالرحیم صاحب مرحوم دونوں ملکر انتظام جلسہ میں خدمات بجالاتے رہے۔ مگر اس سے

کہیں بڑھ کر وہ نعمت تھی جو میری حقیقی ماں سے بھی کہیں بڑھ کر میری محسنہ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ازراہ کرم اور غریب نوازی یہ احسان فرمایا کہ خود چلکر غریب خانہ پر تشریف لائیں اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کی ایک دستار مبارک مجھے بطور تبرک دیکر نوازا۔

(۴)

سنہ ۱۹۰۹ء کا جلسہ سالانہ غالباً سنہ ۱۹۱۰ء کے مارچ میں ہوا تھا۔ جلسہ سے قبل کا واقعہ ہے کہ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بعض ضرورتوں کے ماتحت روپے کی فوری ضرورت پیش آئی جس کے لئے سیدہ ممدوحہ نے دہلی میں واقعہ اپنے ایک مکان کی فروخت کا ارادہ فرماکر مجھے حکم دیا کہ دہلی جاکر اس کام کو سرانجام دوں۔ چنانچہ میں نے رخصت کی درخواست سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں پیش کی اور دہلی چلا گیا جہاں کام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوگئی اور جلسہ سے پہلے وہ پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکا۔

میں نے سیدۃ النساء حضرت ام المومنین ایدہا اللہ تعالیٰ کے حضور حالات عرض کرکے درخواست کی کہ حضور کی اجازت ہو تو جلسہ کے موقعہ پر حاضر ہوکر کچھ خدمت کرلوں۔ سیدہ محترمہ نے ازراہ کرم ذرہ نوازی فرمائی اور نہایت محبت سے لکھا کہ جلسہ پر ضرور آجاؤ جلسہ کے بعد پھر جاکر وہ کام ختم کرلینا۔ چنانچہ میں دارالامان آگیا۔ اور عجیب اتفاق کی بات ہوئی کہ جس وقت میں پہونچا۔

جناب مولوی محمد علی صاحب ایک مجلس میں بیٹھے جلسہ کے کاموں کے لیے کارکنوں کی ڈیوٹیاں لگا رہے تھے۔ میں نے بلند آواز سے السلام علیکم کہا اور عرض کیا "مولوی صاحب میں بھی حاضر ہو گیا ہوں۔ مجھے بھی کوئی خدمت دی جائے۔" مولوی صاحب نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا "شیخ صاحب آپ اب سیری کریں۔ اور کوئی ڈیوٹی نہیں"۔ چنانچہ مجھے کوئی کام نہ دیا گیا۔ اور میں جلسہ کے بعد پھر اور رخصت کی درخواست دیکر واپس دہلی چلا گیا جہاں کام سے فارغ ہوکر واپس دارالامان آیا۔ اور لمبی رخصت لیکر میں نے تجارت کا کام شروع کر دیا جس کے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جیب سے دس روپے بطور پونجی مرحمت فرمائے۔ خدا کے فضل سے اخلاص اور محبت سے دی گئی وہ پونجی اتنی بابرکت ہوئی کہ ہزاروں روپے اس کے ذریعہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دیئے۔ میں نے انجمن کی ملازمت سے جلد ہی استعفیٰ دیدیا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کی ملازمت کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ جس بات کیوجہ سے مولوی محمد علی صاحب نے مجھے سیری کرنے کا طعن دیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ میں اس کام سے باز آنے والا نہ تھا بلکہ اس کے بغیر میری زندگی ہی محال تھی۔ اور الحمد للہ کہ آج تک اس کام میں غیر معمولی روحانی لذت پاتا ہوں۔ اور اسے اپنے لئے دین و دنیا کی برکات کا موجب سمجھتا ہوں۔

خاکسار عبد الرحمن قادیانی

حضرت ام المومنین کا ایک عجیب کارنامہ

حضرت ام المومنین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو محبت تھی اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ حضور آپ کے شوہر تھے بلکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام اور رفعت شان پر ایمان رکھتی تھیں اور آپ کو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور مسیح موعود یقین کرتی تھیں اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ سے

محض اس لئے محبت نہ کرتے تھے کہ وہ حضور کی زوجہ تھیں بلکہ وہ حضرت سیّدہ کو خدا تعالےٰ کا ایک نشان رحمت اور شعائر اللہ میں سے یقین کرتے تھے بلکہ بہت سے نشانات کا آپ مجموعہ ہیں اور بہت سے نشانات خود آپ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ میں نے پیچھے حضرت ممدوحہ کی قربانیوں کا مختصر سا ذکر کیا ہے اور میں نے بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آپ ہر تحریک میں شریک ہوتی تھیں اور دینی ضروریات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسوقت کے لحاظ سے ایک کثیر رقم اپنے زیورات بیچ کر قرضہ دیا (وہ بھی حضرت مسیح موعود کے ارشاد کی تعمیل میں ورنہ آپ تو نذر کر رہی تھیں) آپ کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے حج بدل کر دیا اور پھر خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ میں آپ کا ہاتھ بہت لمبا ہے اور دل بہت وسیع ہے۔

یہاں جس واقعہ کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات کے وقت کچھ مقروض تھے یہ قرضہ اگر جماعت ادا کرتی تو اس کا فرض تھا کوئی شخص واحد جو آپ کے دامن سے وابستہ تھا اس سعادت کو حاصل کرتا تو اس کی خوش قسمتی پر رشک ہوتا۔ مگر یہ سعادت صرف

حضرت ام المومنین کے حصہ میں آئی

اس کے متعلق میں حضرت امیر المومنین مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بیان کو درج کرتا ہوں اسے پڑھ کر حضرت امیر المومنین کی اولوالعزمی اور علو ہمتی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور حضرت ام المومنین کے متعلق حضرت امیر المومنین کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مخلص اور متقی احمدی ہونے کی حیثیت سے جو ایمان ہے وہ واجب التقلید ہے۔ حضرت امیر المومنین نے بارہا فرمایا ہے کہ انھوں نے اسلام یا احمدیت کو محض اسی لئے قبول نہیں کیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے گھر میں پیدا ہوئے تھے بلکہ خود اپنی ذاتی تحقیقات اور خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے علم و معرفت اور بصیرت کی بناء پر۔ اسی طرح وہ حضرت ام المومنین کی عظمت و محبت اپنے دل میں صرف اس لئے نہیں رکھتے تھے کہ وہ آپ کی والدہ تھیں بلکہ ان کے اپنے مقام کی وجہ سے۔ غرض اس کارنامہ کو اب خود امیر المومنین کے الفاظ میں پڑھو۔ آپ نے ایک خطبہ جمعہ میں جو ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو دیا اپنے خاندان کو خاص خطاب کیا۔ اس سلسلہ میں اپنے اہل خاندان کو خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

خدا ہم سے یہ نہیں چاہتا کہ ہم کچھ وقت دین کو دیں اور باقی وقت دنیا پر صرف کریں۔ بلکہ خدا ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی تمام زندگی خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ حضرت داؤد فرماتے ہیں۔ میں نے آج تک کسی بزرگ کی سات پشتوں تک کو بھیک مانگتے اور فاقہ کرتے نہیں دیکھا۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ سات پشتوں تک اللہ تعالیٰ خود اس خاندان کا محافظ ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ جب سات پشتوں تک خدا خود اس خاندان کا محافظ ہو جاتا ہے تو اس خاندان کے افراد کا بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ کم سے کم سات پشتوں تک سوائے دین کی خدمت کے کام چھوڑ دیں تو اس کے نتیجہ میں فرض کرو ان کو فاقے آنے لگ جاتے ہیں۔ تو پھر کیا ہوا۔ سب کچھ خدا کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے۔ اگر اس رنگ میں ہی کسی وقت اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لینا چاہے۔ اور انہیں فاقے آنے شروع ہو جائیں۔ تب بھی اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ کیا لوگ دنیا میں فاقے نہیں کیا کرتے۔ اگر دنیا کے اور لوگ فاقے کر لیتے ہیں۔ تو فاقہ سے ڈر کر ہمارے لئے دین کی خدمت کو چھوڑنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے اس وقت ہمارے پاس اپنے گزارے کا کوئی سامان نہ تھا۔ اور والدہ صاحبہ کے اس کے ہر

بچہ کو محبت ہوتی ہے۔ لیکن میرے دل میں نہ صرف اپنی والدہ ہونے کے لحاظ سے حضرت ام المومنین کی عظمت تھی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے آپ کی دوہری عزت میرے قلب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ جس چیز نے

میرے دل پر خاص طور پر اثر

کیا وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں۔ اسوقت آپ پر کچھ قرض تھا۔ آپ نے یہ نہیں کیا کہ جماعت کے لوگوں سے کہیں کہ حضرت مسیح موعود پر اسقدر قرض ہے یہ ادا کر دو۔ بلکہ آپ کے پاس جو زیور تھا اسے آپ نے بیچ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرض کو ادا کر دیا۔ میں اسوقت بچہ تھا۔ اور میرے لئے ان کی خدمت کرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ مگر میرے دل پر ہمیشہ یہ اثر رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتنا محبت کرنے والا اور آپ سے تعاون کرنے والا ساتھی دیا۔ پھر ہمارے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے

کچھ گزارہ

مقرر کرنا چاہا۔ میں نے اس بات کا پہلے بڑا مقابلہ کیا۔ اور کہا کہ ہم ہرگز گزارہ نہیں لیں گے۔ لوگ مجھے کہتے تھے کہ آخر آپ کیا کریں گے تو میں یہی کہتا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھوکا رکھنا منظور ہے تو ہم بھوکے رہیں گے۔ مگر جماعت سے گزارہ کے لئے کوئی رقم نہیں لیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی۔ اسپر آپ نے مجھے بلایا۔

اور فرمایا کہ میاں

خدا کا ایک الہام

ہے جو حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا اور میں نے اس الہام کے یہ معنی نکالے ہیں۔ اس لئے تم اس گزارہ کو قبول کر لو۔ چنانچہ میں نے وہ گزارہ قبول کر لیا۔ گو وہ گزارہ اس سے بہت کم تھا۔ جو آج کل ہماری اولادوں کو ملتا ہے۔ اس وقت مجھے ساٹھ روپے ماہوار ملا کرتے تھے اور ہم نہ صرف میاں بیوی تھے۔ بلکہ اس وقت تک دو بچے بھی ہو چکے تھے۔ اور ایک خادمہ بھی تھی۔ اس کے علاوہ میں انہی روپوں میں سے دس روپے کے قریب دینی کاموں میں خرچ کرتا تھا۔ گویا پچاس روپیہ میں ہم گزارہ کیا کرتے تھے۔ لیکن میرے دل میں کسی وقت یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ ہمیں گزارہ کم ملتا ہے۔

کچھ اور روایات بعض کی تصحیح اور توضیح

(تمہیدی نوٹ)

عزیز مکرم شیخ محمود احمد عرفانی مرحوم و مغفور نے دوسری جلد کے لیے پیغامی و اعتراضات کے جوابات کا بھی ایک عنوان تجویز کیا تھا۔ اس کے متعلق کوئی خاص نوٹ ان کے کاغذات میں نہیں ملا۔ گزشتہ صفحات میں بعض اعتراضوں کے جواب ضمناً آ چکے ہیں۔ حضرت ام المومنین کی ذات کی نسبت تو بڑے سے بڑے منکر خلافت کو بھی اعتراض کا موقعہ نہیں ملا۔ اور نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ نے آپ جس کی تطہیر اور تقدیس پر اپنے کلام میں مہر کر دی ہو۔ پیغامی یا منکرین خلافت نے ذریت طیبہ اور علی الخصوص حضرت مصلح موعود کی خلافت راشدہ کو ہدف اعتراض بنایا اور اس کے جوابات جداگانہ شائع ہو چکے ہیں۔ بایں بعض روایات کے متعلق کسی قدر توضیح اور تصحیح کی ضرورت ہے جو اس عنوان کے تحت میں کر دینا چاہتا ہوں تاکہ تاریخ سلسلہ میں غلطی نہ ہو یہ روایات ہیں جن کا تعلق ایک یا دوسرے پہلو سے حضرت ام المومنین سے متعلق ہے

(عرفانی کبیر)

حضرت میاں معراج الدین صاحبؓ کی ایک روایت کی تصحیح

حضرت میاں معراج الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی روایات متعلقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک روایت حضرت ام المومنین کے متعلق بھی فرمائی ہے۔

میں اسے یہاں درج کر دیتا ہوں اور اس کے متعلق ایک غلطی کی اصلاح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ روایات ۱۱ فروری ۱۹۴۲ء کے الفضل میں شائع ہوئی ہیں اور حضرت اقدس کے ایک سفر ملتان کے ذکر کے ضمن میں محولہ روایت بیان کی ہے جو یہ ہے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ریلوے اسٹیشن لاہور پر کچھ دیر انتظار کرنے کا موقعہ آیا۔ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھیں۔ حضرت اقدس حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ آپ جا کر کہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تو جرأت نہیں اس پر مولوی عبدالکریم صاحب خود گئے اور حضرت کے حضور عرض کیا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ کیا کہیں گے یہی کہ مرزا اپنی بیوی کو لئے پھر رہا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ واقعہ لاہور ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم اور مشرقی پل کے قریب ہوا۔"

(نوٹ از عرفانی کبیر) مجھے بصیرت کے ساتھ یقین ہے کہ حضرت میاں معراج الدین صاحب کو اس روایت کے متعلق سہو ہوا ہے حضرت اقدس کی زندگی کا یہ ایک واقعہ ضرور ہے مگر وہ لاہور اسٹیشن کا نہیں بلکہ سرہند کا ہے اور اگر لاہور میں یہ واقعہ ہوا ہے تو کسی دوسرے موقعہ پر ہو سکتا ہے۔ سفر ملتان سے واپسی کا نہیں ہے اسلئے کہ سفر میں حضرت ام المومنین آپ کے ساتھ رفیق سفر نہ تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نشان کے متعلق

ایک عزیز نے لاہور سے مجھے لکھا ہے کہ تریاق القلوب صفحہ ۴۳، ۴۴، ایڈیشن اول میں جو

ایک نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے تحریر کردہ ایک خط کی بابت ارقام فرمایا ہے۔ اس کی تشریح کریں۔ کیونکہ اس پر اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے ان کو جواب میں لکھا کہ جو اعتراض آپ کو یا کسی اور کو پیدا ہوئے ہوں۔ وہ جب تک معلوم نہ ہوں ان کا کیا جواب لکھا جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک تو اس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ ہاں جب آپ اعتراض لکھیں گے تو پھر میں اس کے متعلق عرض کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد ان کا تو کوئی خط نہیں آیا۔ مگر میں اس نشان کو جہاں تک خود مجھے اس کا علم ہے اپنی ذاتی شہادت کی بنا پر لکھ دیتا ہوں۔

یاد رہے کہ حضور نے اس نشان کو با تفصیل تریاق القلوب میں لکھا ہے۔ پھر نزول المسیح صفحہ ۲۳۲-۲۳۳ پر تحریر فرمایا ہے اور بالآخر حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۲ پر ارقام فرمایا ہے۔ ضروری مضمون تینوں جگہ ایک ہی ہے۔ صرف اختصار اور تفصیل کا فرق ہے۔ ان لاہوری صاحب کے علاوہ بھی بعض لوگوں نے مجھ سے اس نشان کی بابت دریافت کیا ہے۔ سو آج ناظرین اخبار الفضل کے لئے میں اس کی تفصیل لکھ دیتا ہوں۔

ایک غلطی کی اصلاح

سب سے اول میں تذکرہ اور نزول المسیح کی ایک غلطی کا ذکر کرتا ہوں جہاں اندازاً تاریخ وقوعہ غلطی سے ۱۸۸۶ء لکھی گئی ہے (تذکرہ صفحہ ۱۵۱) صحیح یہ ہے کہ یہ ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ اور شہادت اس پر یہ ہے کہ میر محمد اسحٰق صاحب کی پیدائش ۱۸۹۲ء کی ہے۔ اور اس خط میں ان کا ذکر ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ خط پٹیالہ لکھا ہوا ہے اور حضرت قبلہ گاہی میر ناصر نواب صاحب پٹیالہ میں ۱۸۹۱ء کے آخر سے ۱۸۹۳ء تک متعین رہے۔ پس ناظرین اس غلطی کو درست کریں۔ میں حقیقۃ المہدی کی ایک روایت میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

کو اس طرف توجہ دلا چکا ہوں۔ پس یہ واقعہ ۱۸۹۲ء کا ہے جب میری عمر ۱۱ سال کی تھی۔ اور میں مڈل کی چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور برادرم میر محمد اسحٰق صاحب کی عمر اسوقت قریباً ڈیڑھ دو سال کی تھی۔

اصل واقعہ

واقعہ یہ ہوا کہ ان دنوں ہم پٹیالہ میں بطور اجنبیوں اور پردیسیوں کے رہتے تھے اور گھر کے صرف چار آدمی تھے۔ یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ حضرت والدہ صاحبہ۔ یہ خاکسار اور میر محمد اسحٰق صاحب۔ کہ اتنے میں حضرت والدہ صاحبہ کو بخار آنا شروع ہو گیا۔ اور ساتھ ہی میر محمد اسحٰق صاحب کو بھی۔ والد صاحب قبلہ دفتر چلے جاتے تھے۔ اور میں مدرسہ۔ والدہ صاحبہ اپنی اور بچے کی بیماری کی وجہ سے سخت پریشان تھیں حتیٰ کہ ایک دن تو میں نے یہ حال دیکھا کہ بخار کی گھبراہٹ میں کپڑے پھینکتی تھیں اور کبھی اٹھتی اور کبھی بیٹھتی تھیں۔ اور سخت بدحواس ہو گئیں تھیں۔ میر محمد اسحٰق صاحب بھی بخار میں بے چین رہتے اور کبھی بے ہوش پڑے رہتے تھے۔ اس دن جب دوپہر کو میں اسکول سے آیا تو وہ اسی حالت میں تھیں کہ فرمانے لگیں کارڈ لیکر ابھی قادیان خط لکھ دے۔ میں کارڈ اور قلم دوات لے آیا۔ اس پر انھوں نے اسی گھبراہٹ میں مجھے کہا کہ اپنی آپا صاحبہ کو خط لکھو کہ تمھاری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ اور اسحٰق کو کوئی سنبھالنے والا نہیں ہے۔ کسی آدمی کو فوراً بھیجدیں میں نے یہ سن کر تردد کیا۔ بلکہ کچھ پروٹسٹ بھی کیا۔ انھوں نے اسی گھبراہٹ میں مجھے بھی کچھ سخت سست کہا۔ اور کہا جو کچھ میں لکھواؤں وہی لکھ۔ آخر میں نے ان کے رعب اور اصرار سے اور ان کی اپنی حالت بحران والی دیکھ کر وہی لکھ دیا۔ پھر جب یہ مضمون لکھ چکا تو فرمانے لگیں۔ جس کا مطلب قریباً یہ تھا کہ میں مرگئی۔ تو یہ بھی بے ماں کے مرجائے گا۔ یہ لکھ دے کہ اسحٰق بھی فوت ہو گیا ہے۔ اور تم خط دیکھتے ہی فوراً

یہاں آجاؤ۔ چنانچہ میں یہ بھی لکھ دیا۔ اور خط کو ڈاک کے بمبے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد دو تین دن میں شیخ حامد علی صاحب مرحوم قادیان سے حضور علیہ السلام کے بھیجے ہوئے آگئے۔ اتنے میں والدہ صاحبہ کو بخار سے آرام آگیا تھا۔ (اغلباً ملیریا تھا) اور وقت سب قصہ ظاہر ہوا تو حامد علی صاحب رض نے قادیان جاکر حضرت کے حضور عرض کر دیا۔ کہ بات یہ تھی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔" اور اس خط لکھنے کا صرف یہ باعث ہوا کہ چند روز اسحٰق اور اسمٰعیل کی والدہ سخت بیمار رہیں۔ اور ان کی خواہش تھی کہ اس حالت بیماری میں جلد تر ان کی لڑکی ان کے پاس آجائے۔ اس لئے کچھ تو بیماری کی گھبراہٹ اور کچھ ملنے کے اشتیاق سے یہ خلاف واقعہ خط میں لکھ بھیج دیا۔"

(تریاق القلوب ایڈیشن اول صفحہ ۴۱)

معذوری

کل واقعہ یہ ہے اور والدہ صاحبہ کی بیماری کی سخت گھبراہٹ اور بحران اور بیقراری جو اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ انکو بہت حد تک معذور قرار دیتی ہے۔ ساتھ ایک دودھ پیتے بچہ کا حشر ان کو نظر آتا تھا کہ کیا ہوگا۔ اس لیے انھوں نے جلد سے جلد اپنی لڑکی کو قادیان سے بلانے کیلئے ایسا لکھوا دیا۔ پس کچھ حصہ بیماری کا تھا کچھ خواہش ملاقات کا جو ایسے موقعہ پر ہوا کرتی ہے۔

الہام:- ان کیدکن عظیم

اب رہی یہ بات کہ الہام ان کیدکن عظیم تو بڑا سخت اور خطرناک الہام ہے سو اس کی بابت یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ زلیخا کے لئے بہ سبب اس کی خاص شرارت کے واقعی یہ الفاظ لفظی اور معنوی طور پر صحیح تھے لیکن قرآن میں آکر یہ آیت بطور ضرب المثل

کے بن گئی تھی اور عورتوں کے ہر قصور یا نقص پر استعمال ہونے لگ گئی تھی۔ اس لئے یہاں اس کے معنی بطور ایک ضرب المثل یا متداول اور متعارف فصیح و بلیغ فقرہ کے لینے چاہئیں نہ کہ وہ معنی جو پہلی دفعہ اس آیت کے لیے گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپکی ازواج مطہرات کو انکن لنتصواحب یوسف فرمایا تھا وہ بھی اسی رنگ میں فرمایا تھا۔

انبیاء اور اولیائے کرام کو خدا تعالیٰ معصومیت اور محفوظیت کا مقام دیتا ہے ورنہ ہم کہاں اور غلطی اور گناہ سے پاک ہونا چہ معنی؟ ہاں وہ مرحومہ حضور کے قدموں میں مقبرہ بہشتی میں جگہ پاکر اس بات پر گواہی ثبت کر گئیں کہ انکو جنت الفردوس میں جگہ مل چکی ہے اور اب ان کی کسی کمزوری کا ذکر کرنا یا اس کو قابل اعتراض سمجھنا ایسا ہے جیسا کہ ع

گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

اور میں جو ابھی زندہ موں نہیں جانتا کہ میرا کیا حشر ہوگا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت پر امید لگائے بیٹھا ہوں اور میرا دل جانتا ہے کہ ان گناہوں اور غفلتوں کی موجودگی میں جن کا میں مرتکب ہوا ہوں۔ یہ گناہ کچھ ہستی ہی نہیں رکھتا۔ اگر کسی دوست کو میرے اعمال نامہ کا ایک صفحہ بھی پڑھنے کو مل جائے تو وہ خیال کرے کہ اس زمین پر نہ پھر سکے جس پر میں رہتا ہوں اور اس آسمان کے نیچے نہ ٹھہر سکے جس کے نیچے میں اپنی زندگی گزار رہا ہوں۔ پس اے سائل صاحب آپ کو بڑی غلطی لگی ہے کہ آپ کو صرف ایک تنکا تو میرا نظر آگیا۔ اور ناگوار خاطر معلوم ہوا اور وہ بیشمارہ کبیرہ گناہوں کا جو میرے پشت کو دوہرا کر رہا ہے۔ نظر نہ آیا۔ اگر نظر آجاتا تو آپ خالباً یہ خط لکھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ فرماتے۔ ابیا لم یظلو۔ ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظہرھا من دابۃ۔ پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے۔ اور جہنم بچائے آمین۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

سہ۔ مغفرت اور پردہ پوشی کر میرے آمرزگار پہ تجھ پہ ہیں اعمال اور نیات میری آشکار
لاف زہد و راستی اور پاپ دل میں ہے بھرا وہ ہے زباں میں سب شرف اور نیچ دل جیسے چمار

مندرجہ بالا بیان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام کی تشریح اور توضیح میں دیا ہے یہ الہام ایک واقعہ کے متعلق آپ کو ہوا تھا جو حضرت نانی اماں رضی اللہ عنہا کے ایک خط کے سلسلہ میں ہوا۔ اس بیان کے بعد حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے جن حالات میں وہ خط ایک گیارہ سالہ بچے نے اپنی مریض والدہ کے انتہائی اصرار پر لکھا اس سے شدت اضطراب ظاہر ہوتی ہے نہ کچھ اور

حضرت نانی اماں رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس موعود خاتون کی والدہ محترمہ ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حبالہ نکاح میں آنا اور ایک ایسی نسل کی ماں بننا اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا جس کے ذریعہ سے شوکت اسلام ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضل اور رحمتیں اس ماں باپ پر ہوں جو اس امانت شریفہ کے آخری حامل تھے اور نسلاً بعد نسل یہ امانت ان کے بزرگوں کی پشتوں اور ارحام میں منتقل ہوتی چلی آئی تا آنکہ خدا کی اس مشیت کے مظہر حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہا اور آپ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہا ٹھیریں۔ میں پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر بے انتہا فضل اور رحم کرے کہ ان کے ذریعہ وہ عظیم الشان خاتون وجود میں آئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ

اُم المومنین قرار پائیں

کوزہ میں دریا بند

اگرچہ ایک دریا کوزہ میں بند نہیں کیا جا سکتا لیکن زبان کے ایک عام مستعمل محاورہ میں جب کسی وسیع مضمون یا مفہوم کو ایک جامع اور مختصر فقرہ میں بیان کر دیا جائے تو کہتے ہیں۔

ایک جملہ میں بند کر دیا

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم (مدظلہا العالی) کی سیرۃ کے متعلق مختلف پہلوؤں پر امکانی بحث کی جا چکی ہے اگرچہ روایات اور تاثرات کا ایک انبار میرے سامنے ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دی تو سیرۃ ام المومنین کے دوسرے اڈیشن میں اس کی ترتیب اور تکمیل میں خاص اہتمام انشاء اللہ ہو سکے گا اور نقش ثانی

نقش اوّل سے بہتر ہو گا

میں چاہتا ہوں کہ اس عنوان کے تحت حضرت ام المومنین کی سیرۃ پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔ حضرت ام المومنین (سیدۃ نصرت جہان بیگم صاحبہ) مدظلہا العالی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ماں اور باپ کی طرف سے ایک معزز اور ممتاز خاندان میں پیدا ہوئیں۔

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس عظیم المرتبت انسان کے حبالۂ نکاح میں آئیں جس کو خدا تعالیٰ نے اقوام عالم کا موعود قرار دیا تھا اور جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام سے اور اپنے کام کے لئے مبعوث ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور جس کی زوجیت میں اس ممتاز خاتون کی بھی بشارت دی تھی جو عظمت اسلام قائم کرنے والی ایک نسل کی ماں ہو گی۔

حضرت ام المومنین کو یہ بھی امتیازی درجہ حاصل ہے کہ وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی زوجہ ہیں اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ماں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نام ابراہیم بھی ہے اور آپ نے اپنی بیشمار نسلوں کی بشارت دی ہے ان بیشمار نسلوں کی

ماں بھی ام المومنین ہیں

یہ امتیازات اور شرف محض ان تعلقات ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ حضرت ام المومنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم اپنی ذاتی خوبیوں اور کردار کے نمونہ کے لحاظ سے بھی ممتاز اور اسوہ حسنہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق پر لحاظ کرتے ہوئے حضرت ام المومنین میں وہ تمام صفات جمع ہیں جو خدا تعالیٰ کے کامل فرمانبرداروں میں وہ مومن مرد ہو یا عورت پائی جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین اللہ تعالیٰ کی زندہ ہستی پر زندہ ایمان رکھتی ہیں وہ خود خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک روشن دلیل اور شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ہر قسم کے شرک اور بدعت سے بیزار ایک سچے اور کامل موحد کا رنگ آپ کے ایمان میں ہے خدا تعالیٰ کی تمام صفات کاملہ اور اسکی قدرتوں پر کامل یقین ہے اور اسی لئے آپ دعاؤں کی قبولیت اور اثر پر ایک اٹل ایمان رکھتی ہیں۔ عبادات کو اپنے وقت پر اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق بجالاتی ہیں۔ نوافل اور صدقات کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے قرب کے مقام کے حصول کے لئے دائماً ساعی رہتی ہیں۔

حقوق العباد کے متعلق ہمیشہ آپ کو خیال رہتا ہے کہ پورے طور پر ادا ہوں۔ آپ اپنے نوکروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتی ہیں کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ غیر ہیں خود ان کے کاموں میں ان کی مدد کرنا ان کی غلطیوں اور کمزوریوں سے چشم پوشی کرنا خطاؤں کو معاف کرکے دلجوئی کرنا آپ کی عادت میں داخل ہے۔

مہمان نوازی میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے اور اس خصوص میں اکرام ضیف پر

آپ کا عمل ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے ایک خلق کثیر کے آنے کا وعدہ دیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ ان مہمانوں سے تھکنا نہیں۔ اسکی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی جب تک آپ کے رفیق زندگی (سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) کا دل بھی وسیع نہ ہوتا اور ان کے ہاتھ لمبے نہ ہوتے۔ مہمانوں کی ہر قسم کی خدمت ان کے آرام کا خیال اور اس کے لئے اپنی راحت و آسایش کی قربانی اور ایثار آپ کی فطرت میں داخل ہے۔

مساکین یتامیٰ اور بیوگان کی خبر گیری ان کی تربیت اور ان کے ساتھ رفق و محبت کا برتاؤ ان کی زندگی کے ہر حصہ میں آپ کی عادت ثانیہ ہے اور اس لئے آپ کو ام المساکین کہنا بالکل جائز اور درست ہے۔ فیاضی اور اس کے ساتھ احسان کر کے بھول جانا اور کسی سے سلوک ایسے رنگ میں کہ دوسرے ہاتھ کو علم نہ ہو آپ کی شان ہے۔ باوجود عظیم المرتبت خاتون ہونے کے کمال درجہ کی انکساری آپ میں پائی جاتی ہے۔ اقوال سے حرکات و سکنات سے کسی رنگ میں رعونت اور تکبر نہیں پایا جاتا باوجود انکساری کے آپ کا رعب سب پر رہتا ہے۔ کلام میں شوکت معقولیت اور قوت فیصلہ نمایاں رہتی ہے باوجود بے تکلفی کے وقار موجود رہتا ہے۔ زندگی کے ہر مرحلہ خوشی اور غمی میں ایک سکون خاطر پایا جاتا ہے خوشی میں بھی خدا تعالیٰ ہی کی حمد اور اس کے حضور جھکتی ہیں اور اگر کوئی واقعہ غمی کا ہو جائے تب بھی اسی کی مشیت کے سامنے انشراح صدر سے سر جھکاتی ہیں۔ ایسے ابتلاؤں کے وقت قدم پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ مردانہ وار آگے ہی اٹھتا ہے۔

حیا، غض بصر آپ کی خصوصیت ہے محنت اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کبھی عار نہیں کیا۔ سادگی آپ کا خاصہ ہے اولاد کی تربیت اور اکرمو اولادکم پر عمل بطور نمونہ پایا جاتا ہے۔ حضرت امیر المومنین کی ماں ہونے کے باوجود ان کے مقام و منصب کا ادب اور اطاعت آپ کا طرز عمل ہے اور آپ کی تحریکوں میں جو

اشاعت سلسلہ اور خدمت دین کے لئے ہوتی ہیں حضرت ام المومنین دائماً لبیک کہتی ہیں اور جلد سے جلد اس کی تعمیل فرماتی ہیں۔

طہارت اور پاک باطنی سے آپ کو محبت ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تطہیر میں اپنا کلام نازل فرمایا۔

آپ نماز باجماعت کی پابند ہیں اور تہجد اور نوافل بھی آپ کا دستور العمل رہا ہے دعاؤں کا خاص ذوق اور عادت ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کے بہت سے نمونے موجود ہیں اور بعض کا ذکر سیرۃ کے دوسرے مقامات اور تاثرات میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قربانی کے لئے آپ کے قلب میں انشراح اور تڑپ رہتی ہے۔ حسن ظنی میں کمال ہے کسی کی غیبت کبھی سننا پسند ہی نہیں فرماتیں۔ اور اگر کبھی مجلس میں ایسا ذکر آنے لگے فوراً روک دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے رسولؐ سے محبت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت محض خدا کی رضا کے لئے ہے شوہری حیثیت سے اس کا دوسرا پہلو ہے جس میں کامل وفاداری اور دیانت کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی بداخلاقیوں سے محفوظ رکھا ہے کینہ، حسد، بغض، جذبہ انتقام، لالچ اور بدخواہی وغیرہ رزائل سے آپ کے دل و دماغ پاک ہیں۔ دوسروں کو ترقی کرتے ہوئے خوش ہوتی ہیں کسی کو اچھا لباس اچھی خوراک اچھا مکان رکھتے ہوئے دیکھیں تو خدا کا شکر کرتے ہوئے خوشی کا اظہار فرماتی ہیں۔ ریاکاری دوسروں کو حقارت سے دیکھنا یا کسی پر اعتراض کرنا یا بدخواہی کرنا کسی قسم کی گالی دینا ایک لمبے عرصہ کے تجربہ میں کبھی آپ کی نسبت سننے میں نہیں آیا۔ بیماری کی حالت میں مزاج میں چڑچڑا پن۔ ذرا ذرا بات پر بگڑنا یہ عادت ہی نہیں۔

غرض زندگی کے جسقدر پہلو ہیں اور عادات وخصائل کا جسقدر تجزیہ کیا جائے

آپ کو تقوی کی باریک سے باریک رہوں پر چلتے ہوئے پاتے ہیں۔ آپ سے کوئی مشورہ کیا جائے تو اس میں کامل امانت ودیانت سے مشورہ دیتی ہیں جو سراسر خیر خواہی نیک نیتی اور ہمدردی پر مبنی ہوتا ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی دوسرا اس راز سے واقف ہو سکے جو کسی نے اپنے دردِ دل کے اظہار کے طور پر آپ سے بیان کیا ہو۔ امانت اور دیانت کے تمام پہلوؤں پر آپ کا عمل ہے۔ بزدلی اور دون ہمتی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاک رکھا اور اس کے بالمقابل آپ کو شجاعت اور عالی ہمتی سے بہرہ ور فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قریباً تمام سفروں میں آپ ساتھ رہیں اور یہ سفر ایسے ایام میں ہوئے جبکہ جماعت بہت ہی قلیل اور مخالفت کا طوفان برپا تھا اور ہر قسم کے حملوں کا خوف رہتا تھا مگر آپ نے قولاً اور فعلاً کبھی کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ فرمایا۔

۱۸۹۲ء میں جب حضرت اقدس لاہور تشریف لائے اور محبوب رائیوں کے مکان واقعہ متصل لنگے منڈی میں فروکش تھے راقم الحروف نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ حضور نیچے کی بیٹھک میں تشریف فرما تھے اور اوپر کی منزل میں حضرت ام المومنین فروکش تھیں زمانہ دروازہ کی طرف ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا مگر حضرت ام المومنین اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذرا بھی گھبراہٹ اور پریشانی نہ تھی۔ ہمتِ بلند کا اس سے بڑھ کر کیا مظاہرہ ہوگا کہ جب اول اول آپ بطور عروس قادیان تشریف لائیں اور سسرال خاندان کے سارے لوگ مخالف اور اجنبی تھے ان کی تکلیف دہ باتوں سے کبھی دل برداشتہ نہ ہوئیں اور نہ ان سے مواسات اور ہمدردی کے ان تعلقات کو کم کیا جو کیا بوجہ ہمسایہ ہونے کے اور کیا بوجہ اقربا ہونے کے اسلامی تعلیم کے عملی حصہ میں ضروری تھے بعض اوقات ایسی باتیں بھی ہو جاتی تھیں جو ایک بڑے سے بڑے حوصلہ والے انسان کو بھی پریشان کر دیں مگر کیا مجال کہ کبھی چہرہ پر شکن اور زبان پر شکایت پیدا ہوئی ہو عورتوں میں عام طور پر (الا ماشاء اللہ)

لگائی بجھائی کی عادت ہوتی ہے مگر آپ اس قسم کے رزائل سے پاک ہیں۔ کبھی کسی کی ناجائز طرفداری نہیں کی۔ اور نہ کسی کی ایذا رسانی کا خیال آیا۔ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اہلیہ اوّل کی وفات پر ایک نوٹ شایع کیا تھا جس کا اسلوب بیان رنجیدہ تھا۔ مگر کبھی ان کی خیر خواہی اور بھلائی میں مضائقہ نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ جب حضرت خلیفہ اول رضی کی وفات پر مسئلہ خلافت پر اختلاف پیدا ہوا اور اس اختلاف کے دور کرنے کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (موجودہ خلیفۃ المسیح) نے اپنے خاندان کے سامنے یہ صورت پیش کی کہ جماعت کو اختلاف سے بچانے کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیال جس شخص کو انتخاب کے لئے پیش کریں ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو

حضرت ام المومنین نے بھی اظہار رضامندی فرمایا

اور آپ کے ساتھ تمام خاندان متفق ہوگیا۔ خدا سے نہ ڈرنے والا دشمن آج جو چاہے کہے مگر اس حقیقت کو مشتبہ نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کو سلسلہ کا ایک ہی ہاتھ پر جمع رہنا مقصود تھا خواہ وہ ہاتھ کسی کا ہو۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ یہ بہت بڑا ایثار تھا۔ حضرت امیر المومنین کا، ساری جماعت بہ استثنائے بعض آپ کو اپنا امام منتخب کرنا چاہتی تھی اور آپ جماعت کے رجحان سے ناواقف نہ تھے باوجود اس کے سلسلہ کا اتحاد آپکو اسقدر عزیز اور مقدم تھا کہ

دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ تھے

اس وقت ملائکۃ اللہ کی جماعت کہہ رہی ہوگی کہ تیرے اس ایثار کے بدلہ میں

اللہ تعالیٰ نے تیرے ہی ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے

غرض حضرت ام المومنین کے دل میں کسی کی طرف کینہ اور بغض نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب و دماغ کو اس قسم کے رذائل سے مطہر کر دیا ہے آپ کے نام میں ایک قوت ہے۔ مگر کسی کے دل میں آپ کا خوف نہیں بلکہ محبت ہے۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کی شفقت و ہمدردی کو محسوس کرتا ہے اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ آپ دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتی۔ غرض آپ کی سیرۃ کا ہر پہلو خواتین کے لئے ایک اسوہ حسنہ ہے۔ آپ کی خدمت میں جب کسی کو حاضری کی سعادت حاصل ہو تو وہ اپنے ہم و غم سے نجات پا جاتا ہے اور ایک بہشتی زندگی کے اثرات کو محسوس کرتا ہے۔

حضرت ام المومنین کی سیرۃ کا خلاصہ بھی بہت کچھ لکھوانا چاہتا ہے۔ اور دل بھی چاہتا ہے کہ اسے کھول کھول کر واقعات کی روشنی میں بیان کیا جاوے اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دے۔

تو دوسرے اڈیشن میں اس کی ترتیب اور توضیح میں ترقی ہو سکے گی۔ اسوقت تو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں تمام خوبیوں اور کمالات کو جمع کر دیا تھا اور آپ کے اخلاق اخلاق محمدیہ کا کامل عکس اور پرتو تھا اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے ام المومنین کو وہ تمام کمالات ظاہری و باطنی عطا فرمائے جو آخری زمانے میں آنے والے موعود کی اہلیہ کے شایان شان تھے۔ اور اسے چونکہ ام المومنین ہونا تھا اس لئے اس کے دل کو وسیع اور ہاتھ کو لمبا کر دیا اور آپ اس کی تطہیر کا وعدہ فرمایا

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بابرکت وجود کو تا دیر سلامت رکھے آمین ثم آمین۔

زندہ باد ام المومنین نصرت جہان بیگم

DONATED BY MALIKRAM * 1906-1993

حضرت ام المومنین کے دستخط کا نمونہ

حضرت ام المومنین کی تعلیم کے متعلق ابتداً ذکر آچکا ہے آپ کی رسمی تعلیم اسی حد تک ہے جسقدر اس زمانہ میں اشراف کے گھروں میں ضروری سمجھی جاتی تھی۔ قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم اور کسی حد تک تاریخ اسلام اور خانہ داری کے متعلق مگر حضرت ام المومنین کی تعلیم کا معیار اس سے بہت بلند رہا۔ عام طور پر اس زمانہ میں مستورات کو لکھنا کم سکھایا جاتا تھا مگر حضرت ام المومنین اس خصوص میں بھی بہت خوش قسمت ہیں آپ نے پڑھنا ہی نہیں لکھنا بھی گھر میں سیکھا اور اس سے کام لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے عزیز واقارب کو اپنے ہاتھ سے خطوط لکھتی رہیں اور اب تک بھی جب کبھی موقعہ ہو آپ خود تحریر فرماتی ہیں آپ کے شان خط میں ایک پختگی ہے۔ اور بین السطور وغیرہ کا خاص خیال رہتا ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت امیر المومنین کی نعمت عطا ہوئی آپ ام محمود کے نام سے دستخط فرماتی ہیں۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سیرۃ میں آپ کے دستخط کا نمونہ بھی درج کر دوں۔ اگرچہ یہ خط اپنے مضمون کے لحاظ سے پہلے بھی آچکے ہیں مگر نمونہ کے لئے یہاں ان کا عکس دیدیا جاتا ہے۔

(عرفانی کبیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از قادیان

23 اگست سنہ 1946ء

عزیزہ سلیمہ سلمہا اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارا خط جو امۃ الحی کے نام تھا وہ غلطی سے
میں نے کھول لیا اور پھر پڑھ کر ~~امۃ الحی~~ امۃ الحی
کو دیدیا تھا یہ وہ خط غلطی سے میری ڈاک
میں آ گیا تھا + وہ خط میں نے تمام کا تمام
پڑھا اور اُس خط کو پڑھ کر بے ساختہ
منہ سے نکلا کہ مرحبا سلیمہ مرحبا
مردوں میں تو سینکڑوں نہیں بلکہ
ہزاروں مبلغ ہیں مگر عورتوں میں بہت
کم۔ مجھے تمہارا ہمیشہ اور اخلاص اور
تبلیغ کا حال پڑھ کر اس قدر خوشی

کے بے اختیار تمہارے لئے دل سے دعائیں
نکلتی ہیں اور گو کہ خدا تعالےٰ تم کو کامیاب
اور بابرکت رکھے میں تم پر بہت خوش ہوں
اور تمہارے لئے بہت بہت دعا کرتا ہوں
جزاک اللہ احسن الجزاء اور تم احمدیت
کی تبلیغ میں اسی طرح مشغول رہو
خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہو اور تمہارا حامی و مدد گار
ہو اپنے گھر میں سب لڑکے لڑکیوں کو السلام علیکم
بچوں کو پیار دعائیں۔

والسلام
والدہ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی
قادیان ۹۹۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

تمہارا خط میں نے پڑھا میرے نزدیک اس موقعہ کو
ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے چاہئیے تم ابھی بچہ ہو تمہیں
معلوم نہیں کہ رشتہ ناطے کے وقت کیسی کیسی مشکلیں
پیش آتی ہیں اور ایسا خاندان جو کسی طور سے
کوئی عیب نہ رکھتا ہو کس طرح مشکل سے ملتا ہے
اور نئی جگہ میں کیسی کیسی خرابیاں نکل آیا کرتی ہیں
اب خدا نے بشیر الدین کو دوسری طرف سے روک کر
تمہاری طرف توجہ دی ہے یہ خدا کا کام ہے اسکا قدر
کرنا چاہیے اگر اس وقت انکار کروگے تو یہ
خدا کے کام کی بےقدری اور ناشکری ہے بلکہ مجھے
ڈر ہے کہ اس ناشکری شامت سے مدت تک
کوئی دوسرا موقعہ پیش نہ آوے اسلئے میں
تمہیں صلاح دیتی ہوں کہ اپنے دل کو سمجھاؤ اور جو
حضرت صاحب نے لکھا ہے ضرور اسپر عمل کرلو

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ تم انکو نفرت

کی نگاہ سے دیکھتے ہو اور وہ باتیں تمہارے لیے بہتر ہوتی ہیں ایسی غرض سے میں نے
یہ خط لکھا ہے اور مجھے بہت خوشی ہوگی جب میں تمہارا یہ خط پڑھوں گی
کہ لو میں نے تمہاری بات مان لی اور اپنی ضد چھوڑ دی اور اس کا جواب
مجھے جلدی لکھو کہ سکندرہ جانے کے لیے ہم تیار بیٹھے ہیں و دعا

از قادیان

والدہ محمد احمد

حضرت ام المومنین کی زندگی ایک اعجازی نشان ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ وحی ہوئی تھی یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنی اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو حضرت مسیح موعودؑ کی زوجیت کا شرف حضرت ام المومنین کو سنہ ۱۸۸۴ء میں حاصل ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کا وصال مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ گویا چوتھائی صدی تک حضور کی معیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی یہ وحی شادی سے پہلے کی ہے اس پچیس سال کے اندر کبھی ایک مرتبہ بھی تو ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضرت اقدس کی اہلی زندگی میں کسی قسم کی کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس سے کوئی رنج یا کسی قسم کی تلخی محسوس ہوئی ہو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ ایک

اعجازی نشان ہے

اور یہ واقعہ جہاں ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسی اور طہارت باطنی کا ایک بیّن ثبوت ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ جب تک خدا کے قدوس کے خاص ہاتھ نے تزکیہ اور تطہیر نہ کر دی ہو رنج اور ناراضی کے جذبات مسلوب ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے بشارت دی اور پھر واقعات سے اس گھر کو دنیا میں جنت بنا دیا۔ دوسری طرف خود سیدہ ام المومنین کی صلاحیت نفس اور تطہیر کا یہ ایک کھلا کھلا نشان ہے کہ زندگی کے اتنے لمبے دور میں اور حالات کی ایسی فضا میں کہ عمروں میں باہم تفاوت۔ تمدن میں من وجہ اختلاف ہو اور پھر بھی کبھی کوئی ایسی بات نہ پیدا ہو جس سے ایک لحظہ کے لئے بھی اس بہشتی زندگی میں فرق پیدا ہو۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زندگی کا یہ نشان ہے حضرت ام المومنین کے کمالات کا بھی مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کو ہر قسم کے غل و غش سے پاک کر دیا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو شعائر اللہ میں سے یقین کرتے اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کو آپ کے وجود میں پورا ہوتے دیکھ کر احترام کرتے اور حضرت ام المومنین آپ کو خدا تعالیٰ کا مرسل اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موعود یقین کر کے آپ کی عظمت اور مقام کو مدنظر رکھ کر کرتی

فرمانبرداری اور آداب الرسول کے لوازم کو اپنی عملی زندگی میں مدنظر رکھتی رہیں پھر اس گھر میں جنتی زندگی کا مظاہرہ نہ ہو تو کہاں ہو۔ یہ ایک نمونہ کی زندگی ہے اور حسن معاشرہ کی بہترین مثال ہے جو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمارے سامنے پیدا کر دی۔ دیکھنے والوں کے تاثرات کو میں نے بیان کیا ہے۔ حضرت ام المومنین کی زندگی میں ایک بھی واقعہ تو ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ آپ غصہ اور انتقامی جذبات یا کینہ و حسد کے تکلیف دہ جذبات کا مظہر بنی ہوں۔ ہر قسم کے واقعات پیش آئے مگر قلب میں ایک سکون اور جمعیت باطن اور فوق العادۃ وقار حاصل ہے۔ اور یہ چیز انسان کی اپنی کوشش اور سعی سے میسر نہیں آ سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم یاوری نہ فرمائے۔

غرض

حضرت ام المومنین کی سیرۃ اور آپ کے وجود میں میں تو بے انتہا اعجازی نشان دیکھتا ہوں نادان اسے محض اعتقاد کا نتیجہ کہہ دے گا مگر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کو عقل اور علم کی تائیدات کے علاوہ آپ کی عملی زندگی اور خدا تعالیٰ کی تائیدات کو دیکھ کر تسلیم کیا ہے اور حضرت ام المومنین کی سیرۃ کو ایک زمانہ دراز تک بہت قریب سے رہ کر مشاہدہ کیا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے یہ شمہ از شمائل ہے جس کی خدا تعالیٰ نے تعریف کی ہو جسکے مقام کی رفعت اور عظمت کا ذکر خدا کی وحی میں ہو اس کے بیان کی عاجز انسان میں کیا طاقت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے محمود احمد عرفانی (جن کو میں شہید سیرۃ کہتا ہوں) مرحوم اور مجھ کو موقعہ دیا کہ

ہم اس آیۃ اللہ کی تلاوت کریں

واللہ الحمد ۔ (عرفانی کبیر)

حضرت اُمّ المومنین کا مقام رضا بالقضا میں

۷۸۴

صبر اور رضا بالقضاء

یہ نہایت عالی مقام ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتا. صبر بہ ظاہر تو ایک نیچرل اور طبعی امر ہے جو انسان کو ان مصیبتوں اور بیماریوں پر کرنا پڑتا ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے مگر یہ صبر کوئی اخلاق میں داخل نہیں اور نہ انسان کے اخلاقی کمال کا ثبوت اور نہ کسی نیکی کے رنگ میں اجر کا موجب ہو سکتا ہے. بلکہ وہ ایک طاقت ہے جو تھک جانے کے بعد ضرور تاً خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے. کیونکہ انسان یہ قدرت اور قوت نہیں رکھتا کہ ایک طویل زمانہ تک اس مصیبت پر ماتم کرتا رہے. بلکہ طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت روتا، چیختا، سر پیٹتا ہے. آخر بہت سا بخار نکال کر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک پہنچ کر پیچھے ہٹتا ہے. پس یہ طبعی حرکت ہے. اخلاق سے اس کو کچھ تعلق نہیں بلکہ اس کے متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اس کی رضا کے ساتھ راضی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی زندگی تو مصائب اور ابتلاؤں کی زندگی ہوتی ہے اور آپ کے اہل بیت اور صحابہ کی تربیت اور سلوک روحانی کے منازل انھیں کٹھن اور پر خار وادیوں میں سے گزر کر طے ہوتی ہیں. حضرت ام المومنین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان تمام مرحلوں سے

گزرنا پڑا اور کبھی اور کسی مرحلہ پر آپ کے پائے ثبات و استقلال کو جنبش نہ ہوئی۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان دعویٰ مسیحیت و
کے ساتھ ایک طوفان مخالفت برپا ہوا۔ دہلی، لاہور، امرتسر جیسے شہروں
میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں گئے تو کس قدر شرارت
اور شوخی کے گندے نمونے دکھائے گئے مگر اس مخالفت میں کبھی آپ کو گھبراہٹ
اور پریشانی نہ ہوئی۔ اس مخالفت کے طوفان میں اموات اولاد اور اعزا
کے بعض ایسے واقعات پیش آئے جہاں بڑے بڑے قوی حوصلہ انسان بھی
ٹھوکر کھا جاتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی
نے حضرت ام المومنین کے قلب میں وہ قوت اور معرفت پیدا کر دی تھی کہ ہر
ابتلا کے وقت نہ صرف آپ صبر اور رضا بالقضا کے مقام پر کھڑی رہیں بلکہ

خدا تعالیٰ کے قرب کے مقام میں قدم آگے بڑھایا

میں حضرت ام المومنین کے اس خلق میں چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) صاحبزادی عصمت کی وفات پر نمونہ صبر

حضرت ام المومنین کی سب سے پہلی اولاد صاحبزادی عصمت تھی یہ وہ لڑکی تھی
جس کی پیدائش پر دشمنوں نے بہت شور مچایا کہ لڑکے کی بشارت تھی لڑکی پیدا ہوئی۔
اس کی پیدائش اور وفات دونوں ابتلا تھے۔ فطرتی طور پر پہلی اولاد اور لڑکی
مستورات کو بہت عزیز ہوتی ہے۔

حضرت ام المومنین صاحبزادی عصمت کی پیدائش پر اس سارے شور و شر سے واقف و آگاہ تھیں جو مخالفوں کی طرف سے ہو رہا تھا مگر وہ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان رکھتی تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صادق الیقین کرتی تھیں اس شماتت و مخالفت میں بھی حضرت سیدہ کو کبھی گھبراہٹ نہ ہوئی آخر لودہانہ میں صاحبزادی عصمت ہیضہ سے بیمار ہو کر فوت ہو گئیں۔ اس موقعہ پر کوئی جزع فزع نہیں اور اس کے بعد کوئی ذکر ہی نہیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے مصالحت و مسالمت کا یہ بے نظیر نمونہ تھا۔

(۲) صاحبزادی عصمت کی وفات کے بعد بشیر اول پیدا ہوا۔ وہ خدا تعالےٰ کی بشارت اور وعدہ کے موافق پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش اور وفات پر بھی ایک طوفان مخالفت پیدا ہوا۔ آخر وہ خدا تعالیٰ ہی کی وحی کے موافق فوت ہو گیا اور اس کی وفات پر پھر ایک شور بلند ہوا۔ اور یہ ایسا رنگ تھا کہ اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا اور خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت اس کے ساتھ نہ ہوتی تو خودکشی کر لیتا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی رفیقہ مطہرہ نے اپنے عمل سے دنیا کو دکھا دیا کہ ان کی زندگی کا ہر پہلو ان کو جنت ہی میں رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کے مقام کی طرف لے جاتا ہے دنیا کے مصائب اور ابتلا ان کے لئے

خدا کی چہرہ نمائی کا رنگ لیکر آتے ہیں

حضرت ام المومنین کے لئے یہ ابتلا بڑا سخت تھا۔ پہلا بچہ فوت ہو چکا تھا۔ یہ دوسرا بچہ جس کے متعلق خدا تعالیٰ کی بشارتوں میں عظیم الشان مقام بتایا گیا تھا۔ خدا کی مشیت کے ماتحت فوت ہوتا ہے۔ بشیر اول کی وفات والدین کے لئے بیٹے کے

داغ کی حیثیت سے ہی بڑا صدمہ تھا۔ بلکہ سب سے بڑا دکھ اور تکلیف اور ہمت آزما ابتلا یہ تھا کہ مخالفین نے طوفان بے تمیزی پیدا کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان مبارک والدین کو وہ مطمئن قلب اور معرفت کی مسرت و انبساط سے لبریز دل دیا ہوا تھا کہ اس سے اطمینان اور سکینت کی لہریں بجلی کی طرح نکل کر ہر دل کو سکینت بخشی تھیں۔

(۳) صاحبزادی شوکت کی وفات اور بالآخر (۴) صاحبزادہ مبارک احمدؐ کی وفات اور (۵) صاحبزادی امۃ النصیر کی وفات یہ سارے واقعات ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اندر درس رضا بالقضاء رکھتا ہے۔ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی وفات پر تو خدا تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

یہ تو وفات اولاد کے واقعات تھے۔ ان حوادث کے بعد وہ عظیم الشان واقعہ ہے۔

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا ہے

حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان ظاہر ہے۔ وہ وجود پاک جس کی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت فرمایا اور جو موعود اقوام تھا۔ اس کی اہلیہ ہونے کا شرف لا نظیر شرف ہے اس کی وفات ہر حیثیت سے اتنا بڑا صدمہ ہے کہ الفاظ اس کے بیان کرنے سے قاصر ہیں مگر خدا تعالیٰ کی رضا پر اپنی ساری خوشیوں کو مقدم کرنے کی جو قوت آپ کو خدا تعالیٰ سے عطا ہوئی تھی اس نے اس موقعہ پر بھی

صبر جمیل و عظیم کا نمونہ دکھایا

اور اس کے متعلق میں اسوقت کے موجودہ احباب کے تاثرات بیان کر آیا ہوں۔ حضرت ام المومنین نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی عمر پائی ہے (متعنا اللہ بطول حیاتھا آمین) اور یہ لمبی عمر بھی خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت اس عظیم الشان نشان کی صداقت کے لئے تھی جو مصلح موعود کے رنگ میں پورا ہونے والا تھا۔

قدرتی طور پر اس عرصہ میں بعض اور حادثات پیش آئے۔ سب سے اول حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ آپ کے والد ماجد کی وفات تھی۔ ماں باپ کتنے بھی بوڑھے ہو جائیں اور ان کی اولاد بھی خواہ کتنی ہی بڑی عمر کی ہو جاوے۔ تب بھی فطرتی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ماں باپ کا سایہ سلامت رہے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب کی وفات ایک صدمہ اور ابتلا تھا۔ پھر حضرت نانی اماں کی وفات صدمہ پر صدمہ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی خدیجہ کے منہ سے کسی وقت کوئی ایسا لفظ نہ نکلا جو شکوہ یا بے صبری کا ہو۔ یہ تو اپنے خاندان کے واقعات تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو مومنوں کی ماں بنا دیا۔ انھوں نے ہمیشہ ماں ہی کے فرائض ادا کئے اپنے ان روحانی بچوں کی ہمدردی تسلی اور غمخواری اپنی اولاد سے کم نہیں کرتی ہیں۔ پھر سلسلہ میں بعض ایسے بزرگ تھے جو اپنے اپنے وقت میں سلسلہ کے ستون تھے انکی خدمات اور شاندار قربانیاں قابل احترام و صد ناز تھیں۔ جیسے حضرت مولوی عبد الکریمؓ وغیرہم ایک کثیر تعداد ایسے مخلصین کی تھی جنھوں نے آپ کے سامنے وفات پائی اور فطری طور پر اپنے ان روحانی بچوں کی وفات پر آپ کو صدمہ ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کی مشیت یقین کر کے اس کی رضا پر راضی ہو گئیں۔ انھیں حوادث میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات اور اس کے بعد جماعت میں بعض لوگوں کی لغزش کا صدمہ بھی بڑا صدمہ تھا مگر خدا کی رضا کے لئے برداشت کیا۔ میں ایک انشراح صدر کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت ام المومنین کی زندگی

تو اس لحاظ سے ہر آئے دن اپنی جماعت کے تعلقات کے سلسلہ میں کسی نہ کسی ابتلا کو لیکر آتی ہیں اور پھر آپ واُم المریض ہیں۔ تقاضائے عمر بجائے خود ہے۔ مگر بایں کوئی نہ کوئی عارضہ لاحق رہتا ہے مگر کیا مجال ہے کہ کبھی شکایت ہو یا چڑچڑاپن پیدا ہو یا معمولات میں فرق آئے۔ ایک کوہ وقار کی جماعت ہیں صبر اور حوصلہ کے ساتھ

خدا کی پناہ میں زندگی بسر کر رہی ہیں

جن حوادث اور واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے وہ کچھ کم نہ تھے کہ بعض اور دلوں کو ہلا دینے والے واقعات پیش آئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی ہونہار اور صاحب علم صاحبزادی کا انتقال حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تین ایسی ازواج کا انتقال جو سلسلہ کے لئے خواتین کی تعلیم و تربیت اور تنظیم کے لئے بمنزلہ روح تھیں۔ میں کس کس واقعہ کا ذکر کروں یہ ایک دردناک مگر

ایمان باللہ اور قلب سلیم

کے مظاہرہ کی داستان ہے۔ بالآخر دو اور روح فرسا واقعات پیش آئے جن کا حضرت ام المومنین کے جسم اور روح کے ساتھ خاص تعلق ہے یعنی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضؓ کی وفات جو حضرت ام المومنین کے چھوٹے بھائی تھے جنکو بچوں کی طرح پرورش کیا اپنا دودھ پلایا اور دوسرے حضرت نواب محمد علیخاں صاحب رضؓ کی وفات جو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے شوہر تھے جن کو خدا تعالیٰ نے حجۃ اللہ کا خطاب دیا تھا۔ میں ان دونوں بزرگوں کا کسیقدر تفصیل سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے جماعت کے تاثرات کا پتہ لگے گا۔ اور حضرت ام المومنین کے مقام صبر و رضا کی شان بلند کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضؓ کا ایک مختصر تذکرہ مرحوم محمود احمد عرفانی دوسری جلد میں لکھنے کا عزم رکھتے تھے اور تفصیلی حالات جداگانہ کتاب میں لکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے خود ان کو اور حضرت میر صاحب رضؓ کو اپنے حضور طلب کر لیا۔ محمود احمد عرفانی ۱۹/۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات کو فوت ہو گئے اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ۱۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو فوت ہوئے گویا ایک مہینے کے وقفہ سے دونوں نے عالم بقا کی راہ لی۔ میں ان کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ اپنے رنگ میں لکھنا چاہتا تھا مگر عزیز مکرم مولوی عبد المنان صاحب نے مجھے لکھا کہ وہ حضرت میر صاحب کی لائیف لکھ رہے ہیں مجھے اس سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق دے۔ اب میں اس کتاب میں بجائے خود کچھ لکھنے کے ان مضامین کو یکجا کر دیتا ہوں جو حضرت میر صاحب کی وفات پر معزز ہم عصر الفضل نے شایع کئے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی پیدائش

حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ کے آباؤ اجداد کے رفیع المنزلت خاندان کا تذکرہ سیرۃ ام المومنین کی جلد اول میں شرح وبسط سے ہو چکا ہے وہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضؓ کی زندہ ذکور اولاد میں دوسرے بیٹے تھے۔

وجہ تسمیہ حضرت میر صاحب کو مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے بڑی محبت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی نذیر حسین صاحب حضرت میر صاحب کے استاد بھی تھے۔ اور دہلی

کے اہلحدیث کے سرگروہ بھی تھے۔ ایک دفعہ مولوی نذیر حسین صاحب لدھیانہ میں حضرت میر صاحب سے ملنے آئے جہاں وہ بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔

حضرت میر صاحب میر محمد اسمٰعیل صاحب کو جو ابھی بچے ہی تھے، ملانے کے لئے لیگئے۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے ازراہ شفقت سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ؎

دوبارہ آمد اسمٰعیل و احاق ٭ برائے کردن تنبیہ فساق

اس بناء پر جب میر محمد اسحٰق صاحب پیدا ہوئے تو حضرت میر صاحب نے انکا نام محمد اسحاق رکھا اور خدا کی قدرت کہ وہ شعر جو اس وقت اتفاق سے ان کے منہ سے نکلا " وہ ایک حقیقت بنکر عالم وجود میں آیا"

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی تعلیم و تربیت

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی تعلیم و تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین کے آغوش محبت میں ہوائی۔ حضرت ام المومنین کا انھوں نے دودھ بھی پیا۔ عربی کی ابتدائی کتابیں انھوں نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی نے شروع کی تھیں۔ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور ذکی تھے۔ بہت جلد بات کو اخذ کرتے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بڑی وضاحت اور عام فہم اسلوب سے تقریر کرتے تھے۔ سلسلہ تعلیم میں مولوی فاضل کا امتحان تعریف کے ساتھ پاس کیا۔ اور علوم دینیہ کی تکمیل حضرت حکیم الامتہ خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے کی۔

سلسلے کی خدمت

خدمت سلسلہ کا آغاز انھوں نے مدرسہ احمدیہ کے ایک مدرس کی حیثیت سے شروع کیا۔ اپنی مدت العمر خدمت سلسلہ میں نہ کبھی ترقی کا سوال پیش کیا نہ اپنے کسی قسم کے حقوق کا تقاضا کیا۔ انھوں نے خدمت سلسلہ کو ایک واقف زندگی کی حیثیت سے شروع کیا تھا اور اسی رنگ میں ختم کر دیا۔ وہ ایک بے نظیر مدرس۔ عدیم المثل مبلغ اور مناظر ایک نکتہ رس مجتہد اور بے لوث قاضی اور قابل قدر مفکر اور بلند پایہ انتظامی قابلیت کا ماہر تھا۔ انھوں نے آریوں، عیسائیوں اور غیر احمدیوں سے کامیاب مباحثے کئے۔ وہ ایک جادو

بیان خطیب ہی نہ تھے اعلیٰ درجہ کے اہل قلم بھی تھے ان کے بیان اور تحریر میں یہ کمال تھا کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کو ایسا آسان اور عام فہم بنا دیتے تھے کہ سننے والے قربان ہوتے تھے۔ تقریر یا مناظرہ کے وقت ان میں پریشانی اور گھبراہٹ کبھی نہیں دیکھی۔ چہرہ پر بشاشت اور تبسم کھیلتے تھے اور وہ مخالف پر ایسی ضرب لگاتے تھے کہ وہ حیران ہو جاتا۔ پادری جوالا سنگھ عیسائیوں میں بڑا منطقی اور فلاسفر سمجھا جاتا تھا حضرت میر صاحب کے ساتھ مناظرہ کرکے پچھتاتا تھا۔ خاکسار عرفانی کبیر کا بھی ایک تحریری مختصر سا مباحثہ پادری جوالا سنگھ سے نور افشاں لودھانہ میں ہوا تھا۔ میرا علم اسوقت اس کے مقابلہ میں کچھ نسبت نہ رکھتا تھا مگر حق میں ایک قوت ہوتی ہے آخر نور افشاں کے افسر اعلیٰ پادری سی بی نیوٹن نے اس سلسلہ کو بند کر دیا۔ یہ تو ضمناً ذکر کر گیا۔ حضرت میر صاحب نے گوجرانوالہ اور بمبئی میں اس کے منطق اور فلسفہ کے پرخچے اڑا دیئے اور بمبئی میں بہت قبولیت بڑھ گئی تھی۔ اگر میر صاحب وہاں سے جلد نہ آجاتے تو بمبئی میں بہت بڑی کامیابی کی توقع تھی۔

میر صاحب نے سلسلہ کے جس شعبہ میں کام کیا ہے للّٰہ اعزازی محض حسبۃً للّٰہ کیا۔ اور جس شعبہ میں کیا اسکی اصلاح کر دی۔ مدت العمر وہ ناظر ضیافت رہے اور لنگر خانہ کے انتظام میں کمال کر دیا۔ سالانہ جلسہ کی تقریب پر ہزاروں انسانوں کے لوازم ضیافت کا انتظام خندہ پیشانی ان تھک ہمت سے کرتے تھے۔ ناظر دعوت و تبلیغ۔ ناظر بیت المال اور مختلف صیغوں کا کام انھوں نے کیا اور جس ادارہ کو ہاتھ میں لیتے تھے

اس کو چار چاند لگا دیتے

کام میں باقاعدگی۔ الخدمت کارکنوں میں ضبط پیدا کر دیتے اور وہ سختی سے نہیں اپنے عمل سے کرتے تھے۔

حدیث سے انھیں خاص شغف تھا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا نتیجہ تھا۔ وہ احادیث کی شرح ایسے رنگ میں کرتے تھے کہ عہد حاضرہ کا بڑے سے

بڑا نکتہ چیں بھی اس پر اعتراض نہ کر سکتا۔ یتامیٰ، مساکین اور ضعیف العمر اور بیکسوں کے وہ آقا و مولیٰ تھے اور یہ چیز فطرتاً ان کے حصہ میں آئی تھی۔ سلسلہ کی اکثر ضروریات کو وہ دیکھتے ہی ان کی آواز پر لبیک کہتی تھی اور فوراً تعمیل کرتی۔ مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے اغراض سلسلہ کے لئے کوئی تحریک کی ہو اور کامیاب نہ ہوئی ہو۔ یہ محض ان کے اخلاص اور اعمال میں رضا کے وہی عشق کا نتیجہ تھا وہ بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ جماعت کی تنظیم۔ تبلیغ اور اس کے علمی مقام کو بلند اور ممتاز کرنے کا ان میں للّٰہی جوش تھا اور اس مقصد کے لئے وہ ہمیشہ عملی رنگ اختیار کرتے تھے۔ قرآن مجید کا درس۔ حدیث کا درس۔ مجلس ارشاد کے ذریعہ مختلف مسائل پر تحقیقی لیکچر دلاتے رہتے تھے۔ آریہ سماج کے پرچارکوں اور سکھوں کے مذہبی سیوکوں سے تبادلۂ خیالات کے جلسہ کرتے اور نہایت امن اور آزادی اور سلامت روی کے ساتھ تبادلۂ خیالات ہوتا۔ ان کی ہر خوبی اور خدمت بجائے خود ایک مبسوط تالیف کی متقضی ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اس کی توفیق دے گا۔

سلسلہ کی خدمت میں انتہائی محنت اور شفقت نے ان کی صحت پر غیر معمولی اثر کیا۔ باوجود بیماری کے متواتر اور شدید حملوں کے بھی وہ خدمت سلسلہ کے لئے کمربستہ رہتے تھے ان کی زندگی سلسلہ کے ہر کارکن اور فرد کے لئے۔

خضر راہ ہے

بیماری کا ہر حملہ جانستان نظر آیا کرتا تھا اور فی الحقیقت جہاں تک طبی نقطۂ نگاہ ہے جانستان ہی ہوتا تھا لیکن ان کی علالت کا اعلان جماعت کے اہل دل اور عام افراد میں دعا کے لئے ایک غیر معمولی جوش پیدا کرتا تھا اور کچھ شک نہیں کہ

وہ دعائیں تقدیر معلق کو ٹلا دیتی تھیں

اور جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کی جان لینے کے وقت خدا تعالیٰ کو بھی تردد ہوتا ہے۔ فی الحقیقت یہی نظارہ حضرت میر صاحب کی علالت کے وقت نظر آتا تھا۔ لیکن آخر بیماری کے متواتر حملوں میں آخری حملہ نے ان کی زندگی کو بظاہر ختم کر دیا۔ مگر درحقیقت

موت کے دروازہ سے داخل ہو کر انھوں نے حیاتِ ابدی حاصل کی

ان کی بے ریا خدمات انھیں ہمیشہ زندہ رکھیں گی اور آنے والی نسلیں ان پر فخر کریں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض اوقات کسی مخلص کے وفات پا جانے پر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان کے لئے دعائے صحت کرنے کا موقعہ نہ ملا اور اس سے آپ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر دعا اپنے پورے لوازم سے کی جاوے تو وہ قبولیت کا درجہ حاصل کرتی ہے اور جہاں قضائے مبرم ہو وہاں اس کا موقعہ پورے طور پر نہیں ملتا۔ حضرت میر صاحب کی اس آخری علالت میں بھی یہی ہوا۔ کہ

علالت کا حملہ تیر قضا ہی تو تھا

نہ اس کا اعلان ہو سکا اور نہ جماعت کو اپنے ایک مخلص اور محسن خادم کے لئے دعاؤں کا موقعہ ملا۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت میر صاحب پر یہ حملہ عین اس وقت ہوا جبکہ وہ سلسلہ کی خدمت میں مصروف تھے۔ یوں تو ان کی زندگی کا ہر لمحہ خدمت سلسلہ میں گزرتا تھا مگر اس روز باوجود طبیعت کے کسیقدر ناساز ہونے کے مجلس صدر انجمن کے جلسہ میں شریک تھے۔

حضرت میر صاحب کی وفات کو جماعت نے کسطرح محسوس کیا اس کا کسی قدر اندازہ ان اقتباسات سے ہوگا جو بعض خطوط اور مختلف احباب کے تاثرات کا کیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ میں اسے درج کروں۔ میر صاحب کی آخری علالت کا مختصر سا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ معزز ہمعصر الفضل نے انکی وفات پر جو لیڈر شایع کیا اس میں انکی وفات کے آخری حالات بھی درج ہیں اس لئے انھیں کو درج کر دیا جاتا ہے۔

احمدیت کا ایک درخشندہ ستارا غروب ہو گیا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رحلت فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قادیان، ۱۷ مارچ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وہ نہایت ہی قیمتی اور گراں مایہ وجود نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس خاندان سے نہایت ہی قریبی تعلق رکھنے کی وجہ سے بلکہ اپنی خاندانی اور ذاتی اعلیٰ صفات کے لحاظ سے ایک خاص وجود تھا۔ جو دینی علوم و معارف کا بحرِ بیکراں تھا۔ جو احمدیہ اخلاق اور تہذیب کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ جو ہر مصیبت زدہ کا مددگار اور ہر محتاج کا دستگیر تھا۔ جو یتیموں کا ملجا اور بیواؤں کا ماوا تھا۔ جس کا دستِ سخا نہایت وسیع تھا جس نے ساری عمر متوکلانہ زندگی بسر کی۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمتِ دین اور خدمتِ خلق اللہ کیلئے وقف تھا۔ جو احمدیت کا ایک درخشندہ اور ضوافشاں ستارہ تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جس کی خوبیوں کا شمار ہم سے ممکن نہیں۔ یعنی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب۔ انہیں آج بروز جمعہ یکایک خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کل سارا دن آپ دینی خدمات میں مصروف رہے۔ مگر شام کے قریب گھر تشریف لے جاتے ہوئے بیمار ہو گئے۔ اور چارپائی پر اٹھا کر آپ کو گھر پہنچایا گیا۔ (اس کے بعد کے حالات دوسری جگہ درج کئے گئے ہیں) کل کی رات اور آج ۱۷ مارچ کا دن نہایت ہی تشویش میں گزرا۔ جس جس کو آپ کی علالت کی اطلاع پہنچی۔ اور اعلانِ عام کے ذریعہ سب احمدی احباب کو پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ سب نے نہایت ہی درد اور کرب کے ساتھ دعا کی۔ علاج معالجہ میں بھی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ مگر چھ بجے شام کے بعد

نبض بہت زیادہ کمزور ہوگئی۔ اور خطرہ بہت بڑھ گیا۔ حافظ محمد رمضان صاحب بلند آواز سے قرآن کریم کی دعائیں پڑھنے لگے۔ نیز سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے رہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ ابھی دوسرے صحن میں جاکر قرآن کریم پڑھتے رہے۔ پھر حضور اس کمرہ میں تشریف لے آئے۔ جہاں حضرت میر صاحب تھے۔ اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بہت دیر تک رقت بھری آواز میں قرآن کریم کی دعائیں فرماتے رہے۔ یہ نظارہ نہایت ہی رقت انگیز تھا۔ کمرہ کے اندر اور باہر لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت حضور نے فرمایا۔ اگر یہ رونا دعا کا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ گناہ ہے۔ حضور پھر باہر تشریف لے آئے۔ چونکہ نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ نماز کی تیاری کیجائے۔ ابھی نماز شروع نہ ہوئی تھی کہ حضرت میر صاحب کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو اطلاع دی گئی تو حضور اندر تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔ نماز سے قبل حضور نے ارشاد فرمایا کہ دوست دعائیں بہت کریں۔ نماز کے بعد فرمایا کہ دوست بیٹھے رہیں اور ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں آئندہ دنوں میں بالخصوص آج کی رات بہت دعائیں کرنے کا ارشاد فرمایا۔

حضور نے فرمایا۔ میر محمد اسحٰق صاحب خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا انہی کو رہنا تھا۔ وہ رات دن قرآن وحدیث پڑھانے میں لگے رہتے تھے۔ زندگی کے اس آخری دور میں وہ کئی بار موت کے منہ سے بچے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ پر وہ اس طرح اندھا دھند کام کرتے تھے کہ کئی بار ان پر نمونیہ نے حملہ کیا۔ میر صاحب کی وفات سلسلہ کا نقصان ہے۔ اور اتنا بڑا نقصان ہے کہ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ اس نقصان کا پورا کرنا آسان نہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس طرز کے تھے۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب

اور تیسرے میر محمد اسحٰق صاحب اس رنگ میں رنگین تھے۔

یہ تقریر حضور نے اس رقت اور سوز سے فرمائی کہ حضور کی آواز رک رک جاتی تھی اور سننے والوں کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ تقریر کے بعد حضور نے نہایت خشوع و خضوع سے دعا فرمائی اور تمام حاضرین نے بھی نہایت عاجزی اور زاری سے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔

اس کے بعد حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کو غسل دینے کا انتظام کیا گیا۔ اور غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد گیسٹ ہاؤس (جہاں حضرت میر صاحب کی رہائش تھی) کے بیرونی حصہ میں جنازہ لایا گیا۔ اور رات بھر کے لئے پہرہ دار مقرر کر دیئے گئے۔ اس کے بعد بارہ بجے کے قریب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ واپس تشریف لائے۔ جنازہ کل بعد نماز عصر پڑھا جائے گا۔ اس حادثہ کی اطلاع جماعت ہائے احمدیہ لاہور۔ امرتسر۔ جالندھر۔ لدھیانہ۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور۔ منٹگمری۔ سیالکوٹ۔ گجرات وغیرہ کو بذریعہ تار رات کو ہی دے دی گئی۔ حضرت مسیح موعود کے پرانے صحابہ کو نام بنام حضرت امیر المومنین نے ان دنوں خاص طور پر دعائیں کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے لئے چند ہی دنوں میں یہ دوسرا صدمہ ہے اور بہت بڑا صدمہ ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ ہمارے دل نہایت ہی حزیں اور دردمند ہیں۔ اور اس لئے دردمند ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی دو بہت بڑی نعمتیں لے لی ہیں۔ ہمیں اسی کے حضور جھکنا اور اسی سے جماعت کے لئے خیر و برکت مانگنا اور غلبہ اسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان عطا کرنے کی التجائیں کرنی چاہئیں۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی ایک امتیازی خصوصیت

اس میں تو کوئی شبہ اور کلام نہیں کہ آپ سلسلہ کے گراں قدر رتن اور رکن تھے۔ اور ان کی زندگی سلسلہ کی خدمت کے لیے عملاً وقف تھی۔ مگر خدام سلسلہ میں ان کو بعض خصوصیات حاصل تھیں اور یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا۔ میں ان امتیازی خصوصیات میں سے صرف ایک کا ذکر کروں گا۔

سب سے اول میں اس خصوصیت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس نے ان کے وجود کو شعائر اللہ میں داخل کر دیا اور وہ خدا تعالیٰ کی ہستی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایک آیۃ اللہ قرار پائے۔ خدا تعالیٰ کی اس وحی میں (جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی) ان کی زندگی کے متعلق بعض الہامات اور پیشگوئیاں ہیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ حتیٰ کہ ان کی موت کے متعلق بھی اشارات پائے جاتے ہیں اور خود حضرت میر محمد اسحٰق صاحب بھی یہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ اور بعض اوقات انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ اور آخر وہ اسی پیشگوئی اور نشان کے موافق وفات پا گئے۔ (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ)

سب سے پہلی مرتبہ حضرت میر محمد اسحٰق کے متعلق ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں اس نشان کے ضمن میں آیا جو اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ کے الہام میں ہے اور جس کی تصریح اسی کتاب میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے بیان سے میں کر آیا ہوں۔ اسی نشان میں یہ ضمناً داخل ہو گئے۔ کیونکہ اس مکتوب (جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات کا بھی ذکر تھا) اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں ان کا ذکر ابتداً ان کی خبر وفات کے سلسلہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں کچھ

شبہ نہیں کہ اس وقت کے واقعات اور حالات ایسے ہی تھے کہ حضرت نانی اماں رضی اللہ عنہا کی سخت تشویشناک حالت اور میر صاحب کی حالت شیر خوارگی اور خبر گیری کے اسباب کا فقدان آپکی موت کو بلا رہا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں نے موت کو حیات سے بدل دیا۔

(۱) سب سے پہلا الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے متعلق ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء کو ہوا۔

سب سے پہلا الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے متعلق ۱۹۰۵ء میں ہوا جب کہ آپ بیمار تھے۔ اور بظاہر صحت یابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہام نازل کر کے آپ کی صحت کی خوشخبری دی چنانچہ لکھا ہے:۔

"میاں محمد اسحٰق حضرت میر ناصر نواب صاحب کا چھوٹا صاحبزادہ بیمار تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے میں حالت اچھی نہ تھی۔ فرمایا میں نے دعا کی۔ اور دعا کی اصل وجہ تو شماتت اعداء تھی۔ ورنہ اولاد ہو یا کوئی اور عزیز موت فوت ساتھ ہی ہوتی ہے۔ غرض جب میں دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا۔ سلامٌ قولاً من ربٍ رحیم (۲) پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں۔"

(تذکرہ صفحہ ۵۰۵ بحوالہ الحکم جلد ۹ ۱۷ء)

اس الہام کا ذکر تذکرہ میں ایک اور جگہ ان الفاظ میں آیا ہے:۔

"جب اسحٰق بیمار تھا تو دیکھتا کیا ہوں کہ بہت سے مردار خور جانور لم ڈھینگ ہیں۔ اور پاس ہی ایک مردار پڑا ہوا ہے۔ اس رؤیا کے بعد اس جگہ کو بدل دیا گیا۔ وہ معاً اچھا ہو گیا۔ اس کے متعلق الہام ہوا تھا۔

سلامٌ قولاً من ربٍ رحیمٍ

(تذکرہ صفحہ ۵۰۵ بحوالہ الحکم جلد ۹ صفحہ ۱۳۱)

یہ ایک عجیب بات ہے کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی علالت اور اس سے آپ کا شفا پانا ہمیشہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شفائی اعجاز رہا ہے۔ بلکہ میں تو اپنے ذوق کے موافق سمجھتا ہوں کہ ان کی موتیں کئی بار حضرت کی دعاؤں سے بدلتے رہے۔

(۲) دوسرا رویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت میر صاحب کی شادی کے متعلق ہوا۔ اور اس رویا کے موافق آپ کی شادی ہوئی۔ وہ رویا حسب ذیل ہے۔

"روز دوشنبہ عید الضحیٰ حضرت اقدس نے رویا دیکھا کہ میاں محمد اسحٰق پسر حضرت میر ناصر نواب صاحب اور صالحہ بی بی بنت صاحبزادہ منظور محمد کے باہمی تعلق نکاح کی تیاری ہو رہی ہے۔"

(تذکرہ صفحہ ۵۲۰ بحوالہ بدر جلد ۲ صفحہ ۵)

چنانچہ اس رویا کے مطابق مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حضرت خلیفہ اول رض نے اعلان نکاح کیا اور اسی تقریب مبارک پر (جو بجائے خود نشان تھا) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نے ایک منظوم دعائیہ مبارکباد لکھی تھی اور ان دعاؤں کی قبولیت اس مبارک جوڑے کی زندگی میں ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے انتخاب فرمایا اور قبل از وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ رویا اس کی بشارت دی اور آپ کے ہونے والے خلفا نے اعلان نکاح اور تبریک نکاح میں حصہ لیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مثمر بہ ثمرات فرمایا۔

(۳) پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور رویا ہے جس کی ایک تجلی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے وجود میں بھی نمایاں ہے گو کامل تجلی حضرت امیر المومنین کا وجود مبارک ہے۔

اس لئے کہ آپ کے کشوف میں ایک خاص پہل کا کشف ان کے متعلق ہے تاہم میں اس رویا میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کو بھی شریک سمجھتا ہوں اس رویا میں ان کی زندگی کی عملی تفسیر ہے جو ان کے کارناموں اور خدمات سلسلہ پر مشتمل ہے۔ اور وہ رویا یہ ہے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور رویا جو حضرت میر صاحب کے وجود سے پورا ہوا۔ وہ ان الفاظ میں تذکرہ میں درج ہے:۔

"خواب میں دیکھا کہ میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں جو پھل دار ہے اور جب مجھ کو دیا تو وہ ایک بڑا درخت ہو گیا جو بیدانہ توت کے درخت کے مشابہ تھا اور نہایت سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اس کے نہایت شیریں تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے مگر معمولی درختوں میں سے نہیں تھا۔ ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا میں اس درخت کے پھل پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔"

(تذکرہ صفحہ ۴۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اجتہاد فرمایا وہ بھی واقعاتی رنگ میں صحیح ثابت ہوا۔ اور دوسرے رنگ میں اس کا ظہور حضرت ام المومنین کے وجود مبارک کے ذریعہ بشکل پہل حضرت امیر المومنین کے وجود میں ہوا اور حضرت میر محمد اسحٰق بھی اس میں شامل ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک الہام میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب پر ہونیوالے امراض کے جان ستاں حملوں کی خبر دی اگرچہ اسوقت عام قاعدہ کے مطابق یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ الہام کس کے متعلق ہے مگر واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ الہام میر محمد اسحٰق صاحب ہی کے متعلق تھا اور وہ الہام یہ ہے۔

خدا اسکو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا

(تذکرہ صفحہ ۶۴۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ ۲۳)

حضرت میر صاحب کی زندگی میں خطرناک حملے جو بیماری کے ہوئے وہ چھ تھے اور چھٹا حملہ بالآخر جانستان ثابت ہوا۔ حضرت میر صاحب مرحوم اپنی شدید علالت کے حملوں کا شمار رکھتے تھے ان کے مخلص اور خاص احباب اور اہل بیت جانتے ہیں کہ وہ اس الہام کو اپنی نسبت یقین کرتے تھے اور فرماتے کہ چھٹا حملہ جاں ستان ہو گا۔ چنانچہ ایسے حملے جو موت ہی کا پیغام ہو سکتے تھے۔ ان پر پانچ مرتبہ ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے وعدہ کے موافق نجات دی لیکن یہ آخری حملہ جو چھٹا تھا جب ہوا تو جان لیوا ثابت ہوا وکان امر اللہ مقضیا۔ یہ الہام ۱۹۰۶ء کا ہے اور اس کے بعد ۳۸ سال تک آپ زندہ رہے اور اس عرصہ میں پانچ شدید حملے ہو کر آپ شفایاب ہوئے اور آخری میں واصل بحق ہو گئے۔

یہ خصوصیت اور امتیاز خاص رنگ رکھتا ہے جس سے میر صاحب کے مقام عنداللہ کا پتہ لگتا ہے۔ اور پھر یہ عجیب بات ہے کہ سلسلہ کے دور ترقی اور عہد فضل میں بھی ایک عظیم الشان بشارت میں خدا تعالیٰ نے ان کو شریک فرمایا اس سے میری مراد یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جو رویا سلسلہ میں آنے والے انقلاب کے متعلق ہوا۔ اس میں بھی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا دخل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے ایک ایسا فعل کرا دیا جو

وامتازوا الیوم ایھا المجرمون

کا دن تھا۔ اس سے میری مراد وہ واقعہ ہے جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہوا۔

اور جس میں خلیفہ اور انجمن کی پوزیشن کا سوال پیدا ہوا تھا۔ انھیں ایام میں حضرت امیر المومنین کو ایک رویا ہوئی۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ واقعات کو سمجھنے کے لیے اس کی کسی قدر تفصیل آئینہ صداقت سے کردوں۔

"جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر آپ کو خلیفہ تجویز کیا گیا تو مولوی صاحب کو بہت برا معلوم ہوا۔ اور آپ نے انکار بھی کیا۔ اور پیش کیا کہ خلافت کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے۔ مگر جماعت کی عام رائے کو دیکھ کر اور اس وقت کی بے سرو سامانی کو دیکھ کر دب گئے۔ اور بیعت کرلی بلکہ اس اعلان پر بھی دستخط کر دیئے جس میں جماعت کو اطلاع دی گئی تھی کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ الوصیۃ کے مطابق خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ مگر ظاہری بیعت کے باوجود دل نے بیعت کا اقرار نہیں کیا۔ اور اپنے ہمخیالوں اور دوستوں کی مجلس میں اس قسم کے تذکرہ شروع کر دیئے گئے۔ جن میں خلافت کا انکار ہوتا تھا اور اس طرح ایک جماعت اپنے ہم خیالوں کی بنالی۔ خواجہ کمال الدین سب سے بہتر شکار تھا جو مولوی محمد علی صاحب کو ملا (کیونکہ وہ خود اس فکر میں تھے کہ مولوی محمد علی صاحب کو اپنا ہم خیال بنائیں اور اس کی سب سے بہتر صورت یہی تھی کہ وہ خود مولوی محمد علی صاحب کے خاص خیالات میں ان کے شریک ہو جاویں) چنانچہ حضرت مسیح موعود کی وفات کو ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ خواجہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کی موجودگی میں مجھ سے سوال کیا کہ میاں صاحب آپ کا خلیفہ کے اختیارات کے متعلق کیا خیال ہے۔

میں نے کہا کہ اختیارات کے فیصلہ کا وقت تھا جبکہ ابھی بیعت نہ ہوئی تھی۔ جبکہ حضرت خلیفہ اول نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی اور اس تقریر کو سن کر تم نے بیعت کی تو اب آقا کے اختیار مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب حاصل ہے۔ میرے اس جواب کو سن کر خواجہ صاحب بات کا رخ بدل گئے۔ اور گفتگو اسی پر ختم ہو گئی۔ انہی ایام میں مولوی محمد علی صاحب کو بعض باتوں پر والدہ صاحبہ حضرت ام المومنین سے بعض شکایات پیدا ہوئیں۔ وہ سچی تھیں یا جھوٹی۔ مگر مولوی صاحب کے دل میں وہ گھر کر گئیں اور آپ نے ان شکایتوں کا اشارۃً رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں بھی ذکر کر دیا۔ چونکہ خلافت کا مجھے مؤید دیکھا گیا اسلئے اس ذاتی بغض کی وجہ سے یہ خیال کر لیا گیا کہ یہ خلافت کا اس لئے قائل ہے کہ خود خلیفہ بننا چاہتا ہے۔ پس خلافت کی مخالفت کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے خاندان خصوصاً میری مخالفت کو بھی ایک مدعائے خاص قرار دیا گیا اور ہمیشہ اس کے لئے ایسی تدبیریں ہوتی رہیں۔ جن کے ذکر کرنے کی نہ یہاں گنجائش ہے نہ فائدہ۔

اسی عرصہ میں جلسہ سالانہ کے دن آ گئے جس کے لئے مولوی محمد علی صاحب کے احباب نے خاص طور پر مضامین تیار کئے۔ اور یکے بعد دیگرے انہوں نے جماعت کو یہ سبق پڑھانا شروع کیا کہ خدا کے مامور کی مقرر کردہ جانشین اور خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے جس کے یہ لوگ ٹرسٹی ہیں۔ اور اس کی اطاعت تمام جماعت کے لئے ضروری ہے مگر اس سبق کو اس قدر لوگوں کے مونہوں سے اور اسقدر مرتبہ

دہرایا گیا کہ بعض لوگ اصل منشاء کو پا گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اصل غرض حضرت خلیفہ اول کو خلافت سے جواب دینا ہے اور اپنی خلافت کا قائم کرنا صدر انجمن احمدیہ کے چودہ ممبروں سے قریباً آٹھ مولوی محمد علی صاحب کے خاص دوست تھے۔ اور بعض اندھا دھند بعض حسن ظنی سے ان کی ہر ایک بات پر آمنا و صدقنا کہنے کے عادی تھے۔

صدر انجمن احمدیہ کی خلافت سے مراد درحقیقت مولوی محمد علی صاحب کی خلافت تھی جو اس وقت بوجہ ایک منصوبہ کے اس کے نظم و نسق کے وجہ مختار تھے۔ بعض ضروری کاموں کی وجہ سے مجھے اس سال جلسہ سالانہ کے تمام لیکچروں میں شامل ہونے کا موقعہ نہ ملا اور جنھیں شامل ہونے کا موقعہ ملا بھی ان کے سنتے وقت میری توجہ اس بات کی طرف نہیں پھری۔ مگر جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے انکی تدبیر کو معلوم کر لیا تھا۔ اور اب ان کے دوستوں کے حلقوں میں اس پر گفتگو شروع ہو گئی تھی کہ خلیفہ کا کیا کام ہے۔ اصل حاکم جماعت کا کون ہے۔ صدر انجمن احمدیہ یا حضرت خلیفۃ المسیح اول مگر خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے اب بھی اس کا کچھ علم نہ تھا۔ اب جماعت میں دو کیمپ ہو گئے تھے۔ ایک اس کوشش میں تھا کہ لوگوں کو یقین دلایا جاوے کہ حضرت مسیح موعود کی مقرر کردہ جانشین انجمن ہے اور دوسرا اس پر معترض تھا۔ اور بیعت کے اقرار پر قائم تھا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اول کو ان بحثوں کا کچھ علم نہ تھا۔ اور میں بھی ان سے بالکل بے خبر تھا۔ حتیٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے پاس میر محمد اسحٰق صاحب نے کچھ سوالات لکھ کر پیش کئے۔ جن میں خلافت کے

متعلق روشنی ڈالنے کی درخواست کی گئی تھی۔ ان سوالات کو حضرت خلیفۃ المسیح اول نے مولوی محمد علی صاحب کے پاس بھیجدیا کہ وہ ان کا جواب دیں۔ مولوی محمد علی صاحب نے جو کچھ جواب دیا وہ حضرت خلیفہ اول کو حیرت میں ڈالنے والا تھا۔ کیونکہ اس میں خلیفہ کی حیثیت کو ایسا گرا کر دکھایا گیا تھا کہ سوائے بیعت لینے کے اس کا کوئی تعلق جماعت سے باقی نہ رہتا تھا۔ حضرت خلیفہ اول ؓ نے اسپر حکم دیا۔ کہ ان سوالوں کی بہت سی نقلیں کر کے جماعت میں تقسیم کی جاویں۔ اور لوگوں سے ان کے جواب طلب کیے جاویں۔ اور ایک خاص تاریخ ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء مقرر کی کہ اس دن مختلف جماعتوں کے قائم مقام جمع ہو جاویں۔ تا کہ سب سے مشورہ لیا جائے اسوقت تک بھی مجھے اس نقش کا علم نہ تھا۔ حتیٰ کہ مجھے ایک رویا ہوئی جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

فتنہ کی اطلاع بذریعہ رؤیا

میں نے دیکھا کہ ایک مکان ہے اس کے دو حصہ ہیں۔ ایک حصہ تو مکمل ہے اور دوسرا نامکمل۔ نامکمل حصہ پر چھت پڑی جا رہی ہے۔ کڑیاں رکھی جا چکی ہیں۔ مگر تختیاں نہیں رکھی گئیں اور نہ مٹی ڈالی گئی ہے۔ ان کڑیوں پر کچھ بھوسا پڑا ہے۔ اور اس کے پاس میر محمد اسحٰق صاحب میرے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب اور ایک اور لڑکا جو حضرت خلیفۃ المسیح اول کا رشتہ دار تھا اور جس کا نام نثار احمد تھا۔ اور جو اب فوت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے غریق رحمت کرے) کھڑے ہیں۔ میر محمد اسحٰق صاحب کے ہاتھ میں دیا سلائی کی ایک ڈبیہ ہے۔ اور وہ اس میں سے دیا سلائی نکال کر اس بھوسے کو جلانا چاہتے ہیں

میں نے ان سے کہا کہ آخر یہ بھوسا جلایا تو جائے گا ہی۔ مگر ابھی وقت نہیں۔ ابھی نہ جلائیں۔ ایسا نہ ہو بعض کڑیاں بھی ساتھ ہی جل جاویں اس پر وہ اس ارادہ سے باز رہے اور میں اس جگہ سے دوسری طرف چل پڑا۔ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ مجھے کچھ شور معلوم ہوا۔ مڑ کر کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب بے تحاشہ دیا سلائیاں نکال کر جلاتے ہیں۔ اور اس بھوسے کو جلانا چاہتے ہیں۔ مگر اس خیال سے کہیں میں واپس نہ آجاوں جلدی کرتے ہیں اور جلدی کی وجہ سے دیا سلائی بجھ جاتی ہے۔ میں اس بات کو دیکھکر واپس دوڑا کہ انکو روکوں۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہاں تک پہنچا۔ ایک دیا سلائی جل گئی اور اس سے انھوں نے بھوسے کو آگ لگا دی۔ میں دوڑ کر آگ میں کود پڑا اور آگ کو بجھا دیا۔ مگر اس عرصہ میں کہ اس کے بجھانے میں کامیاب ہوتا۔ چند کڑیوں کے سرے جل گئے میں نے یہ رؤیا مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب سے بیان کی۔ انھوں نے مسکرا کر کہا کہ مبارک ہو کہ یہ خواب پوری ہو گئی ہے۔ کچھ واقعہ انھوں نے بتایا۔ مگر یا تو پوری طرح ان کو معلوم نہ تھا یا وہ اسوقت بتا نہ سکے۔ میں نے پھر یہ رؤیا لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ نے اسے پڑھ کر ایک رقعہ پر لکھ کر مجھے جواب دیا کہ خواب پوری ہو گئی۔ میر محمد اسحق صاحب نے چند سوال لکھ کر دیے ہیں۔ جن سے خطرہ ہے۔ کہ شور نہ پڑے۔ اور بعض لوگ فتنہ میں پڑ جائیں۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مجھے اس فتنہ کا علم ہوا اور وہ بھی ایک خواب کے ذریعہ اس کے بعد وہ سوالات جو حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب کے لیے لوگوں کو بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ مجھے بھی ملے۔ اور میں نے ان کے متعلق خاص طور پر دعا کرنی شروع

کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے جواب کے متعلق ہدایت چاہی۔ اس میں شک نہیں کہ میں حضرت خلیفہ اول کی بیعت کر چکا تھا اور اس میں بھی شک نہیں کہ میں خلافت کی ضرورت کا عقلاً قائل تھا۔ مگر باوجود اس کے میں نے اس امر میں بالکل مخلع بالطبع ہو کر غور شروع کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں لگ گیا کہ وہ مجھے حق کی ہدایت دے۔ اس عرصہ میں وہ تاریخ نزدیک آ گئی جس دن کہ جوابات حضرت خلیفۃ المسیح کو دینے تھے۔ میں نے جو کچھ میری سمجھ میں آیا لکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح کو دیدیا۔ مگر میری طبیعت سخت بیقرار تھی کہ خدا تعالیٰ خود کوئی ہدایت کرے۔ یہ دن اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ میرے لئے سخت ابتلا کے دن تھے۔ دن اور رات غم اور رنج میں گزرتے تھے کہ کہیں میں غلطی کر کے اپنے مولیٰ کو ناراض نہ کر لوں۔ مگر باوجود سخت کرب اور تڑپ کے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہ معلوم ہوا۔

۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کا معرکۃ الآراء دن۔

حتیٰ کہ وہ رات آ گئی جس کی صبح کو جلسہ تھا۔ لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہوئے۔ مگر ہر ایک شخص کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ آنے والے دن کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔ بیرون جات سے آنے والے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو یہ امر سمجھانے کی پوری طرح کوشش کی گئی ہے کہ اصل جانشین حضرت مسیح موعودؑ کی انجمن ہی ہے اور خلیفہ صرف بیعت لینے کے لئے ہے۔ اور تمام راستہ بھر خاص طور پر یہ بات ہر ایک شخص کے ذہن نشین کی گئی

ہے کہ جماعت اسوقت سخت خطرہ میں ہے۔ چند شریر اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھ کر یہ سوال اٹھا رہے ہیں اور جماعت کے اموال پر تصرف کر کے من مانی کارروائی کرنی چاہتے ہیں۔ لاہور میں جماعت احمدیہ کا ایک خاص جلسہ خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے مکان پر کیا۔ اور لوگوں کو سمجھایا گیا کہ سلسلہ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ اصل جانشین حضرت مسیح موعود کی انجمن ہی ہے اور اگر یہ بات نہ رہی تو جماعت خطرے میں پڑ جائے گی۔ اور سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور سب لوگوں سے دستخط لئے گئے کہ حسب فرمان حضرت مسیح موعود جانشین حضرت مسیح موعود کی انجمن ہی ہے۔ صرف دو شخص یعنی محمد حسین صاحب قریشی سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور اور بابو غلام محمد صاحب فورمین ریلوے دفتر لاہور نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور جواب دیا کہ ہم تو ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں وہ ہم سے زیادہ عالم اور زیادہ خشیۃ اللہ رکھتا ہے اور حضرت مسیح موعود کا ادب ہم سے زیادہ اس کے دل میں ہے۔ جو کچھ وہ کہے گا۔ ہم اس کے مطابق عمل کرینگے۔ غرض محضر نامہ تیار ہوئے لوگوں کو سمجھایا گیا اور خوب تیاری کر کے خواجہ صاحب قادیان پہنچے۔ چونکہ دین کا معاملہ تھا اور لوگوں کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسوقت اگر تم لوگوں کا قدم پھسلا تو بس ہمیشہ کیلئے جماعت تباہ ہوئی۔ لوگوں میں سخت جوش تھا اور بہت سے لوگ اس کام کے لئے اپنی جان دینے کے لئے بھی تیار تھے اور بعض لوگ صاف کہتے تھے کہ اگر مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول) نے خلاف فیصلہ کیا تو ان اسی وقت خلافت سے علیحدہ کر دیا جاوے گا۔ بعض خاموشی سے

خاموشی سے خداتعالیٰ کے فیصلہ کے منتظر تھے۔ بعض بمقابل خلافت کی تائید میں جوش دکھا رہے تھے۔ اور خلافت کے قیام کے لئے ہر ایک قربانی پر آمادہ تھے۔ عام طور پر کہا جاسکتا ہے کہ باہر سے آنیوالے صاحب اور ان کے ساتھیوں کی تلقین کے باعث قریباً سب کے سب اور قادیان کے رہنے والوں میں سے ایک حصہ اس امر کی طرف جھک رہا تھا کہ انجمن ہی جانشین ہے۔ گو قادیان کے لوگوں کی کثرت خلافت سے وابستگی ظاہر کرتی تھی۔

نہایت خطرناک حالت

ایسے وہ برادران جو بعد میں سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہوں اور جنھوں نے وہ درد اور تکلیف نہیں دیکھی جو اس سلسلہ کے قیام کے لئے مسیح موعود نے برداشت کی اور ان حالات کا مطالعہ نہیں کیا جن میں سے گزر کر سلسلہ اس حد تک پہنچا ہے۔ آپ لوگ اس کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اس وقت احمدیوں پر طاری تھی۔ سوائے چند خود غرض لوگوں کے باقی سب کے سب خواہ کسی خیال یا کسی عقیدہ کے ہوں۔ مردہ کی طرح ہو رہے تھے۔ اور ہم میں سے ہر ایک شخص اس امر کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال کولہو میں پیس دئے جاویں بہ نسبت اس کے کہ وہ اختلاف کا باعث بنیں۔ اس دن دنیا باوجود فراخی کے ہمارے لئے تنگ تھی اور زندگی باوجود آسائش کے ہمارے لئے موت سے بدتر ہو رہی تھی۔ میں اپنا حال بیان کرتا ہوں کہ جوں جوں رات گزرتی جاتی تھی۔ کرب بڑھتا جاتا تھا اور میں خداتعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دعا کرتا تھا کہ خدایا میں نے گو ایک رائے کو دوسری پر ترجیح

دی ہے۔ مجھے اپنی رائے کی ضد نہیں۔ مجھے حق کی جستجو ہے۔ راستی کی تلاش ہے۔ دعا کے دوران میں میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے کچھ نہ بتایا تو میں جلسہ میں شامل ہی نہ ہوں گا تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنوں۔ جب میرا کرب اس حد تک پہنچا تو خدا کی رحمت کے دروازے کھلے اور میری زبان پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم یعنی ان لوگوں سے کہدے کہ تمہارا رب تمہاری پرواہ کیا کرتا ہے اگر تم اس کے حضور گر نہ جاؤ۔ جب یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے تو میرا سینہ کھل گیا اور میں نے جان لیا کہ میرا خیال درست ہے۔ پس معلوم ہوا کہ لوگ جو میرے خیال کے خلاف خیال رکھتے ہیں ان سے خدا تعالیٰ ناراض ہے نہ مجھ سے۔ تب میں اٹھا اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر کیا اور میرا دل مطمئن ہو گیا۔ اور میں صبح کا انتظار کرنے لگا۔"

سلسلہ کی تاریخ میں یہ ایک عظیم الشان دن ہے اور اس دن کی بنیاد میر محمد اسحٰق صاحب کے چند سوالات سے ہوئی جو انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں تحریر پیش کئے تھے اور خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو قبل از وقت ایک رویا کے ذریعہ اطلاع دی اور اس رویا میں حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ کے کارنامے کا ذکر تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اسی دن ایک فتنہ نمودار ہو گیا اور بظاہر وہ آگ دبا دی گئی۔ لیکن وہ بجھ نہ سکی کیونکہ خدا کی مشیت یہی تھی۔ خاکسار عرفانی کبیر بھی اس جنگ میں صف اول میں کھڑا تھا اور خدا تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ وہ خلافت کے پرچم کا ایک خادم ہو کر کھڑا تھا اور وہ عرصہ سے ان دبے ہوئے شراروں کو محسوس کرتا تھا چنانچہ ایک موقعہ پر اس نے حضرت خلیفہ اول سے بہ کمال جرائت عرض کیا کہ حضرت آگ بجھانے سے بجھتی ہے۔ محض

باتے سے نہیں ہوا لگنے پر پھر سلگ اٹھتی ہے حضرت مغفور نے اپنی ایک تقریر میں میرے اس
فقرہ کو دہرایا اور آخر وہ دبائی ہوئی آگ اپنے وقت پر پھر سلگ اٹھی اور اُس نے ان چند
لکڑیوں کو جلا دیا جو حضرت امیر المومنین کو دکھائی گئی تھیں۔

الغرض حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی
(مشابہ) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ کشوف بتا دیا تھا اور حضرت امیر المومنین
خلیفہ ثانی کو بھی۔

حضرت امیر المومنین کے کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میر محمد اسحٰق
صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ جماعت میں ایک خاص انقلاب آنے والا تھا۔ خلافت
کے صحیح مقام اور شان کو واضح کرنے کے لئے ضروری تھا کہ حضرت خلیفہ اول
رضی اللہ عنہ کے عہد ہی میں ایسا واقعہ پیش آتا۔ یہ کسی سازش یا قبل از وقت
سوچی ہوئی تجویز کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ میں تو اس کو ایک خدائی فعل یقین کرتا ہوں
اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہ ڈرنے والوں نے اس تحریک کو خاکسار عرفانی کبیر کی
سازش اور منصوبہ قرار دیا اور یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اور یہ افترا انھوں نے
محض اس بنا پر کیا کہ وہ جانتے تھے کہ میں خلافت حقہ راشدہ کا حامی اور خادم
ہوں اور انجمن کو میں نے کبھی مطاع نہیں سمجھا تھا۔

اس جگہ اس کے متعلق کسی قسم کی بحث کی ضرورت نہیں بلکہ یہ واقعہ تو
صرف حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ کے امتیازی مقام کو اظہار کے ضمن میں
(آ) گیا۔

حضرت نے نہ کسی سے اس کے متعلق مشورہ کیا اور نہ کسی انسان نے تحریک
(کی)۔ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دل میں ڈالا اور انھوں نے چند سوالات مرتب کئے

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دے۔ اور اس طرح وہ پھوڑا جو اندر ہی اندر ناسور کی شکل اختیار کر رہا تھا پھوٹ گیا۔

وَلِلّٰہِ الْحَمْد

(عرفانی کبیر)

حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ کی وفات میں قومی تأثرات

تمہیدی نوٹ

یاد داری کہ وقت زادنِ تو — ہمہ خنداں بوند تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردنِ تو — ہمہ گریاں بوند تو خنداں

سعدی علیہ الرحمۃ نے انسانی زندگی کی عملی حالت کا نقشہ یوم پیدائش سے لیکر وفات تک کا بیان کر دیا ہے۔ اور اس میں بتایا ہے کہ انسان کو دنیا میں اپنی زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ جو شخص اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت اور بھلائی کا کام کرتا ہے اور خدمت خلق ہی اس کا نظام عمل بن جاتا ہے۔ یقیناً اس کی موت ایک جماعت کو سوگوار بنا دیتی ہے۔ حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہٗ ایک ایسے ہی بزرگ تھے کہ جن کی وفات کو جوانوں، بوڑھوں، عورتوں، بچوں، اپنوں، اور عزیزوں نے یکساں محسوس کیا اس لئے کہ ان کی زندگی کا نصب العین ایک ہی تھا کہ وہ ہر رنگ میں

خدمتِ خلق کرنا جانتے تھے

اور اس کے لئے ہر وقت بخندہ پیشانی تیار رہتے تھے۔ اور یہ خیال تھا کہ اس خدمت کے لئے کسی شکر گزاری ستائش اور داد کے متمنی نہ ہوتے تھے۔ میں نے میر محمد اسحٰق کا بچپن ان کی جوانی اور بڑھاپے کا زمانہ دیکھا۔ میں نے زندگی کے مختلف مراحل میں سے اسے گزرتے ہوئے پایا مگر اسی جذبہ کو ہر حالت میں کار فرما دیکھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بڑے بڑے علماء اور اکابر کو پیدا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض صحبت سے تربیت یافتہ بزرگوں کو مستثنیٰ کر کے میں کہوں گا کہ اگر یہ سوال ہو کہ بلحاظ جامعیت ہم کس کو سرفہرست درج کریں تو میں بلا خوف تردید

حضرت میر محمد اسحٰق کا نام لکھ دوں گا

میں اپنے اس دعویٰ پر ایک تفصیلی اور مدلل مقالہ لکھ سکتا ہوں مگر سیرۃ المومنین میں چند اوراق اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو آج نہیں کل نہیں پرسوں وہ حالات ہدیۂ قارئین کرام ہو جائیں گے اس لئے کہ ایسے لوگوں کی زندگی موت کے پردے میں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ موت کے دروازہ سے داخل ہو کر

انکی غیر فانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر احباب و بزرگان سلسلہ کے تاثرات کا سلسلہ بھی دراز ہے مگر میں صرف چند مضامین پر اکتفا کروں گا اور ان سے اندازہ ہو سکے گا کہ حضرت میر صاحب کا ہماری جماعت میں کیا مقام تھا اور وہ مقام محض ان کی اس قربانی اور ایثار کا نتیجہ تھا جو وہ سلسلہ کے لئے رکھتے تھے۔ میں انھیں زندہ یقین کرتا ہوں اور میں انھیں شہید سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ کی خدمت کی ہے

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(عرفانی کبیر)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضؓ کی وفات پر اپنے آپ کو خدمت دین کیلئے وقف کر دو

---

۱۷ مارچ نماز مغرب کے وقت حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی وفات ہوئی مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھانے کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کو ایسا بنایا ہے کہ ہر شخص کو اپنے قریب کی چیزوں کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ اور جو چیز بعید کی ہوتی ہے۔ اس کا احساس اس کو کم ہوتا ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام کے لیئے وہ ایک موت کا ... دن تھا۔ مگر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو وہ تابعین جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تھا اور اسلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا۔ ان کو اس وفات کا شدید ترین صدمہ ہوا۔ ویسا ہی صدمہ جیسا کہ صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ہوا تھا۔ اسی طرح ایک کے بعد ایک زمانہ کے لوگ گزرتے چلے گئے اور جب سارے گزر گئے تو کسی وقت عالم اسلامی کے لیئے

حسن بصری یا جنید بغدادی

کی وفات ایسے ہی صدمہ کا باعث تھی جیسی صحابہ کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔ مگر یہ احساس نتیجہ تھا اس بات کا کہ حسن بصری اور جنید بغدادی جیسے لوگ مسلمانوں میں بہت شاذ پیدا ہوتے تھے۔ اگر ساری اُمت ہی حسن اور جنید ہوتی تو وہ دردا ور وہ چبھن جوان بزرگوں کی وفات پر بلند ہوئیں یوں بلند نہ ہوتیں۔ بد قسمتی سے اکثر لوگ رونا بھی جانتے ہیں۔ اظہار غم کرنا بھی جانتے ہیں۔ مگر اکثر لوگ خدا تعالیٰ کے لیئے زندگی وقف کرنا اور کام کرنا نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا پر

حزن و غم کی چادر

پڑی رہتی ہے۔ اگر سب کے سب لوگ دین کی خدمت کرتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں لگے ہوتے تو دنیا کا عرفان اور علم ایسے بلند معیار پر آجاتا کہ کسی قابل قدر خادم اسلام کی وفات پر جو یہ احساس پیدا ہوتا ہے اور یہ فکر لاحق ہوتا ہے کہ اب ہم کیا کریں گے۔ یہ کبھی نہ ہوتا

میر محمد اسحٰق صاحب

خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا فکر اگر کسی کو تھا تو ان کو رات دن قرآن و حدیث لوگوں کو پڑھانا انکا مشغلہ تھا۔ وہ زندگی کے آخری دور میں کئی بار موت کے منہ سے بچے۔ جلسہ سالانہ پر وہ ایسا اندھا دھند کام کرتے۔ کہ کئی بار ان پر نمونیہ کا حملہ ہوا۔ ایسے شخص کی وفات پر طبعاً لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اب ہم کیا کریں گے۔ لیکن اگر

ہماری جماعت کا ہر شخص

ویسا ہی بننے کی کوشش کرتا تو آج یہ احساس نہ پیدا ہوتا۔ جب ہر شخص اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہو اور کسی کارکن کی وفات پر یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اب ہم کیا کریں گے۔ بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ہم سب یہی کر رہے ہیں۔ عزیز اور دوست کی جدائی کا غم تو ضرور ہوتا ہے مگر یہ احساس نہیں ہوتا کہ اب اس کا کام کون سنبھالے گا۔

موت کا رنج تو لازمی بات ہے۔ مگر یہ رنج مایوسی پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ ہر شخص ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اب نئے وقت پر چاروں کونوں کو سنبھال لیا تھا۔ احباب کی اس غلطی کیوجہ سے کہ ہر ایک نے وقت پر اپنے آپ کو

سلسلہ کا واحد نمائندہ

تصور نہ کیا اور اس کے لئے کوشش نہ کی۔ آج میر صاحب کی وفات ایسا بڑا نقصان ہے کہ نظر آرہا ہے اس نقصان کو پورا کرنا آسان نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس طرز کے آدمی تھے۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب مرحوم تھے۔ اور تیسرے اس رنگ میں میر صاحب رنگین تھے اور ان کی وفات کا بڑا صدمہ اسوجہ سے بھی ہے کہ ان جیسے اور لوگ جماعت میں موجود نہیں ہیں۔ اگر اور لوگ بھی ایسے ہوتے تو بیشک

ان کی وفات کا صدمہ ہوتا. ویسا ہی صدمہ جیسا ایک عزیز کی وفات کا ہوتا ہے. مگر جماعتی پہلو محفوظ ہوتا. اور یہ دیکھ کر کہ اگر ایک آدمی فوت ہو گیا ہے تو خواہ وہ کسی رنگ کا تھا. اس کی جگہ لینے والے کئی اور موجود ہیں. جماعت کے لوگ مایوس نہ ہوتے اور وہ سمجھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی ہم سے لیا ہے تو اس کے کئی قائم مقام موجود ہیں مگر

قحط الرجال

ایسی چیز ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں مایوسی پیدا کر دیتی ہے. اور جب کام کا ایک آدمی فوت ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اب کیا ہو گا اور دشمن بھی کہتا ہے کہ اب یہ جماعت تباہ ہو جائے گی اب اس کا کام چلانے والا کوئی نہیں. لیکن اگر ایک کے بعد کام کرنے والے کئی موجود ہوں تو پھر نہ اپنوں میں مایوسی پیدا ہوتی ہے اور نہ دشمن کو خوش ہونے کا موقع مل سکتا ہے. پس اگر جماعت کے دوست اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے تو آج یہ گھبراہٹ جو پائی جاتی ہے نہ ہوتی.

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

کہ اس نے مجھے بروقت سمجھ دی اور میں نے نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کی تحریک کی. جس کے ماتحت آج نوجوان تعلیم حاصل کر رہے ہیں. لیکن ہمارا کام بہت وسیع ہے. ہم نے دنیا کو صحیح علوم سے آگاہ کرنا ہے. اور اس کے لئے ہزارہا علماء درکار ہیں. اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت اتنی بڑھ رہی ہے کہ

آٹھ دس علماء

تو ہر وقت ایسے چاہئیں جو مرکز میں رہیں اور مختلف مساجد میں قرآن و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درس باقاعدہ جاری رہے اور اس طرح

نظر آئے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں زندہ موجود ہیں۔ اب کام اتنا بڑھ گیا ہے کہ خود خلیفہ اسے نہیں سنبھال سکتا۔ اگر

قرآن کریم کا درس

ہم میں جاری رہے تو گویا کہ زندہ خدا ہم میں موجود ہوگا۔ اگر حدیث کا درس جاری رہے تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں زندہ ہوں گے۔ اگر کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس جاری رہے تو گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں زندہ ہوں گے۔ سو یہ کتنی بڑی غفلت ہے جو جماعت سے ہوئی۔ میں تو اس کا خیال کر کے بھی کانپ جاتا ہوں۔ کتنے تھوڑے لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار تھے۔ اور اب تو وہ اور بھی بہت کم رہ گئے ہیں۔ اگر ان کے مرنے سے پہلے پہلے جماعت نے اس کمی کو پورا نہ کیا تو اس نقصان کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا جو جماعت کو پہنچے گا۔ ذرا غور کرو ہمارے سامنے کتنا بڑا کام ہے اور

کتنی بڑی کوتاہی ہے

جو جماعت سے ہوئی۔ پس اب بھی سنبھلو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار لوگ اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اور شائد تھوڑے ہی دن ہیں۔ پھر میرے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں کہ میری عمر کتنی ہوگی اور اعلان مصلح موعود کے پیشگوئی پوری ہونے کے بعد کچھ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جتنا کام لینا ہو لے لیا ہو۔ پس یہ

بڑے خطرات کے دن

ہیں۔ اس لئے سنبھلو۔ اپنے نفسوں سے دنیا کی محبت کو سرد کر دو۔ اور دین کی خدمت کے لئے آگے آؤ۔ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

والسلام کی صحبت پائی۔ تاہم آئندہ نسلوں کو سنبھال سکو۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لئے تھوڑے مدرس کافی تھے مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ اور ان کے لئے بہت زیادہ مدرس درکار ہیں۔ پس اپنے آپ کو

دین کے لئے وقف کردو

اور یہ نہ دیکھو کہ اس کے عوض تمہیں کیا ملتا ہے جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ اسے کتنے پیسے ملتے ہیں۔ وہ کبھی خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اسی کو ملتی ہے جو اس کا نام لے کر سمندر میں کود پڑتا ہے۔ چاہے موتی اس کے ہاتھ میں آجائے اور چاہے وہ مچھلیوں کی غذا بن جائے۔ پس مومن کا کام عرفان کے سمندر میں غوطہ لگا دینا ہے کہ اسے موتی ملتے ہیں یا وہ مچھلیوں کی غذا بنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت تھی کہ جب کبھی سلسلہ کے لئے

غم کا کوئی موقع

ہوتا۔ آپ دوستوں سے فرماتے کہ دعائیں کرو۔ اور استخارے کرو تا اللہ تعالیٰ دلوں سے گھبراہٹ دور کر دے۔ اور بشارات دیکر دلوں کو مضبوط کر دے۔ پس آپ لوگ بھی آئندہ چند دنوں تک متواتر دعائیں کریں۔ خصوصاً آج رات بہت دعائیں کی جائیں کہ اگر جماعت کے لئے کوئی اور ابتلاء مقدر ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ٹال دے اور اگر تمہارا خیال غلط ہو تو دلوں سے دہشت کو دور کر دے اور اپنے فضل سے ایسی سچی بشارتیں عطا کرے۔ کہ جن سے دل مضبوط ہوں۔ اور کمزور لوگ ٹھوکر سے بچ جائیں۔ بس

خوب دعائیں کرو

اور اگر کسی کو خواب آئے تو بتائے۔ خصوصاً صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد بہت دعائیں کریں۔ (حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کے نام بھی لیئے) وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ اور انھیں موقعہ ملا کہ وہ حضور علیہ السلام کی پاک صحبت میں رہے خاص طور پر میرے مخاطب ہیں۔ وہ آج رات بھی اور آئندہ بھی بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو ایسے واقعات اور ابتلاؤں سے بچائے جو کمزوروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو سکتے ہیں اور جن سے افسردگی پیدا ہوتی ہے کہ یہ

دین کی فتح کے دن

ہیں اور ان دنوں میں افسردگی نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ دلوں میں ایسا عزم صمیم ہونا چاہیئے کہ جس کے ماتحت دوست بڑھ بڑھ کر قربانیاں کر سکیں۔ پس خوب دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ کمزور لوگوں کو ٹھوکر سے بچائے اور ایسی بشارات دے کہ جو دلوں کو مضبوط کر دیں اور جماعت کو کوئی ایسا نقصان نہ ہو جو ارادوں کو پست کرنے اور ہمتوں کو توڑنے والا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں میں ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ نوجوان خدمت دین کے لیے آگے آئیں اور اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے بڑھیں۔ اور ایسی روح پیدا ہو۔ کہ

ہم اور ہماری اولادیں

اللہ تعالیٰ کے نور پر اس طرح فدا ہونے کے لئے تیار ہو جائیں کہ جس طرح برسات کی رات پروانے شمع پر قربان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے قرآن کے نور کی شعاعیں ہمارے دلوں پر ڈالے اور اس نے جو وعدے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیئے ہیں۔ انھیں اپنے فضل سے پورا فرمائے۔ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔ ہمارے دلوں کو ڈھارس دے۔ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اپنی پسندیدہ راہوں پر چلنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ ہم اس کے ہی ہو جائیں اور کوئی چیز ہمارے اور اس کے درمیان روک نہ ہو اور کوئی چیز اس کو ہم سے جدا کرنے والی نہ ہو۔ وہ ہمارا اور ہمارا اور ہمارا ہی ہو جائے اور ہم بھی اس کے اور اس کے اور صرف اسی کے ہو جائیں۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر

جماعت احمدیہ کے بزرگوں کی زبان سے

۲۰ رمارچ کو مسجد اقصیٰ میں، زیر صدارت جناب چودھری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لئے جو جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس میں بعض بزرگوں نے حضرت میر صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی کے بعض نہایت سبق آموز واقعات بیان کئے۔ جنہیں خلاصۃً درج کیا جاتا ہے۔

(۱) جناب چودھری فتح محمد صاحب ایم اے

آپ نے فرمایا میر صاحب کی وفات قابل رشک ہے۔ میرے وہ بچپن کے ساتھی تھے۔ قریباً پچیس سال ہمیں ملکر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اور کسی شخص کے محاسن جتنے اس کے رفقاء پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ دوسروں پر نہیں ہو سکتے۔ میر صاحب مرحوم نہایت ذکی فہیم اور صائب الرائے انسان تھے۔ مجھے ان پر اتنا اعتماد تھا۔ کہ جس مجلس میں وہ موجود ہوتے۔ میں اس میں بے فکر رہتا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آج ہم جو فیصلہ کریں گے وہ درست ہوگا۔ جس شام کو مرحوم بیمار ہوئے۔ اس روز ۹½ بجے تک میرے ساتھ رہے۔ اور جلسہ لدھیانہ کے انتظامات کا ذکر رہا۔ آخری بات جو مرحوم نے مجھ سے کی۔ یہ تھی کہ ہماری نماز دن کے

محفوظ ہونے کا انتظام ہونا ضروری ہے۔ اگر زیر رو گاڑی کا انتظام ہو جائے تو نماز میں نقص نہیں ہو سکتا۔ آپ کبھی گھبراتے نہ تھے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ ساتھیوں سے لڑتے ہیں۔ اور چڑچڑا پن دکھاتے ہیں۔ مگر مرحوم ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ اب بھی ان کا چہرہ مسکراتا ہوا ہی میری آنکھوں کے آگے پھر رہا ہے۔

(۲) حضرت مفتی محمد صادق صاحب

آپ نے فرمایا کہ حضرت میر صاحب مرحوم کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ آپ نہایت ذہین اور عقلمند انسان تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں ہوئی تھی۔ اور ان میں اور حضور علیہ السلام کے بیٹوں میں کوئی فرق نہ کر سکتا تھا۔ حضرت نانا جان مرحوم رضی اللہ عنہ نے جو نیک کام جاری کئے تھے۔ میر صاحب مرحوم نے بھی ان کو جاری رکھا۔ ناظر ضیافت کے فرائض آپ ایسی عمدگی سے ادا کرتے رہے کہ ہم لوگ ہمیشہ اس پر حیران ہوا کرتے تھے کہ وہ اتنا کام کس طرح کرتے ہیں اور اس کے صلہ میں آپ نے کبھی کوئی الاونس نہیں لیا۔ بارہا یہ سوال مجلس میں پیش ہوا کہ ان کے ذمہ کام بہت ہے۔ نظارت ضیافت کا کچھ الاونس ان کو دیا جائے۔ مگر انھوں نے ہمیشہ انکار کیا بہت بردبار اور متحمل انسان تھے۔ میں نے کبھی ان کو ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ اپنی رائے پر قائم رہتے تھے۔ مگر اختلاف رائے پر ناراض نہ ہوتے تھے۔ مجلس میں ہمیں ان پر اتنا اعتماد تھا کہ میں تو کئی بار کہا کرتا تھا۔ کہ میر صاحب آپ لکھتے جائیں ہم دستخط کر دیں گے۔ ان کے سپرد کئی کام تھے۔ ہیڈ ماسٹری اور نظارت ضیافت کے علاوہ قاضی بھی تھے۔ دار الشیوخ کے مہتمم تھے۔ انجمن کے ممبر تھے۔ پھر درس دیتے تھے اور اس طرح ان کے دماغ پر اتنا بوجھ تھا۔ کہ جسے ان کا جسم برداشت نہ کر سکا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔

غربا کو ان سے بہت امداد ملتی تھی ایک احمدی دوست وزیر خاں صاحب فوت ہوئے تو ان کی جائداد بھی تھی۔ اور لڑکے بھی تھے۔ مگر ان کے ذمے وصیت کی رقم بقایا تھی۔ جو ان کے لڑکے دینا نہ چاہتے تھے اور اسطرح وہ مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکتے تھے۔ میر صاحب مرحوم نے ان کی وصیت کا بقایا اپنے ذمہ لے لیا اور اسطرح وہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہو گئے۔

(۳) جناب خلیل احمد صاحب ناصر

آپ نے کہا کہ حضرت میر صاحب بہت خوبیوں کے بزرگ تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کھنچی ہوئی ننگی تلوار تھے۔ اسلام اور احمدیت کے نڈر سپاہی تھے۔ ان کے وجود سے احمدیت کی تاریخ کا ایک اہم باب وابستہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ خلافت کی اہمیت سے پوری طرح واقف نہ تھی۔ اس وقت بعض ایسے افراد نے جو جماعت احمدیہ میں وجاہت رکھتے تھے۔ لوگوں کی توجہ کو اس طرف پھیرنے کی کوشش کی کہ جماعت احمدیہ کو خلافت کی ضرورت نہیں۔ مرحوم اس وقت ۲۰ سالہ نوجوان تھے اور جب آپ نے دیکھا کہ اس طرح ایک پھوڑا اندر ہی اندر پک رہا ہے۔ تو آپ نے حضرت خلیفۂ اول رضہ کی خدمت میں خلافت کے متعلق چند سوالات لکھ کر بھیجے۔ غرض یہ تھی کہ خلافت کا صحیح مقام لوگوں کے سامنے آجائے۔ وہ سوالات حضرت خلیفۂ اول نے مولوی محمد علی صاحب کے پاس بھیجے اور انھوں نے جو جواب دیا۔ اس سے اس فتنہ کا پوری طرح علم ہو گیا جو اندر ہی اندر پرورش پا رہا تھا۔ اس پر حضرت خلیفہ اول نے ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کا دن مقرر کر کے بیرون جماعتوں سے نمائندے بلوائے اور اسطرح وہ پھوڑا چیر اگیا اور خلافت کے انوار و برکات کو لوگوں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ اگر مرحوم یہ اقدام نہ کرتے تو عین ممکن تھا کہ جماعت کو بہت بڑا نقصان پہنچتا۔

(۴۴) جناب ملک غلام فرید صاحب ایم، اے

ملک صاحب نے کہا کہ افسوس میر صاحب جو ہماری مجالس کی رونق اور کرسی صدارت کی زینت بنا کرتے تھے جن کی تقریر سننے کے لئے لوگ اس طرح کھنچے چلے آتے تھے جس طرح مقناطیس کی طرف لوہا کھنچا آتا ہے ہم سے جدا ہو گئے۔ مرحوم بڑی عظمت کے مالک تھے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں ہماری ماں سیدہ ام المومنین مدظلہا العالی کے بھائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برادر نسبتی ہونے کے علاوہ حضور کے رضاعی بیٹے بھی تھے کیونکہ مرحوم نے حضرت ام المومنین کا دودھ پیا تھا۔ مرحوم بہت بڑے خطیب اور مقرر تھے۔ عرصہ ہوا میں نے ایک رسالہ میں ان لکچراروں کی فہرست پڑھی جن کی تقریر کو شارٹ ہینڈ میں لکھنا ممکن نہیں۔ ان میں اول مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور دوسرے نمبر پر مرحوم میر صاحب کا نام تھا۔ میں نے خود حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے سنا کہ کوئی قابل سے قابل آدمی بھی اگر قرآن کریم پر اعتراض کرے تو میں اسے دو منٹ میں خاموش کرا سکتا ہوں مگر میر محمد اسحٰق جب مجلس میں بیٹھے ہوں تو میں بہت احتیاط سے کرتا ہوں آپ بعض ایسی خوبیاں رکھتے ہیں جو ایک دوسری کی ضد ہیں۔ مثلاً عام طور پر فلسفی اور منطقی قوت عملی بہت کم رکھتے ہیں۔ مگر آپ میں یہ دونوں صفات تھیں۔ آپ غریبوں کے بیحد ہمدرد تھے۔ ایک روز آپ احمدیہ چوک میں کھڑے تھے کہ دار الشیوخ کے بچے نماز کے لئے گزرے۔ آپ نے مولوی علی محمد صاحب اجمیری سے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ میرا باغ ہے۔ ان کی خدمت سے زیادہ میرے لئے خوشکن کام کوئی اور نہیں۔ دار الشیوخ میں بعض بچے اندھے ہیں۔ ایک کی آنکھیں اور ناک بھی خراب تھی۔ آپ لاہور کے جلسہ پر گئے تو وہاں وقت نکال کر ایک ڈاکٹر سے ملے اور اس سے پوچھا کہ اس طرح ایک بچہ ہے۔ کیا اس کی آنکھیں اور ناک کو درست کیا جا سکتا ہے اور یہ معلوم کر کے بہت خوش

ہوئے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

(۵) جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امورِ عامہ

جناب شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے قریباً ۲۲ سال مرحوم کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ مرحوم کی قوت گویائی زبردست تھی جب بات کرتے تو معقولات نہ صرف مجسم صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتے۔ بلکہ جذبات بھی آپ کے آنکھوں سے آب رواں بن کر بہہ پڑتے۔ اور دوسرے دلوں میں وہی اثر پیدا کر دیتا جو آپ کے دل میں ہوتا۔

انجمن میں جب کبھی کوئی مشکل سوال درپیش ہوتا۔ تو آپ فوراً اسے نہایت احسن صورت میں حل کر دیتے۔ جلسہ ہوشیارپور کے بعد میں نے مرحوم کو اداس دیکھا۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا میں تھکا ہوا سا ہوں۔ میں نے کہا آپ آرام کریں۔ ایسا نہ ہو صحت زیادہ خراب ہو جائے تو جواب دیا کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ چند روزہ زندگی ہے۔ جو بھی خدمت ہو سکے غنیمت ہے۔ معلوم نہیں کس خدمت سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ جس روز بیمار ہوتے ہیں۔ اس روز بھی مجلس میں شریک ہوئے۔ اور معاملات کے طے کرنے میں پوری دلچسپی لی۔ میرے پاس مکان پر گیارہ بجے کے قریب مبارک باد کہنے کے لئے تشریف لائے اور یہ دیکھ کر کہ آپ بیمار ہیں۔ بخار اور سر درد کی شکایت ہے میں نے دو تین دفعہ کہا کہ آپ آرام کریں۔ بلکہ چاہا کہ میں رخصت لیکر اور اس بہانہ سے انہیں گھر پر روک رکھوں تا انہیں آرام کا موقعہ ملے۔ مگر نہیں مانے اور فرمایا۔ کام سے طبیعت بہلتی ہے۔ مدرسہ میں امتحان ہیں کچھ مہمان خانہ کا بھی کام ہے۔ دہیں کچھ آرام کر لوں گا۔ آپ نے میرا مشورہ مانا انجمن کے اجلاس میں بوجہ بیمار ہونے کے تشریف نہیں لا سکیں گے۔ مگر جب مجلس معتمدین کے اجلاس میں گیا تو دیکھا کہ میر صاحب موصوف وہاں پہلے سے موجود ہیں۔

وہ مجلس میں محفل کی رونق تھے جو آج بے رونق ہے۔ ان کے بچپن کا زمانہ بھی مجھے یاد ہے جب وہ پتلے دبلے سے تھے۔ اور نچلا بیٹھنا نہیں جانتے تھے۔ پھر وہ وقت بھی دیکھا کہ جب خلیفہ اول رض سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ خلیفہ اول کو میں نے یہ فرماتے سنا۔ میر صاحب جب آتے ہیں تو میں محتاط ہو جاتا ہوں یعنی سلسلہ اعتراضات جب انکی طرف سے شروع ہو جاتا تو آپ کو سخت جواب دینے میں مشکل سی محسوس ہوتی۔ وزنی اور معقول اعتراض ہوتے۔ قوت منطقی ان کی غیر معمولی تھی۔ یہی شان ان کی مجلس میں ہمارے ساتھ رہی۔

ہم یہاں تعزیت کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ مگر ہماری تعزیت جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسی طرح ہو سکتی ہے کہ میر صاحب مرحوم جیسا انحق ہم میں پیدا ہو۔ ہمارا خدا ہر بات پر قادر ہے۔ اس لئے اس سے نعم البدل مانگیں۔ اسکے بغیر ہماری تعزیت نہیں۔ صدر انجمن کو ان کی وفات سے سخت نقصان پہنچا ہے۔

(۶) جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد

جناب درد صاحب نے فرمایا کہ:۔

مجھے کئی حیثیتوں میں مرحوم کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ مجلس میں کئی بار اختلاف رائے ہوا۔ مگر میں نے مرحوم کے دل پر کبھی اس کا اثر محسوس نہیں کیا۔ پھر ایک زمانہ میں میں ناظر تعلیم و تربیت تھا۔ اور مرحوم ہیڈ ماسٹر تھے اور اس کے باوجود مجلس کے ممبر بھی تھے۔ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ دیگر معاملات میں تو مرحوم میری رائے کے ساتھ بعض اوقات اختلاف کر لیتے۔ مگر محکمانہ سوال ہوتا تو ناظر کی رائے سے ہرگز اختلاف نہ کرتے۔ تقویٰ اللہ اور نظام کی شدید پابندی کے جذبہ کے بغیر ایسا

ممکن نہیں۔ اور یہ مثال ہمارے لئے قابلِ تقلید ہے۔ اختلافِ رائے کے موقعہ پر بھی جو فیصلہ ہو جاتا۔ مرحوم دیانت داری سے اس کی پابندی کرتے۔ مرحوم ناظر ضیافت تھے۔ انجمن کی طرف سے تقاضہ ہوتا تھا۔ کہ خرچ کم کیا جائے۔ مرحوم نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے۔ چنانچہ ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کا میں بھی ممبر تھا۔ کمیٹی نے جانچ پڑتال کی اور بعض لوگوں کے متعلق کہا کہ یہ نہ غربا میں داخل ہیں اور نہ مہمان ہیں۔ یہ لنگر خانہ سے کیوں کھانا کھاتے ہیں۔ مرحوم نے فرمایا۔ آپ لوگ جو فیصلہ کریں گے۔ اس کی میں تعمیل کر دوں گا۔ مگر یہ نہیں کہ میں اپنے آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر سے کسی کا کھانا بند کر دوں۔

(۷) جناب مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری

حضرت سیدہ ام طاہر احمد کے دفن کے موقعہ پر بہشتی مقبرہ میں ہی حضرت میر صاحب نے مجھے فرمایا کہ آج رات کے جلسہ میں سیدہ ام طاہر احمد کی وفات کے متعلق بھی تقریر کریں۔ اور جماعت کے جذبات کا اظہار کریں۔ چنانچہ ۶ مارچ کی شب کو حضرت میر صاحب کی صدارت میں یہ تقریر ہوئی۔ مگر کسے معلوم تھا کہ یہ مبارک انسان بھی بہت جلد ہم سے جدا ہونے والا ہے۔ اور ہم دو ہفتے کے اندر اندر اس کی وفات پر افسردہ ہوں گے۔

آج کا یہ جلسہ کوئی رسم اور بدعت نہیں۔ اور نہ ہمارا حق ہے کہ شریعت میں کوئی اضافہ کر سکیں۔ تعمداً اور ارادہ سے ایک رسم قائم کرنا علیحدہ امر ہے۔ اور ایک بزرگ کے بعض محاسن کا جذبات کے طبعی اثر کے ماتحت اس لئے ذکر کرنا کہ لوگ ان محاسن کی اتباع کریں بالکل علیحدہ بات ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں

ہمارے ذریعہ سے کوئی بدعت قائم ہو۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ میرے استاد ہیں۔ ان کی شفقت مہربانی سے تمام شاگرد واقف ہیں۔ ان کے احسانات بھلائے نہیں جا سکتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص نیک علم سکھائے تو جب تک لوگ اس پر عمل پیرا رہیں اس سکھانے والے کو اجر ملتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت میر صاحب کا صدقہ جاریہ ہے۔ علاوہ مفوضہ تعلیمی شغل حضرت میر صاحب مسجد اقصیٰ میں بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس محبت اور والہانہ عقیدت سے ذکر فرماتے کہ قلوب میں رقت پیدا ہو جاتی اور اس مجلس میں سننے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے سرشار ہو کر جاتے۔

حضرت میر صاحب رضؓ کی زندگی کے متعلق بہت کچھ کہا اور لکھا جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک ان کی زندگی کو دو لفظوں میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ وہ باطل و غلط عقائد کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ اور خدا رسول صلعم کے ذکر کے موقع پر رَجُلٌ بَکَّاءٌ (بہت گریہ کرنے والے انسان) تھے۔ اس ذیل میں بیسیوں واقعات اور مثالیں ذکر کی جا سکتی ہیں۔ حضرت میر صاحب رضؓ کا نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ مگر علمی خدمات کے علاوہ حضرت میر صاحب کی ایک امتیازی خوبی مسکین پروری بھی تھی۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ہم سب جو حضرت میر صاحب کے علمی احسانات کے زیر بار ہیں۔ جماعت کے مساکین و یتامیٰ کے لئے دار الشیوخ کے نام سے ایک مناسب عمارت حضرت میر صاحب رضؓ کے صدقہ جاریہ کے طور پر تعمیر کریں۔ اس وقت بھی ہم دعا کریں اور آئندہ بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت میر صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے بچوں کا خود متکفل ہو۔ آمین

(اس موقع پر حاضرین نے تعمیر دار الشیوخ کی تجویز سے اتفاق کیا)

آخر میں مولوی صاحب نے نہایت اہم امر کی طرف احباب کو توجہ دلائی انہوں نے کہا کہ :-

میں بزرگوں اور بھائیوں کو اس ضروری امر کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے خطبہ اور ایک تقریر میں ذکر فرمایا ہے کہ مجھ پر مصلح موعود کے بارے میں انکشاف کا یہ مطلب نہیں کہ میں زیادہ دیر تک زندہ بھی رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بہرحال مجھ پر اظہار کر دیا ہے کہ پیشگوئی کا تو ہی مصداق ہے۔

بھائیو! حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے اس اعلان سے ہمیں بیدار ہو جانا چاہیئے۔ اگرچہ یہ ایک امکانی بات کا بیان ہے مگر جہاں محبت ہوتی ہے۔ انسان امکان سے بھی گھبرا جاتا ہے۔ ع

یک عشق است و ہزار بدگمانی

اکثر احباب نے تو اس اعلان کو سن کر ہی خاص دعاؤں کی طرف توجہ کر دی ہوگی۔ ممکن ہے بعض دوستوں نے اس خطرہ کو نہ سمجھا ہو۔ اس لئے میں التجا کرتا ہوں کہ ان دنوں خصوصیت سے ہمارا فرض ہے کہ تہجد میں اور دوسری نمازوں میں بارگاہ ایزدی میں عاجزانہ دعائیں کریں۔ تا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں مصلح موعود کے دور سے نوازا ہے۔ وہ اپنے رحم و کرم سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور حضور کو صحت و عافیت سے رکھے۔ اور درازیٔ عمر عطا فرمائے۔ آمین

احباب اس ضروری امر کے لئے بالالتزام دعا فرماتے رہیں جزاکم اللہ احسن الجزاء

حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ

ہمارے پیارے مسیح نے جو راستبازوں کا راستباز تھا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیا ہی سچ فرمایا کہ

"قمر ہے چاند آوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"

بیشک قمر نہایت خوبصورت چیز ہے بلکہ خوبصورتوں کی خوبصورتی کو بڑھانے والی چیز ہے۔ جبکہ وہ اپنی روشنی ان کے چہروں پر ڈالتا اور ان کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ لیکن یہ خوبصورت اور خوبصورتی دہندہ چیز تب ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ جب کہ اندرونی راحت کے ساتھ ظاہری خوبصورتی بھی میسر ہو۔ لیکن ہمارا پیارا قرآن تو وہ چاند ہے۔ جو ایک سیاہ فام حبشی کے دل کو بھی ایسا منور کر دیتا ہے کہ وہ شمع بن کر ہزاروں کو روشنی بخشتا اور ہزاروں اس پر پروانہ وار قربان ہونے لگتے ہیں۔ مگر اس کی خوبصورتی کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو ایک طرف تو خود چاند کی طرح خوبصورت ہو۔ دوسری طرف اس پیارے چاند (جس کی شان میں پیارے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎

از مشرق معانی صدہا دقائق آورد

قد ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

نے اس کے دل کو روشن کر دیا ہو اور اس طرح اس کے رگ و ریشہ میں روشنی بھر گئی ہو۔ گویا نورٌ علیٰ نور ہے۔ یہ تھا ہمارا پیارا اسحٰق۔ یہ تھا ہمارا چاند جو کل طلوع ہونے کے وقت چھپ گیا۔ اور ہماری ترستی ہوئی آنکھوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اعلیٰ ترین روشنی حاصل کرنے کے لئے مبدء الانوار کے قریب ہیں چلا گیا۔ ہم باوجود اس کی روشنی سے محروم ہو جانے کے پیارے قرآن کی باطنی روشنی کے اثر سے یہ کہتے ہیں کہ اے اسحٰق! تیرا چاندوں کے چاند اور آفتابوں کے آفتاب رب العالمین کے قرب میں پہنچکر مزید روشنی اور حسن حاصل کرنا تجھے مبارک۔

خاکسار حشمت اللہ

موت العالِم موت العالَم

گلستانِ احمد کی خوش نوا عندلیب دینی کارزار کا ممتاز جرنیل۔ چوٹی کا عالم۔

شیخ الحدیث، بہترین لیکچرار۔ انتظامی امور میں غیر معمولی قابلیت کا مالک، عاشقِ رسول، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، بیکسوں اور پریشان حال لوگوں کا خاص ہمدرد، بہترین اور لائق میزبان، شاگردوں کا محسن و خیر خواہ استاد ہی نہیں بلکہ حقیقتاً ایک مشفق و مہربان باپ۔ اسلامی اخلاق و آداب کا مجسمہ۔ صاحب وقار شخصیت، عوام و خواص میں ہر دل عزیز، دوست و دشمن کا ممدوح۔ علوم اسلامیہ کا بحرِ مواج حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا انتقال نہایت ہی المناک جماعتی صدمہ ہے۔ ابھی حضرت اُم طاہر احمد صاحبہ رضی کی غمناک وفات کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے قلوب کا غم تازہ تھا کہ "آناً فاناً" ایک اور روح فرسا صدمہ پیش آیا جو اتنا بڑا نقصان ہے جس کا ازالہ بظاہر بہت مشکل ہے۔ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ اپنے علم و فضل، اپنی زہد و اتقاء۔ روشن دلی اور معاملہ فہمی کی وجہ سے ایک خاص انسان اور احمدیت کا درخشندہ ستارہ تھے۔

حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا مرغوب مشغلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے مقدس حالات کی اشاعت تھی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے آپ کو حد درجہ کا عشق تھا جن اصحاب کو حضرت میر صاحب رضی کا درس حدیث سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ اپنے رقت آمیز طرز بیان سے حاضرین کے قلوب کو کس طرح مسحور کر لیا کرتے تھے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے معانی و مطالب بیان کرنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ حدیث کا درس اس والہانہ انداز سے دیتے کہ سامعین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ ان کا پُر شوکت بیان دلوں کے لئے آبِ حیات کا کام دیتا۔ وہ اپنے دُور نزدیک کے شاگردوں کو یاد رکھتے۔

۱۹۳۵ء میں جب میرے والد منشی محمد دین صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ

اور بعض دوسرے اصحاب کو پولیس نے ایک معاملہ میں حراست میں لے لیا۔ تو حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے خاکسار کے بڑے بھائی شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ کو لکھا۔ "کل مورخہ ۲۵ ۶ ۱۵ کو عید گاہ کی زمین کی حد بندی کا کام کرتے ہوئے آپ کے والد صاحب اور دوسرے احباب کو پولیس نے حراست میں لے لیا۔ مگر پھر ضمانت پر چھوڑ دیا۔ سچے سلسلوں میں ایسی خدمات کا موقعہ ملنا بھی قابلِ رشک ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے والد کو یہ موقعہ ملا ہے۔"

حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے علم سے ہزار ہا انسانوں کو مستفیض کیا۔ آخر جب خدا تعالیٰ کے نزدیک آپ اپنا فرض ادا کر چکے تو اس نے اپنے پاس بلا لیا اور ہم لوگ یہ بیش بہا علمی خزانہ نہایت حسرت و افسوس اور گرم آنسوؤں کے ساتھ انزل فیھا کل رحمۃ کے مقام میں دفن کر آئے۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وارفع درجاتہ فی جنت العلیٰ۔ آمین

"یکے از شاگرداں حضرت میر صاحب"

خاکسار نور احمد منیر مولوی فاضل

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں

وہ نہایت ہی قیمتی اور مفید وجود جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کا بھائی ہونے کا فخر بخشا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایۂ عاطفت میں پرورش اور تربیت پائی۔ جس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اور جس نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک عہد میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ اپنی زندگی کا آخری لمحہ تک خدا تعالیٰ کے دین اور اس کی رضا کی خاطر قربان کر کے شہادت کے عالی شان رتبہ پر فائز ہو گیا۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ سے جو اصحاب تعارف کا شرف رکھتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کا کونسا فرد ہو گا جسے یہ شرف حاصل نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ خدمات دین انجام دینے میں دن رات کس سرگرمی اور جانفشانی سے منہمک رہتے۔ اور اس میں کس قدر فرحت اور خوشی محسوس فرماتے تھے آپ دن رات میں سے صرف چند لمحات جو بشریت کے تقاضوں کے ماتحت اپنی ذات کے متعلق صرف کرنے پر مجبور ہوتے۔ اور محنت و مشقت سے چور ہو جانے کے بعد از سر نو تازہ دم ہو کر خدمات دین ادا کرنے کے لئے اپنی ذات پر صرف کرتے۔ وہ بھی دراصل خدا کی راہ میں ہی صرف ہوتے۔ غرض آپ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کے دین کی خدمت کے لئے وقف تھا۔ خدا تعالیٰ نے بھی آپ کی اس قابل رشک قربانی کو ایسا نوازا۔ ایسا نوازا کہ آخری لمحہ تک ان کو اپنی رضا کے حصول میں صرف کرنے کی توفیق بخشی۔ اور آپ دنیا سے منہ موڑ لینے کے معاً بعد بارگاہ الٰہی میں جا حاضر ہوئے۔

جیسا کہ گزشتہ پرچہ میں لکھا گیا ہے۔ ۱۷ مارچ کو صرف ۲۴ گھنٹے کی علالت کے بعد حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کا اپنے مولا سے وصال ہو گیا۔ وفات سے تھوڑی ہی دیر بعد غسل دیکر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجویز فرمودہ خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کا لباس ۱۲ بجے رات کے قریب پہنا کر جنازہ حضرت میر صاحب کی رہائش گاہ کے کھلے حصہ میں رکھ دیا گیا۔ اور ۱۸ مارچ کو باہر سے خاندان اور جماعت کے احباب کے تشریف لانے کا عصر کی نماز تک انتظار

کیا گیا۔ سارا دن بہت سے مقامی اور بیرونی اصحاب جمع ہوتے رہے۔ ارد گرد کے دیہات میں خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام اطلاع دیدی گئی تھی۔ قریباً گیارہ بجے سے احباب آخری زیارت کرنے لگے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پانچ بجے کے قریب نماز عصر مسجد مبارک میں پڑھا کر تشریف لائے۔ اس وقت آخری بار اس محبوب عام و خاص کی زیارت کرائی گئی۔ چہرہ دیکھنے پر یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ اس طرح نظر آتا تھا کہ نہایت آرام و اطمینان کی نیند سو رہے ہیں۔ ہلکی سی مسکراہٹ جو ہر وقت آپ کے چہرہ کی زیبائش بنی رہتی تھی اس وقت بھی موجود تھی۔ اس اثناء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کسی قدر بلند آواز سے قرآنی ادعیہ کی تلاوت فرماتے رہے۔ آخر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے ارکان نے جنازہ اٹھایا اور تھوڑی دور لیجانے کے بعد باغ تک احباب جماعت نہایت اخلاص و محبت کے جذبات کے ساتھ کندھا دیتے رہے۔ اور باری باری ثواب حاصل کرتے گئے۔

نماز جنازہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باغ میں اسی جگہ پڑھائی جہاں چند ہی روز قبل حضرت سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ رضؓ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اور جہاں ابھی سفیدی کے وہ خطوط موجود تھے جو خود حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے ہی سیدھی صفیں باندھنے کے لئے لگوائے تھے۔

صفیں کھڑی ہونے کے بعد تعداد کا اندازہ لگایا گیا تو مردوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار معلوم ہوئی۔ نماز جنازہ نہایت رقت اور سوز کے ساتھ پڑھی گئی اور پھر جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے احاطہ میں مشرقی سڑک کی جانب سے

لیجایا گیا۔ قبر حضرت نانی اماں صاحبہ (والدہ ماجدہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رض) اور حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب (والد ماجد حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں کھودی گئی۔ میت کو لحد میں رکھنے کے لئے حضرت مرزا شریف احمد صاحب۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ جناب مرزا عزیز احمد صاحب۔ سید داؤد احمد صاحب (حضرت میر صاحب مرحوم مغفور کا سب سے بڑا صاحبزادہ) اترے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے افراد نے میت اٹھا کر ان کے ہاتھوں پر رکھ دی۔ اور جب وہ آخری مقام پر پہنچا کر باہر آ گئے تو لحد پر اینٹیں چنی گئیں۔ اس کام میں مولوی عبدالمنان صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول شریک رہے۔ لحد میں رکھنے کے وقت سے مٹی ڈالنے تک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نہایت رقت سے مسنون دعائیں فرماتے رہے۔ اور دعائیں کرتے ہوئے حضور نے تین مٹھی ڈال دی۔ پھر دوسرے اصحاب کو اس کا موقع دیا گیا۔ قبر مکمل ہو جانے کے بعد حضور نے تمام مجمع سمیت دعا فرمائی۔ لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ جالندھر۔ کپورتھلہ۔ فیروزپور وغیرہ کے بہت سے اصحاب نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ نیز ارد گرد کی جماعتوں کے احباب بھی بکثرت شریک ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے احاطہ میں جنازہ کے ساتھ داخل ہونے پر اول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر حضرت امیر المومنین نے دعا فرمائی۔ اور پھر حضرت سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ مرحومہ مغفورہ کے مزار پر۔ آخر واپسی سے قبل ایک بار پھر تمام مجمع سمیت مزار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دعا فرمائی۔ اور واپس تشریف لے آئے۔

دوسرے سب لوگ بھی اس محبوب اور خادم اسلام کو جس نے ساری عمر اور اپنی ساری طاقتیں سلسلہ کی خدمت میں صرف کر دیں۔ سپرد خاک اور حوالہ بخدا کر کے واپس

آ گئے۔

غرض گزشتہ جمعہ کی رات اور ہفتہ کے دن ایسا المناک منظر رونما ہوا کہ دل خدا تعالیٰ کی خشیت اور غنا سے کانپ گئے۔ چھوٹے بڑے سب کی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ اور نہایت درد و سوز سے اور بحد کرب و الحاح سے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کی گئیں۔ حضرت سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ مرحومہ و مغفورہ کی وفات کا صدمہ ابھی بالکل تازہ ہی تھا۔ اور ان کے فیوض و برکات سے خصوصیت کے ساتھ متمتع ہونے والی خواتین کے آنسو ابھی خشک نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت میر صاحب مرحوم و مغفور نے چپکے ہی چپکے ساری تیاری مکمل کر کے سفر آخرت اختیار فرما لیا۔ یہ دونوں وجود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے خدمت دین اور اشاعت اسلام میں نہایت مفید اور کارآمد بازو تھے۔ ان کی دینی خدمات ان کا احمدیت میں اسوۂ حسنہ اور ان کے جماعت کے لئے فیوض و برکات کا خیال کر کے جی بھر آتا ہے۔ اور بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ مگر یہی ایسا وقت ہے۔ جبکہ جماعت خدا تعالیٰ کے خاص برکات اور انعامات حاصل کر سکتی ہے۔ پورے طور پر خدا تعالیٰ کی رضا پر شاکر اور ان صدمات پر صابر رہ کر۔ پس جہاں ہمیں یہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اے خدا ہم نے تیرے دین کے خاص خدمت گزار اور تیری راہ میں فدا ہونے والے دو خاص وجود جو تیرے سپرد کئے ہیں تو انہیں بڑے سے بڑے درجے عطا فرما۔ اور ایسے وجود عطا فرما جو اسلام کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ قابلیت رکھتے ہوں اور زیادہ سے زیادہ تیرے نور سے منور ہوں۔

آمین

تعزیّت کے بعض خطوط

۱۔ بحضور حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی

مکرمہ اماں جان صاحبہ۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی جو پوری ہوئی۔ ہم لوگ جنھوں نے حضرت میر صاحب رضؓ (خدا تعالیٰ ان کو جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے۔) کے کاموں کو تھوڑا بہت دیکھا ہے۔ اور اس سلوک کا کچھ نقشہ ہمیں یاد ہے۔ جو وہ ہمارے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اب غم کے گھونٹ اندر ہی اندر پی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہمیں صبر کی توفیق دے۔

اماں جان۔ آپ کا لائق بھائی جماعت کا ستون اور مولا کا پیارا۔ مہمان، مسافروں اور غریبوں کی خبر گیری کرنے والا۔ ہم سے جدا ہو گیا۔ اے مولا تو اسی میں راضی ہے تو ہم بھی اب اسی میں راضی ہیں۔ اے مولا تو میر صاحب کے بچوں کو میر صاحبؓ کا حقیقی جانشین بنا۔" والسلام

خاکسار رشیدہ پروفیسر محمد اسلم لاہور

۲۔ حضرت مکرم اماں جان سلمہا ربہا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل رات کے دس بجے فون پر مجھے اطلاع ملی کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہٗ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آگے ہی ام طاہر کا صدمہ ہمیں بھولنے نہ پایا تھا۔ کہ یہ دوسرا واقع ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔ میرے پاس دلی احساس کو ظاہر کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت میر صاحب مرحوم کو اپنے پاس جنت میں جگہ دے۔ آمین میرے لئے آپ ضرور درد دل سے دعا فرمایا کریں۔ والسلام

ڈاکٹر میجر سید حبیب (اللہ شاہ صاحب
سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل لاہور)

۴۔ بخدمت حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب

"مکرمی جناب قبلہ میر صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج فجر کے وقت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی اچانک وفات کی اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت تو بار بار زبان سے یہی نکلتا ہے۔ اور دل کی کیفیات حسرت اور غم اور اندوہ اور درد کی ہیں۔ یہ صدمہ تمام خاندان نبوت کے لئے اور سلسلہ کے لئے اور خادمان سلسلہ کے لئے بہت سخت ہے۔ ایک سچے اور مخلص جان نثار عالم باعمل کی وفات پر دل جس قدر بھی تڑپے ہیں قابل الزام نہیں۔ لیکن ہم نہ منہ سے کوئی ایسا کلمہ کہتے ہیں اور نہ دل میں کسی ایسے خیال کو جگہ دیتے ہیں جو ہمارے رب کو ناپسند ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی ہیں کہ وہ ارحم الراحمین اپنے اس مخلص اور سچے اور جان نثار خادم اور عاشق کو اپنی رحمت کے آغوش میں جگہ دے۔ اور اسے اپنے انعامات سے مالامال

کرے۔ کہ باوجود ہر وہ جوہر اور قابلیت اور اہلیت رکھنے کے جس سے انسان ترقی کر سکتا ہے۔ اس نے دنیا سے منہ موڑے رکھا۔ اور اپنی تمام استعدادوں اور قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول اور اس کے دین کی خدمت کے لئے وقف رکھا۔ میر صاحب ہم سب کے لئے کس قدر اعلیٰ نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں ویسے ہی منہمک اور سرشار ہو جائیں جیسے وہ تھے۔ وہ خود ہی آپ سب کے اور ہمارے زخم خوردہ دلوں کی مرہم ہو۔ اور مرحوم کے تمام خاندان کا کفیل اور وارث ہو۔ اور سلسلہ کو کوئی نعم البدل عطا فرمائے کہ اس کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں۔ آمین

ہم سب کی طرف سے حضرت ام المومنین کی خدمت میں ہمارے خدمات کا اظہار فرما دیں اور میر صاحب مرحوم کے گھر میں اور ان کے عزیزان کے پاس بھی "۔ والسلام

خاکسار ظفر اللہ خاں ۱۸/۱/۴۴

۴ - مخدومی مکرمی حضرت میر صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کی غیر متوقع خبر پہونچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف سلسلہ کے ایک جانباز اور مایہ ناز فرزند تھے اور یہ سلسلہ کا ایک خاص نقصان ہے۔ مگر

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

سیدہ ام طاہر رضی اللہ عنہا کے حادثہ کے بعد بہت جلد یہ دوسرا حادثہ ایک امتحان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ہم پر سکینت نازل فرمائے۔ اور ہماری کمزوریوں کو معاف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت اور نور ایمان سے بہت بڑا حصہ بخشا ہے۔ میں آپ کو صبر جمیل کی کیا تلقین کروں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کریم کی مشیت سے کامل صلح رکھتے ہیں۔ ہاں اس پیرانہ سالی میں آپ پر مزید ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ وہی رب رحیم ان کو پورا کرنے کی توفیق دے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے مقام قرب میں جگہ دے۔ اور اس کی اولاد کو صحیح جانشین بننے کی توفیق عطا فرماوے اور اپنے فضل سے ہم پر بھی رحم فرماوے۔ میری طرف سے بیگم میر محمد اسحٰق صاحب ؓ سے تعزیت کر دیں۔

خاکسار یعقوب علی عرفانی ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء

۵۔ بخدمت بیگم صاحبہ حضرت میر صاحب ؓ

"محترمہ ممانی جان صاحبہ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ماموں جان مرحوم (اللہ تعالیٰ انہیں جنت فردوس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔) کی وفات کی خبر اچانک ہمیں ملی اور اسقدر تکلیف اور صدمہ کا موجب ہوئی کہ الفاظ اسے بیان نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگوں کی تربیت احمدیت کی آغوش میں ہوئی ہے۔ اس لئے گوشت پوست کا دل خواہ کس قدر تکلیف ہی کیوں برداشت نہ کرے۔ روح۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتی ہوئی

آستانۂ الہی پر جھکتی اور اس کی رضا پر راضی ہوتی ہے۔ خدا کے دین کے ایک مجاہد نے اپنی ساری زندگی اس کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد اس کے دین کی خاطر کام کرتے ہوئے میدان عمل میں اپنی جان اپنے رب کے حضور پیش کی اور خدا نے اسے قبول کیا۔ اور خود اس کی جزا بنا۔ مگر آنکھیں نمناک اور دل ہمارے دکھیا ہیں۔ اس خیال سے کہ اسلام کے اس کس مپرسی کے زمانہ میں خدا کے اسلام کا ایک مجاہد اس کے دین کا ایک اور سپاہی (جس کی زندگی ہمارے لئے صد رشک تھی جس کا نمونہ ہمارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھا) کم ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی خاطر اپنی زندگیاں حقیقی معنوں میں وقف کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے وہ کام کروائے جس سے وہ راضی ہو۔ اور جب ہم اس دنیا سے جدا ہوں تو ہمارا رب ہمیں اپنی رضا کی جنت میں اپنے ان بزرگوں کے پہلوؤں میں جگہ عنایت فرمائے جو ہم سے پہلے جام شہادت پی کر اس کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔ اللھم آمین۔ انت مولانا نعم الوکیل۔

(صاحبزادہ حافظ) مرزا ناصر احمد

۶ - پیاری ممانی جان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ماموں جان کی وفات کی اچانک خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے تو یقین نہ آتا تھا۔ اور بڑی بے چینی اور اضطراب میں یہ گزشتہ دو چار دن گزرے ہیں۔ ماموں جان کا وجود سلسلہ کے لئے ایک

بہت قیمتی وجود تھا۔ اور ان کی اس بے وقت وفات سے سلسلہ کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ اور اس صدمہ کے برداشت کرنے کی طاقت دے۔ پرسوں ہی میرے پاس ایک بہاول کے احمدی آئے تھے۔ بیچارے روتے رہے۔ کہہ رہے تھے کہ باوجود اس کے کہ مشاورت اور جلسہ کے ایام میں ہزاروں آدمی باہر سے آتے تھے۔ لیکن ماموں جان کو ہر ایک کے آرام کا خیال ہوتا تھا۔ اور ہر ایک سے چلتے پھرتے پوچھتے رہتے تھے کہ کھانا کھا لیا۔ کوئی تکلیف تو نہیں۔

آپ کا درس حدیث کا شوق۔ مہمان نوازی اور غرباء کا خیال اور ان سے حسن سلوک اور سلسلہ کے دوسرے امور میں خدمت ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ خدا کرے کہ ماموں جان کے بچوں میں یہ روح تازہ رہے کہ ان کی روح کے لئے اس سے زیادہ خوشکن بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ کی صحت ان دنوں خراب تھی۔ مجھے بار بار اس کا خیال آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامل صحت دے تا دین کی خدمت کی توفیق کا سلسلہ جاری رہے اور اس صدمہ کے برداشت کی طاقت۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ نماز جنازہ میں شمولیت سے بھی محروم رہا۔ میں دورہ پر تھا۔ اور خانیوال سے تار ہوتا ہوا مجھے جنازہ کے روز کوئی ایک بجے کے بعد ملا۔

طالب دعا (صاحبزادہ مرزا) مظفر احمد آئی سی ایس

۷۔ بنام سید داؤد احمد صاحب خلف حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمہارے والد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے

انتقال سے بہت صدمہ ہوا۔ علالت کے سبب سے خود تعزیت سے معذور ہوں۔ عرصہ دراز سے روزانہ دعا کرتا رہتا تھا۔ کل قریبا سارا دن دعا کرتا رہا۔ مگر مشیت ایزدی یہی تھی۔ ان کا وقت آگیا تھا۔ ہاں غم کے ساتھ یہ اطمینان ضرور رہے کہ ان کی تمام عمر سلسلہ کی خدمت اور دین کی خدمت میں گزری اور اسی خدمت کے دوران میں انتقال کیا۔

شادی بود نوبت ماتمت
اگر برنکوئی بود خاتمت

اللہ تعالی امیر صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور تم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور سب بچوں کو دین کا خادم بنائے۔ اپنی والدہ صاحبہ اور دیگر متعلقین سے میری طرف سے تعزیت کر دینا۔

راقم نواب محمد علی خاں (آف مالیر کوٹلہ)

۸۔ گرامی گوہر اؤ دل نواز اسلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم رحمۃ و برکاتہ۔ مکرمی و محترمی صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب کے تار سے اس حادثہ دل خراش و روح فرسا کی خبر مل گئی تھی جس کے اپنی زندگی میں واقع ہونے کا مجھے کبھی وہم بھی نہ گزرا تھا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

میاں آپ کے والد اور مجموعۂ اوصاف حمیدہ و محاسن پسندیدہ والد ماجد نے وفات پائی ہے۔ انکا بابرکت سایہ سر ت اٹھ جانا جتنا بھی موجب صدمہ واندوہ ہو کم ہے۔ لیکن ان کی وفات کا صدمہ ان کی اولاد اور قریبی رشتہ داروں تک ہی محدود نہیں۔

بلکہ تمام دنیا احمدیت اس صدمۂ جانکاہ میں شریک ہے۔ اور اس میں ایسے بھی تھوڑے نہیں جو یہ خیال کرتے ہوں گے کہ اس حادثہ ہولناک کا صدمہ سب سے بڑھ کر انہیں کو ہوا ہے۔

بہت سے بچے اور نوجوان ان کی وفات سے یتیم اور بہت سی بیوہ خواتین دوبارہ بے والی ہو گئی ہیں۔ بہت سی مخلوق کو ایک سچے مربی۔ سچے خیر خواہ اور سچے ہمدرد سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ بہن بھائی کا بے مثل بھائی، بھانجوں بھتیجوں اور بھانجیوں بھتیجیوں کا بے نظیر ماموں اور چچا ان سے جدا ہوا ہے۔ بالآخر یہ کہ سیدنا امام الزمان سلمہ الرحمن کے عظیم المرتبت معتمد سے دنیا خالی ہوئی ہے۔

کیا آپ نے ان سب کی بے چینی اور غمگینی نہیں دیکھی اور کیا اپنے اور ہم سب کے آقا و مطاع ایدہ اللہ تعالیٰ کے صدمہ وقلق کا آپ نے اندازہ نہیں کیا۔ حق یہ ہے کہ اس سانحۂ عظیم کا سب سے بڑا اثر تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی کے دل حقائق منزل پر ہو سکتا ہے۔

ہر شخص کا صدمہ اس کے تعلق۔ مفاد اور معرفت کے لحاظ سے ہی ہو سکتا ہے۔ مجھے الفضل کا یہ قول کہ ہم تو حضرت میر صاحبؓ کی خوبیوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ بہت اچھا اور بالکل برمحل معلوم ہوا ہے۔ واقعی ہم ان کی خوبیوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ یہ کام بھی ہمارے مولا۔ ہمارے آقا ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی کا ہے۔ اس لحاظ سے بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ پر اس سانحہ کا اثر ہم سب کے

مجموعی اثر سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ اسلام و مسلمین کی حفاظت و بہبودی اور قیام عظمت و شوکت کا جو خیال و جوش حضور کو ہے وہ کسی اور کو کہاں اور حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ اس خیال و جوش کے جیسے دل دادہ حامی، سر بکف معاون اور جان نثار مددگار تھے۔ وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں۔

مگر آپ کی وفات حسرت آیات پر ان سب نے اور خاص کر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا، وہی ہم کو بھی کرنا چاہیئے۔

حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کا فوت ہو جانا کسی خاص فرد یا پانچ سات دس بیس افراد کا نقصان نہیں۔ بلکہ تمام سلسلہ عالیہ احمدیہ کا نقصان عظیم ہے۔ وہ یتیموں کے ملجا و ماویٰ تھے۔ وہ مسکینوں اور محتاجوں کے ہمدرد و دستگیر تھے۔ وہ علوم دینی کے بحر زخار تھے۔ وہ حقائق و معارف کے دریائے ناپیدا کنار تھے۔ وہ خطیب فصیح اللسان و مہذب البیان تھے اور مناظر یکتا و بے ہمتا۔ محراب و ممبر کی ان سے زینت تھی۔ اور کثیر خلق خدا کو ان سے راحت، وہ شیدائے قرآن و حدیث اور عاشق خدا و رسول تھے۔ وہ آیات الٰہیہ میں سے ایک بہت منور آیت تھے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے عظیم الشان حجت۔ دل ان کے درد فراق سے بے قرار ہیں اور آنکھیں اشک بار لیکن۔ ع

"بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر"

آپ ان کے خلف اکبر ہیں۔ آپ کے بھائی چھوٹے، والدہ مکرمہ غمدیدہ

ودرد رسیدہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی۔ اور آپ کے خیر طلب آپ سے ان اخلاقِ حمیدہ کے متوقع ہیں۔ جو حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہٗ جیسے بلند پایہ و بزرگ انسان کا فرزند اکبر ہونے کے لحاظ سے آپ کے شایانِ شان ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ سب کو نوازے اور اپنے جامع الصفات والکمالات والد ماجد کا قائم مقام بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

یہاں حضرت میر صاحب رض کی تعزیت کا جلسہ ہوا۔ نماز بھی پڑھی گئی۔ جماعت کا ہر فرد دعا ترقی مدارج کرتا ہے اور بعض التزام کے ساتھ۔ کون ہے جس کو صدمہ نہیں پہنچا لیکن مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

آخر میں اس شعر پر جو اکثر زبان پر آجاتا ہے۔ خاتمہ تحریر ہے

ہو چکا اس رُخِ انور کا نظارا ہونا
چشمِ مشتاق مبارک تجھے دریا ہونا

(حافظ سید مختار احمد از شاہجہانپور)

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ

دیدہ و دل باز جوید حضرتِ اسحاق را
پیکرِ مہر و وفا سرمایۂ اخلاق را

شیخنا استاذ نا جانِ من و جانِ شما — دامنِ دل مے کشد ہر لحظہ ہر آنِ
اے دعا ہا میر صاحب ایں پیامم باز گو — شد جماعت مضطرب از درد ہجرانِ
ایں قدر مستعجلی از بہر دیدارِ خدا — دیں قدر کم التفاتی بہر یارانِ
جلسۂ سالانہ ما باز مے آید قریب — عالمے خواہد کہ باشد باز مہمانِ
ہست مینار بلندش ہمچو درباں منتظر — مسجدِ اقصیٰ بخواہد درسِ قرآنِ
مدرسہ را باز مطلوب است آں نقد و نظر — آہ ایں مجموعہ مے بینم پریشانِ
تشنہ کامانِ حدیث مصطفےٰ در مسجد اند — مستفیضانِ شما جویند فیضانِ
بر سرِ ہر احمدی بر دوشِ ہر خرد و بزرگ — تا قیامت ہست و ماند بارِ احسانِ
گاہ مے افتد کہ باشد یک تنے چوں صد ہزار — ایں حقیقت شا عیاں از رفعت شا
خاک کوئے نوری بگردد آدمی گردد ملک — بود ایں رازے نہاں در علم و عرفانِ
ما کہ در تا پاکِ غم از ہجرتاں افتادہ ایم — در دعا ہا باز مے خواہیم غفرانِ

مرگِ عالم را کہ مرگِ عالمے نا میدہ ایم
ما بہ چشمِ خویشتن ایں ماجرائے دیدہ ایم

چشمِ گردوں کم بہ بیند بختیارے ایں چنیں — نامدارے سرورے عالی تبارے ایں چ
سید السادات فخرِ دودمانِ عارفاں — میر دردِ دہلوی را یادگارے ایں چ
بر سرِ او لمحہ افگن آفتابِ نورِ دیں — ایں چنیں تلمیذ را آموزگارے ایں چ
آنکہ او را مہدیٔ حق زیرِ دامن پرورید — فیض را نازم کہ گردش کامگارے ایں چ

اخلاص و محبت سر بسر علم و عمل — احمدی اخلاق را آئینہ دارے این چنیں
تکلف بے ریا بے نفس بے خود بے غرض — مہربانے دلنوازے دوستدارے این چنیں
دمِ مخدومِ ملت ناصرِ دینِ متیں — خالق و مخلوق او را حق گزارے این چنیں
محققِ ہم محدث منطقی ہم فلسفی — از ہمہ فضل و ہنر سرمایہ دارے این چنیں
مقررِ ہم مبلغ ہم مصنف ہم فقیہ — خوش بیانے خوش زبانے خوش نگارے این چنیں
علم پر مناظر پر سخی پر منتظم — از برائے احمدیت جاں نثارے این چنیں
بود و پُر صبور و پُر دلیر و پُر شجاع — ہر گروہِ یکہ تازاں شہسوارے این چنیں
بزیرِ سنگباری ماندہ پایش استوار — ہوشمندے این قدر محکم حصارے این چنیں
بے محتاج و مفلسے نیابی در جہاں — بے قرارے دلفگارے غمگسارے این چنیں
باید کہ تا اندر جہاں پیدا شود — نامبردارِ فضائل نامدارے این چنیں
اوہامِ باطل حجتِ اسلامیاں — بر سرِ اعدائے ملت ذوالفقارے این چنیں
بہ عالم نہ بینی جز بخاصانِ خدا — با چنیں طبعِ بلندے انکسارے این چنیں
من بسیار گردیدہ است و کم نہ دیدہ است — این قدر گردوں وقارِ خاکسارے این چنیں
در گلستانِ احمد نغمۂ توحید خواند — شد ہزارے این چنیں از نو بہارے این چنیں
زیستن ہر نفس آمادہ و تیار باش — زندگی را نیست ہرگز اعتبارے این چنیں

گر زِ خود میری بہ مخدومی و میری وارسی
بر سرِ شاہی ہمانا از فقیری وارسی

در بندِ علائق پابجولاں زیستن — گاہ خنداں زیستن گاہ زِ نالاں زیستن
نگہ فارغ بودن از خیالِ خانماں — در پئے فرزند و زن حاضر پریشاں زیستن
تلاشِ چارہ جویاں دربدر حیراں شدن — تختۂ مشقِ درد بودن بہر درماں زیستن
لطفِ خود گم نمودن خود کلیدِ کارہا — ہمچو کافر نعمتاں من بعد پژماں زیستن

منتِ دوناں کشیدن از سرِ لابعقلی　　گردہ ہائے خویش وادیدن پشیماں
عہدِ پیری در رسیدن ہوشہا رخصت شدن　　دعویٔ دانش نمودن ہمچو ناداں
قبلۂ مقصود کردن عشرتِ دہ روزہ را　　جاں بحسرت در سپردن تخمت حیراں
زندگی گر ایں بباشد خاک بر ایں زندگی　　آدمی را مے نشاید ہمچو حیواں
حاصلِ ایں زندگی چوں نیست جز شرمندگی　　زندگی باشد کہ باشد بہر جاناں
ہیچمندانی حیاتِ عاشقانِ روئے دوست　　زیستن مردن بباشد مردن شاں
مردِ راہ ہر ورا باید اندریں مہماں سرائے　　بر مثالِ میر صاحب تا بپایاں

ابرِ نیساں بود بر دار الاماں بارید و رفت
تخمِ علم و معرفت اندر جہاں کارید و رفت

تا بہ گیتی گردشِ چرخِ کہن خواہد شدن　　دل بیادِ رفتگاں بیت الحزن خوا
در خط گلزار مرقوم است بر اوراقِ گل　　ہر کہ آمد لاجرم از ایں چمن خوا
نو بہارِ تازۂ ایں باغ را بخشیدہ اند　　خار خارِ بوستاں گل پیرہن خوا
تخمِ اخلاص و وفا کو باغباناں کاشتند　　در زماں بینی چمن اندر چمن خوا
بیخ بنیادِ نہالِ دشمنی بر آوریم　　آدم ایمن از فریبِ اہرمن خوا
ہا منِ اسلام آید قبلۂ مقصودِ جہاں　　دیں ہمہ ریو و ریا و ما و من خوا
زار نالی ہائے منظر گر نباشد گو مباش　　عندلیباں را بہ گل روئے سخن خو

یارب آں یارِ سفر کردہ زما دل شاد باد
تا ابد اندر جوارِ رحمتت آباد باد

شیخ محمد احمد صاحب منظر

کچھ اور خطوط تعزیت

بحضور حضرت ام المومنین مدظلہا العالی

میری مقدس معظم محترم ماں حضرت ام المومنین السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔

آج عزیز مکرم غلام سرور صاحب طالب علم مدرسہ احمدیہ کا تار ملا۔ جس سے ہمارے بھائی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی المناک وفات کا علم ہوا جس قدر دلی صدمہ مجھ کو اور میری بیوی کو ہوا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے قلوب مجروح اور ہمارے سینے فگار اور ہماری آنکھیں اشکبار ہیں۔ میرے ساتھ جو کچھ ہمدردی، محبت، اخلاص، شفقت حضرت میر صاحب فرمایا کرتے تھے اس کا تقاضا ہے کہ ہمارے دل روئیں ہماری آنکھیں اشک بہائیں اور ہم اس جدائی میں جس قدر رنج کریں کم ہیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول سے تسکین پاتے ہیں کہ بلانے والا ہے سب سے پیارا اور ہم اس کی رضا پر راضی ہیں یا جیسے ہمارے مقدس پیارے امام حضرت مصلح موعود نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر تعزیت ہمارے رب نے ہم کو سکھائی ہے اور وہ یہ ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہی میں حضور کی خدمت بابرکت میں نہایت ادب سے پیش کرتا ہوں۔

حضور کا ادنیٰ خادم

خاکسار محمد زبیر (ایم۔ بی۔ ایس)

بخدمت حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب

مولانا میر محمد اسمٰعیل صاحب دام مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امابعد۔ اس نئے صدمہ کا سخت قلق ہے اور آپ کے تمام خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ اور دعا ہے کہ صبر جمیل خداوند کریم محض اپنے فضل سے مرحمت فرمائے۔ البتہ اس امر کا قلق رہ گیا کہ ایسا موقعہ نہیں ملا کہ سیدہ ام طاہر کیطرح گریہ وزاری سے دعائیں کرتے۔ پھر مرضی مولیٰ پر صابر و شاکر ہو جاتے۔ اب یہی دعا ہے کہ مولا کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں ترقی مدارج کے ساتھ داخل کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نیاز مند عبد الماجد از پورنیا

بھاگلپور۔ بہار

مخدومی! السلام علیکم۔

میر محمد اسحٰق صاحب کی اچانک وفات کی خبر سے نہایت سخت صدمہ ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے اور میرے گھر کے لوگوں کو آپ سے اور جملہ خاندان سے نہایت گہری ہمدردی ہے۔ قادیان کے سب لوگوں سے بڑھ کر وہ ہمارے لئے مونس تھے۔ اور ہم سب کے دلوں میں ان کی بہت عزت تھی۔ صدمہ بہت سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر کی توفیق دے۔ والسلام خاکسار خان بہادر محمد بشیر۔ از لاہور

بخدمت بیگم صاحبہ میر صاحب رضؓ

محترمہ بہن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ کے داغ دل میں ہرے ہی ہیں کہ کل شام کو

حضرت میر صاحب کی رحلت کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ممدوح کی کتاب روح و مادہ و تناسخ آریہ سماج کے کیمپ میں ایک دائمی ہل چل ہے۔ حضور معقولات کے شہنشاہ تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حدیث کے متبحر عالم تھے۔ اور متضاد حدیثوں کی گتھی سلجھانے میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ حال ہی میں پیش کی تھی۔ جس کو علماء سلجھا نہ سکے۔

حضرت ممدوح ابھی کمسن ہی تھے کہ عزیز مرزا صاحب کا ایک مضمون بدھ مذہب کی تعریف میں نکلا۔ حضور نے اسلام اور بدھ مذہب نامی رسالہ لکھا۔ جس میں اسلام کی تعلیمات کی بدھ مذہب کی تعلیموں پر فضیلت ثابت کی۔ میں نے وہ کتاب بچپن میں دیکھی تھی۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے عمر پانے پر بدھ مذہب کی سب سے مستند کتاب دھمپد دیکھی۔ اور یہ محسوس کیا کہ حضرت کا چھوٹا سا رسالہ جو کم سنی کے عالم میں لکھا گیا تھا بدھ مذہب کی کل بڑی تعلیمات پر حاوی ہے۔ پھر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے سکون میسر کرے تو میں دھمپد کی ہر تعلیم کا اسلامی تعلیم سے مقابلہ کروں اور اس کام میں حضرت ممدوح سے استفادہ حاصل کروں۔ ہائے افسوس یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی اور مولانا چل بسے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں جگہ دے اور ان دعاؤں کو جو وہ حیات میں آپ کے لئے کر گئے ہیں سنیئے۔ وہی آپ کا والی ہو اور ساری

ضرور توں کا کفیل۔ خدا داری چہ غم داری۔ علی اختر از حیدرآباد

بنام سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر صاحب

پیاری نصیرہ! السلام علیکم۔

یہ اچانک خبر کسقدر رنجدہ اور سہما دینے والی تھی کہ ماموں جان میر صاحب جماعت کے ایک بارکت وجود سلسلہ کے سچے خادم و خادم خلق ہم سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کئی دن سے خط لکھنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ مگر میری طبیعت کچھ اس قدر نڈھال اور دل ایسا پریشان رہا کہ باوجود کوشش کے نہ لکھ سکی۔ ان دو صدموں سے دل ایسا غمگین اور پریشان جس کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہو گئی۔ ان پریشانیوں اور غم کی کوفت نے مجھے ایسا نڈھال کئے رکھا ہے چاہا بھی تو نہیں لکھا گیا۔ ویسے تمہارا اور ممانی جان کا مجھے ہر وقت خیال رہتا ہے۔ آجکل تو بس دعائیں ہی بہت کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تو سب کچھ ہے۔ یہ تو خوشی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماموں جان کی خدمات کو قبول کیا۔ جو ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ اسی مقصد میں جان دیکر شہید ہو گئے۔ گو اپنے دل اس وقت غمگین ہیں۔ نہ صرف انکی جدائی سے بلکہ اس لئے بھی کہ جماعت کو اتنے بڑے عالم اور فیض رساں وجود کے اٹھ جانے سے نقصان پہنچا ہے۔ مگر وہ خود تو خوش نصیب تھے۔ زندگی اور موت دونوں شاندار۔

ممانی جان کتنی نیک بیوی ہیں۔ کتنا اعلیٰ صبر و تحمل کا نمونہ دکھا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار ہو۔

منصورہ۔ (بیگم حضرت مرزا ناصر احمد صاحب)

بنام سید داؤد احمد صاحب ابن حضرت میر صاحب

داؤد بھائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فیروز پور ایک کام جو آیا تو حضرت میر صاحب کی کوٹھی سے یہ خبر ملی کہ وہ شفیق اور حلیم باپ، وہ واجب التعظیم معلم۔ وہ اخلاق وہ تادیب اور تعلیم و تربیت کی کان۔ ہاں وہ احمدیت کا جان نثار۔ اسلام کا سپہ سالار اترسوں ناگہانی طور پر چل بسا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں گویا چکرا سا گیا۔ اور پاؤں تلے سے زمین سرک گئی۔ پھر ایک دفعہ سخت درد و کرب کے بعد زبان پر جاری ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اظہار تعزیت ہو تو کس کی۔ کس سے اور کن زبان اور قلم سے۔ مرحوم نے اپنا وہ اثر چھوڑا ہے جو یہ دو چار کے دیئے ہیں تاریخ بھی صدیوں تک شاندار کو مندمل نہ کر سکے۔

خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور درجات بلند فرمائے۔ آمین اب یہی دعا ہے جو بار بار زبان پر آرہی ہے۔ کہ احمدیت کو جلد اس شہسوار کا نعم البدل عطا فرمائے۔ خادم

ثاقب زیروی

حال میں مکرم استاد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات کی افسوسناک خبر پہونچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم مغفور کو جنت فردوس بخشے۔ آمین۔

حضرت آپا جان سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ غفر اللہ لہا کی وفات کے بعد ایک دوسرا عزیز وجود ہم سے جدا ہو گیا۔ یہ دونوں

وجوہ یتامیٰ مساکین ۔بیواؤں اور غریبوں کی خبر گیری اور خدمت گزاری کے لحاظ سے جماعت میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔حضرت میر صاحب مرحوم نے حضرت نانا جان کی وفات کے بعد دور الضعفاء کے قائم رکھنے اور ضعفاء و یتامیٰ کی خبر گیری میں از حد دلچسپی لی۔ مرحوم اکثر مبلغین کے جو اس وقت مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ استاد تھے۔ میں نے اور میرے ہم جماعت دوستوں نے تو مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت سے لیکر مولوی فاضل تک ان سے تعلیم پائی۔ آپ کا طریقۂ تعلیم نہایت اچھا تھا جو مضمون بھی پڑھاتے شاگردوں کے ذہن نشین کرا دیتے۔ آپ کے تمام شاگرد آپ سے خوش رہتے۔ مجھے اس وقت آپ کے مناقب کا ذکر کرنا مقصود نہیں۔ کیونکہ اخبار میں اس کے متعلق اس وقت تک کافی لکھا جا چکا ہوگا۔ صرف ایک بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس سال ۲۸ جنوری کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے باعلام الٰہی یہ اعلان فرمایا کہ مصلح موعود جس کے ظہور کی بشارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ وہ آپ ہی ہیں۔ یہ بات تمام افراد جماعت کے لئے خوشی کا موجب ہوئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ رض اور سید محمد اسحٰق صاحب رض کی وفات سے پہلے جو جماعت کے لئے موجب رنج و غم ہونے والی تھیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر یہ انکشاف فرما کر کہ آپ سے ایک رنگ میں ہمدردی کا اظہار کیا۔ تا وہ آنے والی مصیبت پر صبر کرکے خدا تعالیٰ کی رحمت کی وارث ہو۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے بھی دو عزیز وجود وفات پائیں اور مصلح موعود کے دعویٰ کرنے کے بعد بھی دو معزز وجود ہم سے جدا ہوں۔ چنانچہ آپ کی پیدائش سے پہلے سیدہ عصمت صاحبہ اور صاحبزادہ بشیر اول کی وفات ہوئی اور اب مصلح موعود کا دعویٰ کرنے کے بعد ام طاہر سیدہ مریم بیگم صاحبہ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات ہوئی۔ ایک عورتوں میں سے اور ایک مردوں میں سے جیسا کہ پیدائش سے پہلے بھی ایک لڑکی کی وفات ہوئی۔ اور بعد میں لڑکے کی۔ جس میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود کے زمانہ میں اطفال اور خدام احمدیہ اور انصار اللہ اور عورتوں اور مردوں سب کو غیر معمولی طور پر قربانیاں کرنا ہوں گی۔ جن کے نتیجہ میں وہ خدا کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت بشیر اول کی وفات پر فرمایا۔ کہ اس کی وفات سے پہلی قسم از ال رحمت کی پوری ہوئی جو مصائب پر صبر کرنے والوں پر ہوتی ہے اور ان پر جو صبر کرتے ہیں۔ کامیابی کی راہیں کھولی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ان دونوں حادثوں کو بھی جماعت کی عورتوں اور مردوں کے لئے رحمتوں اور برکات کے نزول کا موجب بنائے۔ آمین

خاکسار

جلال الدین شمس

(از لندن)

جماعت کے مندرجہ بالا تاثرات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی کا کیا مقام اور رتبہ تھا۔ اب میں اس دردناک واقعہ کے ذکر کو طویل کرنا نہیں چاہتا ان کے آخری لمحات کا ذکر کر کے ان کے مدارج کی ترقی کی دعا کے ساتھ ختم کر دیتا ہوں۔ حضرت میر صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ خدمت دین کے لئے وقف تھا اور وہ خدمت سلسلہ ہی کرتے ہوئے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ میرے اپنے ذوق اور فہم کے موافق تو وہ ایک شہید تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات ابدی عطا فرمائی۔ وہ اپنی اس آخری علالت کے وقت صدر انجمن احمدیہ کے اجلاس میں موجود تھے اور وہاں بھی شدید حملہ ہوئے ہمت اور استقلال کا کیا کہنا ہے اسی حالت میں اٹھ کر پیدل روانہ ہوئے مگر تھوڑی دور جا کر قدیم زنانہ جلسہ گاہ تک پہنچکر آگے چلنے کی ہمت نہ رہی۔ فرمایا چارپائی منگوائی جاوے اور ہمارے بھائی (ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل) کو بلا لیا جاوے۔ وہ آ گئے اور مناسب موقعہ تدابیر کی گئیں

مگر پیغام موت آچکا تھا

رات کے نو بجے تک ہوش میں رہے پھر بے ہوشی طاری ہو گئی اور اسی حالت میں آپ نے پیک اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت میر صاحب نے اپنی اولاد میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑی ہیں اور چھ نواسے اور نواسیاں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

تجہیز و تکفین

---

۱۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو صرف ۲۴ گھنٹے کی علالت کے بعد حضرت میر صاحب رضی کا اپنے مولیٰ

سے وصال ہو گیا۔ وفات سے تھوڑی ہی دیر بعد غسل دیکر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجویز فرمودہ خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے کا لباس ۱۲ بجے رات کے قریب پہنا کر جنازہ حضرت میر صاحب کی رہائش گاہ کے کھلے حصہ میں رکھدیا گیا۔ اور ۲۰ / مارچ کو باہر سے خاندان اور جماعت کے احباب کے تشریف لانے کا عصر کی نماز تک انتظار کیا گیا۔ سارا دن بہت سے مقامی اور بیرونی اصحاب جمع ہوتے رہے۔ اردگرد کے دیہات میں خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام اطلاع دیدی گئی تھی۔ قریباً گیارہ بجے سے احباب آخری زیارت کرنے لگے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پانچ بجے کے قریب نماز عصر مسجد مبارک میں پڑھا کر تشریف لائے۔ اس وقت آخری بار اس محبوب عام وخاص کی زیارت کرائی گئی۔ چہرہ دیکھنے سے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ اس طرح نظر آتا تھا کہ نہایت آرام واطمینان کی نیند سو رہے ہیں۔ ہلکی سی مسکراہٹ جو ہر وقت آپ کے چہرہ کی زیبائش بنی رہتی تھی اس وقت بھی موجود تھی۔ اس اثنا میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کسی قدر بلند آواز سے قرآنی ادعیہ کی تلاوت فرماتے رہے۔ آخر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے ارکان نے جنازہ اٹھایا اور تھوڑی دور لیجانے کے بعد باغ تک احباب جماعت نہایت اخلاص ومحبت کے جذبات کے ساتھ کندھا دیتے رہے۔ اور باری باری سے ثواب حاصل کرنے لگے۔

• نماز جنازہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باغ میں اسی جگہ پڑھائی۔ جہاں چندہی روز قبل حضرت سیدہ ام طاہر احمد صاحب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور جہاں ابھی سفیدی کے وہ خطوط موجود تھے۔ جو خود حضرت میر صاحب رضی نے ہی سیدھی صفیں باندھنے کے لئے لگوائے تھے۔

• صفیں کھڑی ہونے کے بعد تعداد کا اندازہ لگایا گیا۔ تو مردوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار

معلوم ہوئی۔ نماز جنازہ نہایت رقت اور سوز کے ساتھ پڑھی گئی۔ اور پھر جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے احاطہ میں شرقی سڑک کی جانب سے لیجایا گیا۔ قبر حضرت نانی اماں صاحبہ (والدہ ماجدہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ) اور حضرت ناناجان میر ناصر نواب صاحب (والد ماجد حضرت میر محمد اسحٰقؓ) کے پہلو میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں کھودی گئی۔ میت کو لحد میں رکھنے کے لئے حضرت مرزا شریف احمد صاحب حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ جناب مرزا عزیز احمد صاحب۔ سید داؤد احمد صاحب (حضرت میر صاحب مرحوم مغفور کا سب سے بڑا صاحبزادہ) اترے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دوسرے افراد نے میت اٹھا کر ان کے ہاتھوں پر رکھدی اور جب وہ آخری مقام پر پہنچا کر باہر آ گئے تو لحد پر اینٹیں چنی گئیں۔

اس کام میں مولوی عبدالمنان صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاول شریک رہے۔ لحد میں رکھنے کے وقت سے مٹی ڈالنے تک حضرت حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نہایت رقت سے مسنون دعائیں فرماتے رہے۔ اور دعائیں کرتے ہوئے حضور نے تین مٹھی ڈالی۔ پھر دوسرے اصحاب کو اس کا موقعہ دیا گیا۔ قبر مکمل ہو جانے کے بعد حضور نے تمام مجمع سمیت دعا فرمائی۔ لاہور، امرتسر، گورداسپور، جالندھر، کپورتھلہ، فیروزپور وغیرہ کے بہت سے اصحاب نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے پہنچ چکے تھے۔ نیز اردگرد کی جماعتوں کے احباب بھی بہ کثرت شریک ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے احاطہ میں جنازہ کے ساتھ داخل ہونے پر اول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر حضرت امیرالمومنین نے دعا فرمائی۔

حضرت نواب محمد علیخان صاحب رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

حضرت نواب محمد علیخاں صاحب رضی اللہ عنہ مالیر کوٹلہ کے شاہی خاندان کے ممتاز رکن تھے اس خاندان کے ارکان شروانی افغان کہلاتے ہیں اور مالیر کوٹلہ کے علاوہ بھیکن پور وغیرہ (یو، پی) میں بھی شروانی خاندان کے بعض ممتاز اصحاب سکونت پذیر ہیں جہاں بھی ہیں دنیوی حیثیت سے معزز و ممتاز ہیں اور ان میں دینی صلاحیت بھی موجود ہے خاندانی حالات اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو "حیات نواب محمد علی خاں" میں لکھوں گا و نیز جسے خدا توفیق دے گا۔ یہاں مختصر تذکرہ صرف اس تعلق کی وجہ سے زیر تحریر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کو ہے یعنی آپ کو یہ سعادت اور عزت حاصل ہے کہ آپ نہ صرف

روحانی طور پر حضرت کے فرزند ہیں بلکہ صہری تعلق کی وجہ سے بھی نسبت فرزندی حاصل ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور آپ کی وفات خاندان نبوت کے لئے عموماً اور حضرت ام المومنین مدظلہا کے لئے خصوصاً ایک صدمہ عظیم ہے اور اس حادثہ پر حضرت ام المومنین نے صبر جمیل کا پھر کامل نمونہ دکھایا۔

حضرت نواب صاحب سے خاکسار عرفانی کبیر کو ۱۸۹۱ء سے سعادت ملاقات حاصل ہے۔ حضرت نواب صاحب اس وقت عنفوان شباب میں تھے اور عرفانی حدود بلوغ میں داخل ہو رہا تھا۔ قریباً نصف صدی سے زائد عرصہ کی ملاقات میں میں نے انہیں مستقیم الاحوال

دیکھا۔

میں اس محبت و شفقت کا ذکر تفصیلاً نہیں کر سکتا جو خاکسار کے حال پر آپ کو تھی وہ ایک مردم شناس، قدرداں، معاملہ فہم اور وضعدار بزرگ تھے۔ نواب صاحب کا خاندان شیعہ تھا اور آپ کی ابتدائی تعلیم اسی ماحول میں ہوئی۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں قلب سلیم اور دماغ فہیم عطا فرمایا گیا تھا اس لئے وہ ہر مسئلہ کی تحقیق خود کرتے تھے۔ تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی

ہرگز نہ تھی سچ کے قبول کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔

مذہبی ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور کے ایچی سن کالج میں داخل ہوئے جو حکومت نے روسائے پنجاب کے بچوں کے لئے بڑے اہتمام سے قائم کیا تھا۔ حضرت نواب صاحب باوجود ایک طالب علم ہونے کے کالج کے طلبہ میں ہر دلعزیز ہی نہ تھے بلکہ اپنی معاملہ فہمی اور نیکی کے باعث وہ

ایک قائدانہ حیثیت رکھتے تھے

اسلامی معاملات میں وہ بڑی قوت اور جرأت کے ساتھ دلچسپی لیتے تھے اور کالج کے پروفیسر بھی نواب صاحب کی قوت عملی اور بلندی کردار کی وجہ سے دب جاتے تھے۔ یہ سب تفصیلات اسی تذکرہ کے لئے مخصوص ہیں۔

والد صاحب کی وفات کے بعد جب اپنی جاگیر کے صاحب اقتدار ہوئے اس وقت ایک کثیر رقم آپ کے خزانہ میں موجود تھی۔ آپ ہمیشہ علم دوستی کے پیکر رہے۔ آپ کا روپیہ ہمیشہ نیک کاموں میں خرچ ہوا۔ خواتین کی حالت کی اصلاح کے لئے آپ نے ایک انجمن مصلح الاخوان قائم کی اور ایک اسکول قائم کیا جس کے کل اخراجات آپ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔

میں ایک بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ

آپ کا روپیہ ہمیشہ کارِ خیر میں صرف ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے منہیات سے آپ کو محفوظ رکھا اور اس میں بھید یہ تھا کہ

وہ ازل سے مسیح موعود و مہدی مسعود کی امداد کیلئے منتخب ہو چکے تھے۔

حضرت نواب صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کا پہلے سے علم تھا اور وہ حسن ظن رکھتے تھے اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نواب ابراہیم علیخان کی علالت کے ایام میں دعا کے لئے بلایا گیا تھا۔ تاہم حضرت اقدس سے تعلقات کی ابتداء ۱۸۸۹ء سے ہوئی جبکہ حضور نے باعلام الٰہی بیعت کے لئے دعوت دی۔

حضرت نواب صاحب کی پاکبازی اور طہر فطرت کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ آپ نے پہلا خط جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا۔ اس میں آپ نے یہی سوال کیا تھا کہ

معصیت حالت سے کیونکر رستگاری ہو

اس سوال سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی روح میں تزکیہ نفس اور طہارت قلب کے لئے کس قدر جوش تھا تاکہ آپ ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوں لیکن جو قدوسی خدا کے حضور آپ کو قریب تر کر دے۔

حضرت اقدس نے آپ کو لکھا کہ :-

"جذبات نفسانیہ سے نجات پانا کسی کے لئے بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ عاشق زار کی طرح خاک پائے محبان الٰہی ہو جائے اور بصدق و ارادت ایسے شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے جس کی روح کو روشنی بخشی جاوے تا اسی کے چشمہ صافیہ سے اس فرو ماندہ کو زندگی کا پانی پہونچے اور اس تر و تازہ درخت کی شاخ ہو کر اس کے موافق پھل لاوے۔" مکتوب نمبر (۱)

حضرت اقدس نے یہ خط ۷ اگست ۱۸۹۰ء کو لودہانہ سے لکھا تھا سعادت ازلی رفیق راہ تھی اور سعادت کے فرشتے ساتھ تھے اس لئے اس کے بعد آپ نے کچھ عرصہ بعد بیعت کرلی۔ نواب صاحب کی بیعت اکتوبر ۱۸۹۰ء کی ہے جیساکہ ۹ اکتوبر ۱۸۹۰ء کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے ابتداً نواب صاحب نے اخفائے بیعت کی اجازت لی تھی اور حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ

"اس اخفا کو صرف اسی وقت تک رکھیں کہ جب تک کوئی اشد مصلحت درپیش ہو کیونکہ اخفا میں ایک قسم کا ضعف ہے اور نیز اظہار سے گویا قولاً نصیحت للخلق ہے۔"

نواب صاحب نے خود اپنی بیعت کے متعلق جو ذکر ایک خط میں کیا تھا وہ نواب صاحب کی فطرت سلیمہ پر ایک روشنی ڈالتا ہے اس کا اقتباس ذیل قابل غور ہے۔

ابتدا میں گو میں آپ کی نسبت نیک ظن ہی تھا۔ لیکن صرف اس قدر کہ آپ اور علماء اور مشائخ ظاہری کی طرح مسلمانوں کے تفرقہ کے موید نہیں ہیں۔ بلکہ مخالفین اسلام کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ مگر الہامات کے بارے میں مجھ کو نہ اقرار تھا نہ انکار۔ پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا۔ اور ان پر غالب نہ ہو سکا تو میں نے سوچا کہ آپ نے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں۔ یہ سب جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ تب میں نے بطور آزمائش آپ کی طرف خط و کتابت شروع کی جس سے مجھ کو تسکین ہوتی رہی۔ اور جب قریباً اگست میں آپ سے لودہانہ ملنے گیا۔ تو اس وقت میری تسکین خوب ہو گئی۔ اور آپ کو باخدا بزرگ پایا۔ اور بقیہ شکوک کو پھر بعد کی خط و کتابت میں میرے دل سے بکلی دھو یا گیا۔ اور جب مجھے یہ اطمینان دی گئی کہ ایک ایسا شیعہ جو خلفائے

ثلثہ کی کسرشان نہ کرے سلسلہ بیعت میں داخل ہوسکتا ہے۔ تب میں نے آپ سے بیعت کرلی۔ اب میں اپنے آپ کو نسبتاً بہت اچھا پاتا ہوں۔ اور آپ گواہ رہیں کہ میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ مجھ کو آپ کے اخلاق اور طرز معاشرت سے کافی اطمینان ہے کہ آپ ایک سچے مجدّد اور دنیا کے لئے رحمت ہیں۔

اس خط سے نواب صاحب کی گناہ سوز فطرت کی بے قراری اور ایک عزم مجاہدانہ کا پتہ ملتا ہے۔ پھر آپ کی خط وکتابت کا ایک سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہا۔ اور جب کبھی کوئی سوال پیدا ہوا آپ نے بلا خوف لومتہ لائم حضرت سے پوچھا اور اس کا جواب پایا۔ انھوں نے احمدیت کو ایک محجوب انسان کی طرح قبول نہیں کیا بلکہ ایک محقق اور مفکر کی حیثیت سے صداقت یقین کر کے قبول کیا۔

نواب صاحب کے متعلق سب سے پہلا کشف

نواب صاحب نے جب بیعت کی اور اخفا کی اجازت چاہی اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ اسوقت حکمران خاندان کے ساتھ بعض سیاسی حقوق کے متعلق حکومت پنجاب میں مطالبات پیش تھے اور حکومت ابتداءً سلسلہ سے بدظن تھی۔ محض اس خیال سے کہ ان کے ان ذاتی معاملات پر جو سارے خاندان سے وابستہ تھے اس سے کوئی مضر اثر نہ پڑے یہ چاہا گیا تھا مگر حضرت کے اس خط کے بعد ان میں ایک خارق عادت قوت پیدا ہوگئی اور کسی مرحلہ پر ان کو اخفا کی ضرورت پیش نہ آئی بلکہ سلسلہ کے لئے حکام سے اونھوں نے بڑی بڑی بحثیں کیں۔ مجھے یاد ہے کہ لاہور کے ایک کمشنر اینڈرسن تھے ان سے نواب صاحب کی ملاقات ہوئی اور اس نے بعض ظنوں کا ذکر کیا تو نواب صاحب نے نہایت جرأت اور

قوت کے ساتھ اس کو جواب دیا اور بالآخر اس گفتگو میں اس سے منوالیا کہ

حکومت کو غلطی لگی ہے اور یہ نیچے کے افسراں کی رپورٹوں کا نتیجہ ہے۔

نواب صاحب ان ایام میں حضرت اقدس سے خاص طور پر دعائیں کرا رہے تھے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے مرزا خدا بخش صاحب کو خصوصیت کے ساتھ ان کے تمام اخراجات کثیر برداشت کرکے قادیان میں رکھا ہوا تھا کہ

وہ یاد دہانی کراتے رہیں

اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کشف دیکھا۔

مشفقی عزیزی محبی نواب صاحب سردار محمد علی خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا عنایت نامہ آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ الحمد اللہ والمنتہ کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو صحت بخشی۔ اللہ جل شانہٗ آپ کو خوش رکھے اور عمر اور راحت اور مقاصد دلی میں برکت اور کامیابی بخشے۔ اگرچہ حسب تحریر مرزا خدا بخش صاحب آپ کے مقاصد میں سخت پیچیدگی ہے۔ مگر ایک دعا کے وقت کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا۔ کہ آپ میرے پاس موجود ہیں۔ اور ایک دفعہ گردن اونچی ہو گئی اور جیسے اقبال اور عزت کے بڑھنے سے انسان اپنی گردن کو خوشی کے ساتھ ابھارتا ہے۔ ویسی ہی صورت پیدا ہوئی۔ میں حیران ہوں کہ یہ بشارت کس وقت اور کس قسم کے عروج سے متعلق ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ظہور کا زمانہ کیا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی وقت میں کسی قسم کا اقبال اور کامیابی اور ترقی عزت اللہ جل شانہٗ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے اگر اس کا زمانہ نزدیک ہو یا دور ہو سو میں آپ کے پیش آمدہ ملال سے گو پہلے غمگین تھا۔ مگر آج خوش ہوں۔ کیونکہ آپ کے مآل کار کی بہتری کشفی طور پر معلوم ہو گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس کشف کی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوئی صراحت وقت یا نوعیت اقبال کی نہیں کی مگر اس میں ایک کلید بیان کی ہے جس کو واقعات نے صحیح ثابت کر دیا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ

کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے پاس موجود ہیں

اور ایک دفعہ گردن اونچی ہو گئی۔

اس کشف کی حقیقت اور ظہور اس وقت ہونے والا تھا جب نواب صاحب حضرت صاحب کے پاس ہوں یعنی وہ ہجرت کر کے قادیان آجاویں۔ جب یہ کشف ہوا اس وقت تک نواب صاحب مالیر کوٹلہ میں تھے اور اس کے بعد بھی نو سال تک وہ قادیان مقیم ہونے کے لئے نہیں آئے تھے اور جب آپ نے قادیان ہجرت کر لی اور جوار مسیح موعود بلکہ الدار میں آپ کو جگہ مل گئی۔ اسوقت آپ صاحب اولاد تھے اور آپ کی اہلیہ موجود تھیں۔ پھر انکا انتقال ہو گیا اور آپ نے دوسری شادی کی اور بالآخر وہ بھی وفات پا گئیں تب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو القا فرمایا۔

اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ زید مجدہا

کا آپ سے نکاح ہو گیا۔

اور عملاً آپ کی گردن اونچی ہو گئی۔ کیونکہ جماعت میں یہ مقام کسی کو حاصل نہ تھا۔

اس کشف کی طرف دوستوں نے توجہ نہیں کی یہ کشف حضور کا اواخر دسمبر ۱۸۹۱ء کا ہے اسوقت تک سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ عالم وجود میں بھی نہیں آئی تھیں بلکہ صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) عالم وجود میں آئے تھے۔ اسوقت کوئی خیال نہ نواب صاحب کو ہو سکتا نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ حالات اس قسم

کے تھے اللہ تعالیٰ نے ایک زمانہ دراز پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

حضرت نواب محمد علیخاں کے اقبال کی بشارت دی

جرأت اور طلب حق

حضرت نواب صاحبؓ میں ایک فطرتی جوش طلب حق کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی جرأت عطا فرمائی تھی کہ جو امر انکی سمجھ میں نہ آتا تھا اس کے متعلق سوال کرنے سے کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے چنانچہ جب عبدالحق غزنوی نے مباہلہ کا اشتہار دیا تو آپ کو بعض سوالات حضرت اقدسؑ کے جواب پر پیدا ہوئے اور آپ نے بلا خوف لومتہ لائم حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا حضرت اقدس نے اسے ناپسند نہ فرمایا بلکہ بہت خوش ہوئے چنانچہ اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کو ملا۔ جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف بہ حرف پڑھا۔ میری نظر میں طلب ثبوت اور استکشاف حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ سعیدوں کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ ورطہ تذبذبات سے نجات پانے کے لئے حل مشکلات چاہتے ہیں۔ لہذا یہ عاجز آپ کے اس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی وہ علامتیں دیکھتا ہوں جس سے آپ کی نسبت عرفانی ترقیات کی امید بڑھتی ہے۔

یہ طریق مومنانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض پیدا ہو تو فوراً پیش کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد آتھم کی پیشگوئی کے وقت بھی

آپ کو ایک طالب صادق کی طرح کچھ استفسار کی ضرورت پیش آئی مگر جلد اللہ تعالیٰ نے آپ پر حقیقت کو منکشف کر دیا اور اس کے بعد کبھی کوئی موقعہ ایسا نہ آیا کہ آپ کو استفسار کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو عملی زندگی میں بعض باتیں آپ دریافت کر لیتے اور ان کو اپنا دستور العمل قرار دیتے۔

حضرت نواب صاحب کی زندگی ایک راسخ الاعتقاد عملی مومن کی زندگی تھی۔ وہ کوئی امر جس کی اسوہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نظیر نہ ہو اختیار نہیں کرتے تھے اور عامل بالسنتہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں سرشار تھے اور آپ کے احکام کی اتباع اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔

رشوت سے نفرت

حضرت نواب صاحب کی زندگی میں ایک مرد مومن کی عملی زندگی کی تصویر ہے جب مالیر کوٹلہ ریلوے برانچ جاری ہوئی تو آپ نے اس لائن پر کچھ کام بطور ٹھیکہ لے لیا۔ وہ کام دراصل آپ کے ایک خاص امتیاز کے اظہار کا موجب ہوا۔ آپ سے چاہا گیا کہ ان انجنیروں یا افسروں کو جو اس کام کے پاس کرنے والے تھے کچھ روپیہ دیدیں آپ نے اسے رشوت قرار دیا اور صاف انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو خطرناک مالی نقصان ہوا مگر آپ نے اس کی ذرا بھی پروا نہ کی وہ نہایت عالی حوصلہ اور مستقل مزاج بزرگ تھے اپنے مقام و مرتبہ کے باوجود طبیعت نہایت منکسرانہ واقع ہوئی تھی مسجد میں آتے تو بارہا جوتیوں کی جگہ جانماز بچھا کر بیٹھ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو قادیان میں قیام کے لئے تحریک فرمائی اور آپ نے تعمیل کی یہاں تک کہ آپ ہجرت کر کے آ ہی گئے۔

ایثار نفس

طبیعت میں فطرتی سخاوت کا جوش تھا اور بسا اوقات وہ اپنی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورتوں کو مقدم کر لیتے تھے۔ میں

ان واقعات کا شاہد ہوں جماعت کے غربا ان کی فیاضیوں سے آسودگی کی زندگی بسر کرتے
تھے۔ اس قسم کی فیاضیوں نے ان کی مالی حالت پر بڑا اثر ڈالا مگر وہ ہر حالت میں مستقیم
الاحوال رہے۔ میں نے کبھی ان کو غم زدہ اور فکر مند نہ پایا ہمیشہ چہرہ پر خوشی اور مسرت
کھیلتی تھی اور اللہ تعالیٰ پر اس قدر توکل اور بھروسہ تھا۔ بعض اوقات میں نے
دیکھا کہ انھوں نے سفر کا ارادہ کر لیا۔ اور کچھ ہاتھ میں نہیں مگر آخر وقت پر

اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں سامان کر دیا

سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے اخراجات اپنی
ڈائرکٹری کے زمانہ میں ایک عرصہ تک چلاتے رہے اور جب حضرت اقدس نے خود محسوس
فرمایا کہ مالی ابتلا نہ آجائے تو انتظام دوسرے ہاتھوں میں منتقل کر دیا۔

صدر انجمن کے کاموں میں اپنی رائے پر مستقل رہتے تھے۔ خاکسار عرفانی
اسسٹنٹ سکرٹری عملاً سکرٹری ہی کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ اس کی ضروریات کا اہتمام
اپنی جیب سے کرتے انجمن سے مجھے کبھی اس خدمت کے لئے لینے کی ضرورت نہ آنے
دیتی۔ میرے ساتھ جو تعلقات تھے اور میں نے جس قدر قریب سے انھیں پڑھا ہے اسکا
تفصیلی ذکر خدا نے چاہا تو

حیاتِ نواب محمد علیخاں

میں ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

فتنہ کے وقت آپ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ خاکسار عرفانی اور مرحوم خان بہادر
شیخ محمد حسین صاحب پنشنر سب جج کے سپرد ایک خاص خدمت تھی اس سفر کے کل اخراجات
نواب صاحب نے اپنی جیب سے برداشت کئے۔ اور یو۔پی کی سخت گرمی میں اپنے

اس دورہ کو پورا کیا اس دورہ کی رپورٹ سلسلہ کی تاریخ میں ایک قیمتی دستاویز ہے۔
علم دین کا شوق اسقدر غالب تھا کہ ایک زمانہ میں حضرت حکیم الامتہ رضی اللہ عنہ،
کو مالیر کوٹلہ بلا کر اپنے پاس رکھا۔ حضرت حکیم الامتہ مع اپنے شاگردوں اور خاندان
کے افراد کے وہاں رہے اور تمام اخراجات بانشراح صدر آپ نے برداشت کئے۔
پھر ایک اور موقعہ پر ان کو طلب کیا مگر حضرت اقدس بعض وقتی حالات اور مجبوریوں
کی وجہ سے نہ بھیج سکے۔ ایک نہ ایک عالم دین کو اپنے پاس رکھتے اور رب زدنی علماً
کی دعا کے موافق جوش رکھتے چنانچہ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب، حضرت حافظ روشن علی
صاحب رضؓ زمانہ دراز تک آپ کے پاس رہے۔ مرحوم بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے اور
ان خصوصیات نے ہی ان کو اس مقام پر پہونچایا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی کا فخر نصیب ہوا۔

اور وہ کشف پورا ہوا جس کا میں ذکر کر آیا ہوں۔

شادی کی تقریب

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے حضرت نواب صاحب اولاد تھے
اور پہلی بیوی کی وفات پر دوسری شادی بھی آپ نے
کر لی تھی۔ مگر قیام قادیان میں یکایک آپ کی اہلیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی پیشگوئی کے موافق فوت ہو گئی (رضی اللہ عنہا)
اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو سیدہ نواب مبارکہ بیگم
صاحبہ مدظلہا کے لئے منتخب فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت کی بے انتہا
دعاؤں کے ساتھ یہ نکاح ہو گیا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ نے خطبۂ نکاح پڑھا اور ۵۶ ہزار مہر مقرر
ہوا۔ اور اس مہر کی ایک دستاویز تحریر ہوئی۔ بظاہر یہ بڑی رقم ہے مگر حضرت
سیدہ کے مقام اور شان کے لحاظ سے حضرت اقدس نے یہ رقم تجویز فرمائی اور میں تو

اسے خفی وحی کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے کہ خاکسار عرفانی کبیرؔ کو اس دستاویز کی تکمیل کا ذمہ دار قرار دیا تھا اور الحمدللہ وہ حسب دلخواہ ہو گئی۔ اور اس دستاویز پر اس کے دستخط بطور گواہ بھی غالباً ہیں۔ حضرت نواب صاحب پر اس تعلق کا کیا اثر تھا انکی زبان سے سنو۔

ڈائری نویسی

حضرت نواب صاحب کو یہ شوق تھا کہ بعض اہم امور کو اپنی ڈائری میں لکھا کرتے تھے جو ہر سال نئی خریدی جاتی تھی چنانچہ ۱۷ر فروری ۱۹۰۸ء بروز دوشنبہ کی ڈائری میں لکھتے ہیں۔

"الحمدللہ کہ آج وہ دن ہے جس روز میرا نکاح حضرت کی بڑی صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہ سے بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں بالعوض ۵۶ ہزار روپیہ ہو گیا۔

یہ وہ فضل اور احسان اللہ تعالیٰ کا ہے اگر میں اپنی پیشانی کو شکر کے سجدے کرتے کرتے گھساؤں تو بھی خدا تعالیٰ کے شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

میرے جیسا نابکارا اور اسکے ساتھ یہ نور یہ خدا تعالیٰ کا خاص رحم اور فضل ہے اے خدا اے میرے پیارے مولیٰ اب تو نے اپنے مرسل کا مجھکو داماد بنایا ہے اور اسکے لختِ جگر سے میرا تعلق کیا ہی تو مجھ کو بھی نور بنا دے تاکہ اس کے

قابل ہو سکوں"۔

ان الفاظ کو پڑھو اور بار بار پڑھو کہ ان میں حضرت نواب صاحب کے اس عقیدہ کا اظہار ہے جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق رکھتے تھے اس سے اس مقام کا پتہ لگتا ہے جو حضرت نواب صاحب کے دل میں

حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا تھا

اس سے اس تڑپ اور اضطراب کا پتہ لگتا ہے جو آپ کو اپنی روحانی ترقی اور سراسر نور بن جانے کیلئے دعا کا تھا۔ ایسے موقعہ پر عام طور پر لوگوں کے خیالات اور انکی آرزوؤں کا کیا رنگ ہوتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی سے پاک کئے ہوئے انسان کی نظر کدھر اٹھتی ہے وہ سارے جوش اور امنگوں کو قربان کر کے

خدا کا ہو جانا چاہتا ہے اور خدا نے اس کی پکار کو سنا اور اسے چن لیا۔ وللہ الحمد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں نکاح کر دیا اور رخصتانہ آپ کی وفات کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو خلافت اولیٰ کے زمانے میں ہوا۔ رخصتانہ کے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ بھی لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا گو میں عینی شاہد ہوں اور اسوقت بھی وہ سب نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے میں خود حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی ڈائری درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ آپ کی ذاتی اور بظاہر روز کی چیز ہے مگر اس کے پڑھنے سے ایمان بڑھتا ہے اور خود حضرت نواب صاحب کی نسبت معرفت میں اضافہ ہوتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

ڈائری نوشتہ حضرت نواب محمد علیخان صاحب رضی اللہ عنہ

از ۴ تا ۱۸ مارچ ۱۹۰۹ء بر موقعہ رخصتانہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء اتوار

الحمد للّٰہ ذو المنۃ ـــ

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

کہ آج مبارکہ بیگم صاحبہ صاحبزادی صاحبہ کلاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جن کا نکاح مجھ سے ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو بروز دوشنبہ ہوا تھا رخصت ہو کر میرے گھر آئیں۔ اور میرے کلبۂ احزان کو منور کیا۔ یہ رخصتانہ بوقت ۳ بجے وقوع میں آیا۔ میں نے ان میں حسن صورت و حسن سیرت دونوں کو پایا۔ لیاقت علمی بھی خاصی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ خدا کا عجیب فضل ہے کہ میرے جیسے ناکارہ کے ساتھ اس درجے برج نبوت سے میرا پیوند کر دیا۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

رخصتانہ نہایت سیدھی سادی طرز سے ہوا۔ مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے مجھ کو حضرت ام المومنین علیہا السلام نے فہرست جہیز بھیجدی اور دو بجے حضرت ام المومنین علیہا السلام خود لے کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو میرے مکان پر ان سیڑھیوں کے راستہ سے جو میرے مکان اور حضرت اقدس کے مکان کو ملحق کرتی تھیں۔ تشریف لائیں۔ میں چونکہ مسجد میں تھا۔ اس لئے ان کو بہت انتظار کرنا پڑا۔ اور جب بعد نماز میں آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں الفاظ نہایت بھری آواز

سے کہا کہ "میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں" اس کے بعد ان کا دل بھر آیا۔ اور فوراً السلام علیکم کر کے تشریف لے گئیں۔

۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء دوشنبہ

آج میں نے تمام احمدی بھائیوں کو جو قادیان میں ہیں اور بعض عمائد قصبہ کو دعوت ولیمہ دی ہے۔ مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ میں نے شادی محض خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی اور حضرت اقدس کے تعلقات کے بڑھانے کے لئے کی۔ مگر خداوند تعالیٰ نے ماسوا اس کے مجھ کو بہت فضل کیا۔ حسب کے لحاظ سے مبارکہ بیگم بیٹی ہیں حضرت اقدس کی ایک معزز قوم مغل برلاس ہے۔ اور پھر اناث کی جانب سے دادیاں حضور ممدوح کی سیدانی تھیں۔ اور آپ حضرت ام المومنین علیہا السلام جو والدہ مبارکہ بیگم صاحبہ ہیں۔ سیدانی ہیں۔ میر ناصر نواب صاحب کی بیٹی ہیں جو نبیرہ خواجہ میر درد صاحب ہیں۔ اس طرح مبارکہ بیگم صاحبہ کا ددھیال اور ننھیال دونوں آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اور احمدیوں میں تو کس سے معزز گھرانا نہیں ہو سکتا۔ اور فی الواقعہ دنیا بھر میں بسبب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی گھرانا نہیں۔ کہ ایسا خدا کے نزدیک معزز ہو۔ پھر صورت کے لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے بھی حالت معزز ہے اور سیرت کے لحاظ سے کس باپ کی بیٹی ہیں۔ بس نہایت پیارا انداز اور عجیب و دلکش طبیعت ہے۔ محبت کرنے والی بیوی ہیں پھر مجھ کو کیوں محبوب نہ ہوں۔ خداوند تعالیٰ ہمارے بہت ہی بڑے تعلقات کر دے۔ اور غایت درجہ کا عشق آپس میں پیدا کر دے۔ اور بہت بڑی مدت تک خداوند تعالیٰ ہم کو نیکی محبت اور عزت آبرو صحت اور خوشی و خوشحالی اور دین کی خدمت میں اکٹھا رکھے آمین۔

۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء سہ شنبہ

آج بھی قادیان میں قیام رہا۔ اور مبارکہ بیگم صاحبہ کا جہیز جس قدر ہے بہت اچھا

DONATED BY M. ELIKRAM
1906-1993

اور کار آمد ہے۔

۱۷ مارچ ۱۹۰۹ء چہارشنبہ

آج بھی قادیان میں قیام رہا۔

۱۸ مارچ ۱۹۰۹ء پنجشنبہ

آج میں مبارکہ بیگم صاحبہ کو ساتھ لے کر لاہور روانہ ہوا۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ بسم اللہ دختر قدرت اللہ خاں اور بسم اللہ کی دو لڑکیاں ولیہ اور رقیعہ ساتھ کر دی ہیں۔ کریمہ اور حلیمہ کو میں ساتھ لایا ہی تھا۔ مرزا خدا بخش معہ اہل و عیال میں لاہور سے ساتھ لایا تھا۔ رحم دین۔ مدد خاں۔ صفدر بھی پھر آئے تھے اور ساتھ گئے۔ یہ مختصر قافلہ قادیان سے کوئی دو بجے گاڑی اور یکوں وغیرہ میں روانہ ہوا۔ اور بخیر و عافیت بٹالہ پہنچا۔ ریزرو گاڑی فرسٹ کلاس لی گئی اس میں سوار ہو گئے اور لاہور بخیریت پہنچ گئے۔ ہم چھ بجے شام بٹالہ سے روانہ ہو کر نو بجے لاہور پہنچے وہاں اسٹیشن سے ہم چلے تھے کہ اتفاقاً عبد الرحمٰن کی آواز سنی۔ معلوم ہوا کہ بچے شیخ عبد الرحیم کو لیکر بائیسکلوں پر سوار ہو کر لینے آئے ہیں۔ ان سعادت مند بچوں کی اس بات سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ انھوں نے اپنی نئی ماں کا خوشی اور محبت سے استقبال کیا اور پھر کوٹھی پر پہنچکر اور بھی طبیعت خوش ہوئی۔ کیونکہ زینب نے بھی نہایت عمدہ طرح سے مبارکہ بیگم صاحبہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ زینب اور بچوں نے خوب کوٹھی سجائی تھی جس سے ان کی خوشی اور محبت کا اندازہ لگتا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بچوں نے ان کو اپنی اصلی ماں کی طرح برتاؤ کیا۔ الحمد للہ علی ذالک

یہ سفر قادیان سے لاہور تک نہایت مزے سے گزرا۔

نوٹ:۔ یہ الفاظ برج نبوت؟ اہل پیغام کے لئے قابل غور ہے۔ کیونکہ حضرت نواب صاحب کی یہ تحریر حضور علیہ السلام کی وفات کے صرف نو دس ماہ بعد کی لکھی ہوئی ہے۔ اس سے یقینی طور پر

ثابت ہوتا ہے کہ حضور کے صحابہ اس زمانہ میں بھی حضور کو نبی یقین کرتے تھے۔

• بو زینب بیگم صاحبہ حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو صاحبزادہ حضرت میاں شریف احمد صاحب کے عقد میں ہیں۔

حضرت نواب صاحب رخصتانہ کے موقعہ پر لاہور سے قادیان چار پانچ روز کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور اپنے بچوں کو لاہور میں ہی چھوڑ آئے تھے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب

آخری علالت و وفات

ایک عرصہ سے آپ بیمار چلے آتے تھے مگر بیماری کی حالت میں کبھی گھبراہٹ، چڑچڑاہٹ اور ہائے وائے چیخ پکار نہ تھی بلکہ ایک کامل سکون کے ساتھ اس کارزار زندگی میں مصروف رہتے۔ احباب سے اسی خندہ پیشانی سے ملتے اور استفسار حالات پر الحمد للہ کہکر بعض بے تکلف احباب سے تفصیل بھی بیان کر دیتے۔ بیماری بھی انسان کے اصل اخلاق کے پرکھنے کا ایک معیار ہے ہم نے تو انھیں ہمیشہ حالتِ مرض میں بھی پر سکون اور بہشتی زندگی بسر کرتے ہوئے پایا۔ بہرحال بیماری کا سلسلہ تو بہت پرانا تھا آخر پیشاب میں خون آنے لگا اس کے لئے ہر قسم کے علاج کئے گئے مگر کچھ افاقہ اگر کبھی ہوا تو پھر دورہ میں شدت ہوگئی بعض بعض اوقات تو حالت نازک ہو جاتی مگر پھر زندگی کی رو واپس آجاتی۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مومن کی جان لینے میں تامل ہوتا ہے یہ اسی قسم کا نظارہ تھا۔ آخر وقت آگیا جو مقدر تھا۔ اس سال کے شروع میں تکلیف زیادہ ہوگئی۔ میں بعد جلسہ سالانہ پر عیادت کے لئے گیا تو اسی انداز سے ملاقات فرمائی مگر اس مرتبہ لیٹے ہی رہے جس کا میری طبیعت پر فطرتاً ایک صدمہ رساں اثر ہوا۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا آیا۔

ت کے بعد آپ کی مرض میں شدت بڑھتی چلی گئی۔ آپ کے لئے بیشمار دعائیں کیجاتی تھیں۔ میں نے ۲۵-۲۶ جنوری ۱۹۴۵ء کی رات کو رؤیا میں دیکھا کہ ایک بڑا عظیم الشان مکان ہے جو ایک قصر ہے۔ میں حضرت نواب صاحب کی عیادت کو گیا ہوں اس قصر پر بیشمار نہایت حسین و جمیل بچوں کا اژدہام ہے مجھے انھوں نے روکا۔ میں نے کہا کہ میں نواب صاحب کی عیادت کو آیا ہوں انھوں نے کہا اب تم نہیں مل سکتے۔ ان پر ہمارا پہرہ ہے۔ میں کچھ ان کے بچپن کو دیکھ کر مسکرایا مگر انھوں نے سنجیدگی سے یہی کہا اور میں واپس چلا آیا۔ مجھے اس خواب سے معلوم ہو گیا کہ نواب صاحب فرشتوں کے پہرہ میں ہیں۔ اور وہ مکان اس دنیا کا نہ تھا۔ آخر ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء کو

حضرت نواب صاحب کا انتقال ہو گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کی وفات پر جماعت کے تاثرات کا پتہ ان بعض مضامین سے ملتا ہے جو روزنامہ الفضل نے شایع کئے اور میں انھیں یہاں درج کر رہا ہوں۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کا المناک انتقال

قادیان ۱۱ فروری ۱۹۴۵ء۔ وہ معزز و مکرم ہستی جو اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے جماعت احمدیہ میں ممتاز تھی۔ وہ شوکت اور حکمت رکھنے والی ہستی جس کے خاندان میں صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ وہ دور بیں اور دور اندیش ہستی جس نے مذہب سے بیگانہ اور دنیوی عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ماحول سے اپنی عمر کے ابتدائی

زمانہ میں ہی نکل کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت شناخت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جب بڑے بڑے علم رکھنے والے بڑی بڑی ریاضتیں کرنے والے اور مسیح موعودؑ کی آمد کا بے تابی سے انتظار کرتے والے لوگوں کی آنکھوں پر کبر و نخوت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب کی جویاں ہستی جس نے اپنا وطن چھوڑ کر جہاں اسے ہر رنگ کی ریاست حاصل تھی۔ اور حکومت کے سامان میسر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در کی گدائی کو ترجیح دی۔ اور اسو قت ترجیح دی۔ جبکہ قادیاں کی بستی میں معمولی ضروریات زندگی بھی میسر نہیں آ سکتی تھیں۔ وہ شاہانہ ماحول میں پاکیزہ اطوار رکھنے والی ہستی جس نے اپنے وسیع محلات کو چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں چند فٹ کی کوٹھڑیوں رہائش پسند کی۔ وہ جود و سخا میں اپنا ثانی نہ رکھنے والی ہستی جس نے اس کثرت اور اس وسعت سے اپنے اموال احمدیت کو تقویت پہنچانے اور غربا کی امداد کرنیکے لئے صرف کئے کہ ابتدائی زمانہ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ یعنی حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیرکوٹلہ انہیں کل ۱۱ بجکر ۲۰ منٹ شام کو محبوب حقیقی نے اپنے پاس بلا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت نواب صاحبؓ کی ولادت یکم جنوری ۱۸۷۰ء کی تھی۔ اور رحلت ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء کو فرمائی۔ گویا آپ نے ۷۵ سال ایک ماہ اور دس دن عمر پائی۔ اور اس پاکبازی اور تقویٰ شعاری کے ساتھ اس عمر کا لمحہ گزارا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے متعلق نہایت ہی تعریفی کلمات استعمال فرمائے جو قیامت تک قائم رہیں گے۔ اور نہ صرف آپ کے متعلق بلکہ آپ کے والد ماجد کے متعلق یہاں تک رقم فرمایا کہ

مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیزگار ہو۔"

یہی نہیں بلکہ خود خدا تعالے نے آپ کو ایک بہت بڑے لقب سے نوازا۔ اور اپنے مسیح کی زبان مبارک سے آپ کو یہ بشارت سنائی کہ

"ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی۔ اور اتنا لفظ الہام ہوا

حُجّۃ اللہ"

اور اس کی تفہیم یہ بیان فرمائی کہ "چونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے اور سوسائٹی میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا یعنی آپ ان پر حجت ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کو کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے تم سے نکلکر اس صداقت کو پرکھا اور مانا تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ بھی تم میں سے ہی اور تمہاری طرح کا ہی انسان تھا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا ہے آپ کو بھی چاہیئے کہ آپ ان لوگوں پر تحریر سے تقریر سے ہر طرح سے حجت پوری کر دیں۔"

جس انسان کی خدا تعالیٰ کے حضور اور خدا کے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں یہ قدر و منزلت ہو۔ اس کی کوئی عام انسان کیونکر اصل شان بیان کر سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے آپ کو وہ مرتبہ اور وہ شان عطا کی جو کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ آپ کی نیکی، اخلاص تقویٰ طہارت اور پاکبازی کو خدا تعالیٰ نے ایسے انعامات سے نوازا جو قیامت تک کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں بڑھ کر

رؤسا، نواب، والیان ریاست اور ملکوں کے بادشاہ داخل ہوں گے اور یقیناً داخل ہوں گے۔ مگر کسی کو وہ رتبہ کہاں حاصل ہو سکتا ہے جو حضرت نواب محمد علیخاں صاحب کو ہوا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے کا سالہا سال تک شرف حاصل کیا۔ اور آپ کے مقرب صحابی بنے۔ آپ نے دین کی خاطر اپنے اموال بے دریغ صرف کئے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے حجۃ اللہ کا خطاب بخشا اور آپ نے اپنے عملی نمونہ سے اپنے آپ کو اس خطاب کا پورا پورا اہل ثابت کیا۔ آپ کی تعریف و توصیف جن الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی۔ وہ کسی اور کو کب میسر آ سکتے ہیں۔ پھر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی کا جو شرف حاصل ہوا۔ اور حضور کے جگر گوشہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا مبارک وجود آپ کے کاشانہ کی رونق بنا۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح آپ کے نہایت نیک اور پارسا صاحبزادہ مکرم خان محمد عبد اللہ خاں صاحب سے ہوا۔ اور یہ خاتون مبارکہ بھی آپ ہی کے خاندان کی زینت بنیں۔

غرض خدا تعالیٰ نے حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ پر جس قدر انعامات کئے۔ وہ نہایت غیر معمولی اور بے مثال ہیں۔ اور آج جب کہ آپ اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کے حضور پہنچ گئے ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ آپ ان غیر معمولی انعامات کے پورے پورے مستحق اور اہل تھے۔ آپ دسمبر ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان تشریف لائے۔ اور پھر صبر استقلال، فداکاری اور جان نثاری کی یہ مثال قائم کی۔ کہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اپنے مال کا بہت بڑا حصہ خدا تعالیٰ کے لئے اس کی مخلوق کی ہدایت اور اس کی پرورش کے لئے خرچ کر دیا۔ حتیٰ کہ آخری سانس تک اسی پاک سرزمین میں لیا جہاں خدا تعالیٰ کی خاطر شاہانہ شان و شوکت چھوڑ کر انہوں نے

وصال ربانی تھی جس طرح آپ کی جوانی قابلِ رشک تھی جس طرح آپ کی آخری وقت تک زندگی قابلِ رشک تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ کا انجام قابلِ رشک ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور آپ کو اپنے قرب میں خاص مقام عطا کرے۔ یہ آخری تحفہ ہے جو ہم پیش کر سکتے ہیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کا پھایا اپنے قلوب پر رکھ کر امید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے جن گرانقدر وجودوں کو اپنی مصلحت کے ماتحت اپنے پاس بلا رہا ہے۔ ان کے قدموں پر چلنے والے اور وجود عطا کرے گا۔

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تدفین

قادیان ۱۱ فروری حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ ایک لمبی علالت کے بعد کل انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ اگست ۱۹۴۴ء سے علیل چلے آتے تھے۔ اور پیشاب میں خون آنے کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے۔ مگر آخر وقت تک ہوش و حواس بالکل درست رہے۔ اگرچہ آخری دو روز زیادہ بول نہ سکتے تھے۔

وفات کی خبر ملتے ہی قادیان کے مرد اور خواتین حضرت نواب صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بھی تشریف لے گئے اور رات کے گیارہ بجے تک وہیں رہے۔ آج صبح سے احباب جماعت کے علاوہ سکھ اور ہندو اصحاب بھی بکثرت آتے رہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ بھی بارہ بجے کے قریب تشریف لے گئے۔ چونکہ دوپہر کی گاڑی سے بیرونجات سے بعض افراد کے آنے کی امید تھی۔ اس لئے جنازہ کوٹھی سے لیجانے کے لئے تین بجے بعد دوپہر کا وقت مقرر تھا۔ اس اثناء میں کوٹھی کے اندر ہزاروں خواتین نے مرحوم کی آخری زیارت کی۔ دوپہر کی گاڑی سے

مرحوم کے بعض عزیز جن میں نواب زادہ خورشید علی خاں صاحب خلف سر ذوالفقار علیخاں صاحب۔ سر موصوف کی بیگم صاحبہ اور اس خاندان کی بعض دیگر خواتین تشریف لائیں۔ نواب زادہ احسان علی خاں صاحب کئی روز پیشتر سے ہی جب سے کہ حضرت نواب صاحب کی طبیعت زیادہ کمزور ہو گئی تھی۔ یہاں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت نواب صاحب کے فرزند اکبر نواب زادہ عبدالرحمٰن خاں صاحب بھی کئی روز سے یہاں تشریف فرما تھے۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب کی صاحبزادی بیگم اعزاز رسول صاحب آف سندیلہ بھی کئی روز سے یہیں تھیں۔ ان کے علاوہ لاہور، امرتسر، کپورتھلہ، جالندھر وغیرہ سے بعض احمدی احباب اور صاحبزادگان خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچ گئے۔ تین بجے جنازہ باہر لایا گیا۔ اس وقت تک احمدی احباب کی کثیر تعداد جمع ہو چکی تھی۔ جنازہ کوٹھی کی بیرونی ڈیوڑھی میں رکھا گیا۔ جہاں ہزاروں احباب نے ایک ترتیب کے ساتھ حضرت نواب صاحب کی آخری زیارت کی۔ اس کے بعد چارپائی کے ساتھ لمبے بانس باندھ دیئے گئے۔ تا کندھا دینے والوں کو سہولت ہو۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ کو کندھا دیا۔ اور جنازہ گاہ تک ہزاروں افراد نے کندھا دینے یا دوسری دعاؤں کے ساتھ ہاتھ لگانے کا ثواب حاصل کیا۔ اور جنازہ دارالفضل اور دارالعلوم کی درمیانی سڑک پر سے شہر اور پھر وہاں سے باغ متصل مقبرہ بہشتی میں لیجایا گیا جہاں جانب غرب نماز جنازہ پڑھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور صفیں سیدھی باندھنے کے لئے زمین پر سفیدی کے ساتھ خط کھینچ دیئے گئے تھے۔ احمدی احباب کی کثیر تعداد جنازہ میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو چکی تھی۔ اندازہ ہے کہ قریباً تین ہزار افراد شریک ہوئے بہت سی خواتین بھی خود بخود پہنچ گئی تھیں۔ وہ اس تعداد میں شامل نہیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور تمام مجمع نے

وقت اور خشیت کے ساتھ حضرت نواب صاحب کے لئے دعائیں کیں۔ نماز جنازہ کے بعد پھر حضور ایدہ اللہ نے چارپائی کو کندھا دیا۔ اور جنازہ اس خاص احاطہ میں لے جایا گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار ہے۔ قبر حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم ومغفور کے بائیں جانب کھودی گئی۔ میت کو لحد میں اتارنے کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ۔ مکرم نواب زادہ محمد عبداللہ خاں صاحب اور مکرم نواب زادہ محمد احمد خاں صاحب اترے اور چارپائی پر سے میت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے صاحبزادگان نے اٹھایا۔ میت کو لحد میں رکھنے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے احباب باہر نکل آئے۔ لحد پر کچی اینٹیں چنی گئیں۔ اس کے بعد حضرت امیر المومنین نے دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالی اور حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر سیدہ امۃ الحی صاحبہ، سیدہ سارا بیگم صاحبہ اور سیدہ ام طاہر صاحبہ کی قبروں کے پاس تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔

چونکہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اس لئے حضور نے اسی جگہ نماز پڑھائی جہاں جنازہ پڑھا گیا تھا۔ چونکہ جنازہ پڑھانے سے قبل اعلان کر دیا گیا تھا کہ حضور عصر کی نماز اسی جگہ پڑھائیں گے۔ اس لئے خادم مسجد جائے نماز لے آئے اور حضور کے لئے صفوں کے آگے بچھا دیا۔ چونکہ سارے مجمع کے لئے فرش نہ تھا اور سب اصحاب سفید زمین پر کھڑے تھے۔ حضور نے بھی اپنے آگے سے جانماز اٹھوا دیا اور خالی زمین پر نماز پڑھائی۔

حُجَّۃُ اللہِ

حضرت نواب محمد علیخاں صاحب رضی اللہ عنہ دنیوی وجاہت اور اعزاز رکھنے والے

لوگوں میں سب سے پہلے بزرگ تھے۔ جن کو حق کی قبولیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کا شرف حاصل تھا۔ آپ السابقون الاولون میں سے تھے۔ آپ نے سلسلہ کے کاموں کے لیے بہت بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ اور خود خدا تعالیٰ نے آپ کی تعریف کی۔ تذکرہ صفحہ ۴۲۳ میں لکھا ہے۔

"صبح کی سیر کے وقت نواب صاحب کو مخاطب کرکے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا کہ "آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا

حجۃ اللہ

یہ امر کوئی ذاتی معاملات سے تعلق نہیں رکھتا اس کے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ چونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے اور سوسائٹی میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا۔ یعنی آپ ان پر حجت ہوں گے۔ قیامت کے دن انکو کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے تم میں سے نکل کر اس صداقت کو پرکھا اور مانا تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ بھی تم میں سے ہی تھا۔ اور تمھاری طرح کا ہی انسان تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں بکثرت آپ کی خداداد اعلیٰ صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"چند روز سے نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیرکوٹلہ قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ جوان صالح الخیال۔ مستقل آدمی ہے۔ میرے رسالوں کو دیکھنے سے کچھ شک و شبہ نہیں کیا۔ بلکہ قوت ایمانی میں ترقی کی۔ حالانکہ وہ دراصل شیعہ مذہب ہیں۔ مگر شیعوں کے تمام فضول اور ناجائز اقوال سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ صحابہ کی نسبت اعتقاد نیک رکھتے ہیں۔ الحمد اللہ اس شخص کو خوب مستقل پایا۔ اور دلیر طبع آدمی ہے" (مکتوبات جلد پنجم نمبر دوم)

ازالۂ اوہام میں تحریر فرمایا "حبی فی اللہ نواب محمد علیخاں صاحب رئیس خاندان ریاست "مالیر کوٹلہ" یہ نواب صاحب ایک معزز خاندان کے نامی رئیس ہیں۔ سردار محمد علیخاں صاحب نے گورنمنٹ برطانیہ کی توجہ اور مہربانی سے ایک شائستگی بخش تعلیم پائی جس کا اثر دماغی اور دلی قوائے پر نمایاں ہے۔ ان کی خداداد فطرت بہت سعید اور معتدل ہے۔ اور باوجود عین شباب کے کسی قسم کی حدت اور تندی اور جذبات نفسانی ان کے نزدیک آتے معلوم نہیں ہوتے میں قادیان میں جب کہ وہ ملنے کے لئے آئے اور کئی دن رہے۔ پوشیدہ نظر سے دیکھتا ہوں۔ کہ التزام ادائے نماز میں آپکو خوب اہتمام ہے اور صلحار کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں۔ اور منکرات و مکروہات سے بکلی مجتنب ہیں۔ مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے۔ جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان شباب میں ایسا پرہیزگار ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بتوفیقہٖ تعالیٰ خود اپنی اصلاح پر آپ زور دے کر رئیسوں کے طریقوں اور چلنوں سے نفرت پیدا کر لی ہے۔ اور نہ صرف اسقدر بلکہ جو کچھ ناجائز خیالات اور اوہام اور بے اصل بدعات شیعہ مذہب میں پائی گئی ہیں اور جس قدر تہذیب اور صلاحیت اور پاک باطنی کے مخالف ان کا عمل درآمد ہے۔ ان سب باتوں سے بھی اپنے نور قلب سے فیصلہ کر کے انھوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے"

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک موقعہ پر آپ کی اس امداد کا ذکر کرتے ہوئے جو آپ نے الفضل کے اجرا کے وقت پیش فرمائی تحریر فرمایا:-

"تیسرے شخص جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے تحریک کی وہ مکرمی خان محمد علی خاں صاحب ہیں۔ آپ نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لئے دی۔ پس وہ بھی اس رو کے پیدا کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے الفضل کے ذریعہ چلائی حصہ دار ہیں۔ اور

مسابقون اکلاولون میں ہونے کے سبب اس قسم کے کام لے۔ اللہ تعالیٰ انکو ہر قسم کے مصائب سے محفوظ و مامون رکھ کر اپنے فضل کے دروازے ان پر کھولے۔"
(الفضل ۴ جولائی ۱۹۴۱ء)

ایک غیر مبایع نے آپ کے تقویٰ و طہارت کے پیش نظر آپ کی خدمت میں اختلافی مسائل کے متعلق تحریر کیا کہ "جناب والا نے حضرت مسیح موعود کو باخدا بزرگ مجدد تسلیم کرکے بیعت کی تھی۔ اس وقت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے وقت میں جو نئے عقائد بمقابل حضرت مسیح موعودؑ تراشے گئے ہیں۔ اور ان کی جماعت ان کو مانتی ہے۔ دراصل وہ مسیح موعود کی اصل تعلیم سے انحراف کرتی ہے۔ پس اس عریضہ کے ذریعے جناب والا کی توجہ حضرت مسیح موعودؑ کے اصل دعوائے مجددیت کی طرف مبذول کرانے کے لئے معروض ہوں۔ آپ چوٹی کے صحابہ ہیں۔ اور آپ کی سچی شہادت تاقیامت رہیگی۔"

اس کے جواب میں حضرت نواب صاحب نے تحریر سے غیر مبایعین پر ہر طرح سے حجت پوری کردی اور آپ کی یہ تحریر قیامت تک آپکو حجتہ اللہ ثابت کرتی رہیگی۔
حضرت نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا۔

"جواباً عرض ہے کہ میرا مسلک سیدھا سادہ ہے۔ اسلئے مجھے کسی بات میں جھجک نہیں ہوتی۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی جس وقت بیعت کی ہے۔ میری حالت ایک صاف زمین کی سی تھی۔ جس پر سے پرانے عقائد کا اثر دور ہو چکا تھا۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو خط و کتابت کرکے دلائل سے مانا۔ اور میں نے آپکو ایک راستباز انسان تسلیم کرکے مانا۔ اور جب آپ کو میں نے مان لیا تو پھر آپ نے جو بھی دعویٰ کیا۔ اس کو تسلیم کیا۔ آپ کا ازالہ اوہام کے وقت مجددیت کا دعویٰ تھا۔ میں نے آپ کو مجدد مانا۔ باقی رہی یہ بات کہ میں نے آپ کے مجدد ہونے پر بیعت کی یہ غلط ہے۔ میں نے حضرت اقدس کی بیعت آپ کو راستباز مان کر کی۔ آپ نے کہا کہ میں مجدد ہوں۔

اسلئے میں نے کہا اٰمنا بیعت نہ مجددیت پر کی نہ مسیحیت پر بلکہ یہ کہ احمد کے ہاتھ پر کی تھی اور انہی الفاظ سے آپ تمام عمر بیعت لیتے رہے۔ اور آخر تک لیتے رہے۔ ہم نے کیا کیا؟ یہی کہ آپ کو راستباز مانا۔ آپ نے کہا میں مجدد ہوں۔ ہم نے کہا اٰمنّا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مسیح موعود ہوں ہم نے کہا اٰمنّا آپ نے فرمایا میں ظل نبی ہوں ہم نے کہا اٰمنّا۔ آپ نے مجازی نبی ہوں کہا ہم نے اٰمنا ہی کہا آپ نے کہا ؎

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

ہم نے اس پر بھی اٰمنا کہا۔ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں ہم نے کہا اٰمنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تشریعی نبی نہیں بلکہ متبع نبی ہوں ہم نے کہا اٰمنا۔ آپ نے فرمایا میں نے کبھی نبی ہونے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ میرا انکار صرف شرعی نبی ہونے سے تھا۔ یعنی میں شریعت لانے والا نبی نہیں۔ بلکہ محمدؐ رسول اللہ کا متبع نبی ہوں۔ ہم نے اس پر بھی اٰمنا کہا۔ آپ نے فرمایا مجھے نبوت کا درجہ اتباع محمدؐ رسول اللہ اور فیضان محمدؐ رسول اللہ سے ملا ہے۔ میں غلام ہوں محمدؐ رسول اللہ آقا ہیں ہم نے کہا اٰمنا آپ نے فرمایا میرا خیال تھا۔ جیسا کہ عام خیال ہے کہ اب نبی نہیں آسکتا۔ مگر مجھے متواتر وحی سے مجبور ہونا پڑا۔ اسلئے میں کہتا ہوں کہ میں نبی ہوں۔ ہم نے اس پر اٰمنا کہا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت نے جو کچھ دعویٰ کیا ہم نے اٰمنا کہا۔ آپ نے اپنے آپ کو محمدؐ کہا، ابراہیم کہا، موسیٰ کہا، عیسیٰ (مسیح موعود) کہا، نوح کہا، مہدی کہا اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کہا، کرشن کہا۔ ہم تو ان سب دعووں پر ایمان لائے۔ حضرت دعویٰ فرماتے کہ ناسخ شریعت محمدیہ ہوں تو ہم یہ بھی ماننے کو تیار تھے اس لئے یہ کہنا کہ ہم نے مجدد ہونے پر بیعت کی۔ یہ غلط ہے۔ ہم نے حضرت کی بیعت کی کہ جس کو خدا کی بیعت سمجھا۔ ید اللہ فوق ایدیھم کیونکہ اصل میں

ہم نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہ کی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی بیعت کا واسطہ تھا۔ چنانچہ بیعت کے الفاظ شاہد ہیں۔ آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ نہیں کہ میں احمد کی بیعت کرتا ہوں۔ یہ بیعت دراصل خدا کی بیعت اور خدا سے عہد تھا اور ہے۔ ہم تو حضرت کے تمام دعاوی پر ایمان لائے ہیں اور حضرت کے درجہ کو نہ بڑھاتے ہیں اور نہ گھٹاتے ہیں۔ ہم ٹکڑوں کو نہیں لے بیٹھتے کیونکہ تومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ پر ہمارا عمل نہیں۔ ہم نے مجموعۃً جو کچھ بھی حضرت نے فرمایا اس پر امنا کہا۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ معلوم نہیں آپ کو نبوت پر کیوں جھجک ہے۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر نبوت کا سلسلہ جاری رکھنے سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور ایسا ہونے سے ہتک ۔

حضرت نواب صاحب کی یہ تحریر اسلام اور احمدیت کی صداقت میں ایک حجت تھی حجت ہے اور حجت رہیگی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو حجۃ اللہ کہا اور آپ نے اپنے عمل سے حجۃ اللہ بنکر دکھایا۔

خاکسار

عبدالحمید آصف

غرض حضرت ام المومنین مدظلہا کو رنج وغم کے متعدد واقعات پیش آئے۔ لیکن آپ نے ہر مرحلہ پر اللہ تعالیٰ کی مقادیر سے کامل مسالمت کا عملی ثبوت دیا اور جیسا کہ شرائط بیعت میں ہے کہ ہر عسر اور یسر میں قدم آگے بڑھاؤں گا۔ ہر واقعہ اور سانحہ آپ کے رضا بالقضا کا مظہر ہوا۔ اور میرا اپنا ایمان تو یہ ہے کہ یہ حوادث غم اور واقعات ضروری تھے تا ہر زندگی کے ہر

شعبہ میں آپ جماعت کی خواتین کے لیئے ایک

پاک نمونہ قرار پائیں

اور خدا تعالیٰ کی وہ وحی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی جس میں اہل بیت کی تطہیر کا وعدہ فرمایا گیا ہے جب ہم اس کے ساتھ کے الہامات کو پڑھتے ہیں تو صاف کھل جاتا ہے کہ اس امتحان کے لئے بڑے بڑے ابتلا مقدر تھے جن میں بڑے بڑے انسان اپنے مقام سے ہل جاتے ہیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا کی سیرۃ کے جن پہلوؤں پر میں نے روشنی ڈالی ہے اگر ہمارے گھروں میں اس پہ عمل ہو تو فی الحقیقت وہ گھر

جنّت کا نمونہ بن جاتے ہیں

حضرت ام المومنین کی اولاد

اگرچہ میں پہلے ہی ذکر کر آیا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جسمانی اور روحانی طور پر اولاد کثیر عطا فرمائی۔ مگر میں یہاں جسمانی اولاد کے متعلق ایک خاص بات بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ایک نکتہ معرفت کے بیان کیا ہے اور اس کا اظہار میں اس لئے بھی کرنا چاہتا ہوں کہ بعض دشمنان اہل بیت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی مبشر اولاد موعود اور

صالح اولاد پر نکتہ چینی کرتے رہیں۔ اور بایں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور اطاعت کی لاف زنی کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تریاق القلوب (اڈیشن اول) کے صفحہ ۶۴ کے حاشیہ میں اپنے خاندان کا سادات سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲ کے الہام خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ :-

"ہمارا خاندان سادات سے ملتا ہے بلکہ الہامات میں اس کی تصدیق ہے۔ ایسا ہی بعض کشوف میں بھی اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اس جگہ یہ عجیب نکتہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ سادات کی اولاد کو کثرت سے دنیا میں بڑھا دے تو ایک شریف عورت فارسی الاصل کو یعنی شہربانو کو ان کی دادی بنایا اور اس سے اہل بیت اور فارسی خاندان کے خون کو باہم ملایا اور ایسا ہی اس جگہ بھی جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس عاجز کو دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کرے اور بہت سی اولاد اور ذریت مجھ سے دنیا میں پھیلا دے۔ جیسا کہ اس کے اس الہام میں موجود ہے جو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۰ میں درج ہے تو پھر دوبارہ ان کے فارسی خاندان اور سادات کے خون کو باہم ملایا اور پھر میری اولاد کے لئے تیسری مرتبہ ان خونوں کو ملایا۔ صرف فرق یہ رہا کہ حسینی خاندان کے قائم کرنے کے وقت مرد یعنی امام حسین رضی اللہ عنہما اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سے تھا اور اس جگہ عورت یعنی میری بیوی اولاد فاطمہؓ میں سے یعنی سیدہ ہے جس کا نام بجائے شہربانو کے نصرت جہاں بیگم ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے الہام میں ابناء فارس جمع کا صیغہ ہے اور حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کثرت اولاد اور ذریت کو خدا کا ارادہ قرار دیتے ہیں۔ پھر اس مبشر اور آیات اللہ کا رنگ رکھنے والی اولاد کو ہدف علامت بنانا کسی شریف انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس پیشگوئی کے موافق حضرت ام المومنین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کثیر دی۔ اللّٰھم زد فزد اور آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے اپنی اولاد کی تین پشتوں کو دیکھ رہی ہیں یعنی بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں اور پوتوں اور نواسوں کی اولاد۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اتنی عمر دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کو پورا ہوتے دیکھیں۔

اِک سے ہزار ہوویں یا ربّ بار ہوویں

آمین یا ربّ العالمین

DONATED BY MALIK RAM
1906-1993

۹۵م